فَمِنِّیْ وَمِنَ الشَّیْطَانِ وَاللّٰـهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْهُ بَرِیْئَانِ ۔اگر درست ہوتو حق تعالیٰ شانہٗ کی اعانت سے ہے اور گر غلط ہوتو میری اپنی تقصیر سے ہے، اللہ اور اسکے رسول اس سے بَری ہیں۔

حاصل اس مطلب کا یہ ہے کہ حدیثِ بالا سے درجات کی وہ ترقی مراد نہیں جو آیات کے لحاظ سے فی آیت ایک درجہ ہے اس لئے کہ اس ترقی میں ترتیل سے پڑھنے نہ پڑھنے کو بظاہر کوئی تعلّق نہیں معلوم ہوتا، جب ایک آیت پڑھی جائے ایک درجہ کی ترقی ہوگی، عام ہے کہ ترتیل سے ہو یا بلا ترتیل، بلکہ اس حدیث میں بظاہر دوسری ترقی باعتبار کیفیت مراد ہے جس میں ترتیل سے پڑھنے نہ پڑھنے کو دخل ہے، لہٰذا جس ترتیل سے دنیا میں پڑھتا تھا اسی ترتیل سے آخرت میں پڑھ سکے گا، اور اس کے موافق درجات میں ترقی ہوتی رہے گی۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث سے نقل کیا ہے کہ اگر دنیا میں بکثرت تلاوت کرتا رہا تب تو اس وقت بھی یاد ہوگا، ورنہ بھول جائے گا۔ اللہ جَلَّ شَانُہٗ اپنا فضل فرماویں کہ ہم میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کو والدین نے دینی شوق میں یاد کرا دیا تھا، مگر وہ اپنی لاپرواہی اور بے توجہی سے دنیا ہی میں ضائع کر دیتے ہیں اور اسکے بالمقابل بعض احادیث میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص قرآنِ پاک یاد کرتا ہوا اور اس میں محنت ومشقت برداشت کرتا ہوا مر جائے وہ حفاظ کی جماعت میں شمار ہوگا، حق تعالیٰ کے یہاں عطا میں کوئی کمی نہیں، کوئی لینے والا ہو۔

اس کے اَلطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر
تجھ سے کیا ضِد تھی اگر تُو کسی قابل ہوتا

(۱۰) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَهٗ بِهٖ حَسَنَةٌ، وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا، لَا اَقُوْلُ: الٓمّٓ حَرْفٌ، وَّلٰكِنْ اَلِفٌ حَرْفٌ، وَلَامٌ حَرْفٌ، وَمِيْمٌ حَرْفٌ. (رواه الترمذي وقال: هذا حديث

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص ایک حرف کتاب اللہ کا پڑھے اس کے لئے اس حرف کے عوض ایک نیکی ہے اور ایک نیکی کا اجر دس نیکی کے برابر ملتا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ سارا الٓمّ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک

حسن صحیح غریب اسناداً و الدارمی) حرف، لام ایک حرف، میم ایک حرف۔

مقصود یہ ہے کہ جیسے اور جملہ اعمال میں پورا عمل ایک شمار کیا جاتا ہے، کلامِ پاک میں ایسے نہیں بلکہ اجزاءِ عمل بھی پورے عمل شمار کیے جاتے ہیں اور اس لئے تلاوتِ کلامِ پاک میں ہر ہر حرف ایک ایک نیکی شمار کی جاتی ہے اور ہر نیکی پر حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے "مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا" (الانعام:۱۶۰) (جو شخص ایک نیکی لاوے اس کو دس نیکی کے بقدر اجر ملتا ہے) دس حصہ اجر کا وعدہ ہے اور یہ اقل درجہ ہے۔ "وَاللّٰهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ" (البقرہ:۲۶۱) (حق تعالیٰ شانہٗ جس کے لئے چاہتے ہیں اجر زیادہ فرما دیتے ہیں) ہر حرف کو مستقل نیکی شمار کرنے کی مثال حضور ﷺ نے ارشاد فرمادی کہ الٓمّٓ پورا ایک حرف شمار نہیں ہوگا بلکہ الف، لام، میم علیحدہ علیحدہ حرف شمار کئے جائیں گے اور اس طرح پر الٓمّٓ کے مجموعہ پر تیس نیکیاں ہوگئیں۔ اس میں اختلاف ہے کہ الٓمّٓ سے سورۂ بقرہ کا شروع مراد ہے یا "اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ" (الفیل:۱) مراد ہے۔ اگر سورۂ بقرہ کا شروع مراد ہے تو بظاہر مطلب یہ ہے کہ لکھے ہوئے حروف کا اعتبار ہے اور لکھنے میں چونکہ وہ بھی تین ہی حروف لکھے جاتے ہیں اس لئے تیس نیکیاں ہوئیں اور اگر اس سے سورۂ فیل کا شروع مراد ہے تو پھر سورۂ بقرہ کے شروع میں جو الٓمّٓ ہے وہ نو حروف ہیں، اس لئے اس کا اجر نوے۹۰ نیکیاں ہوگئیں۔ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے کہ میں یہ نہیں کہتا کہ بسم اللّٰه ایک حرف ہے بلکہ ب، س، م، یعنی علیحدہ علیحدہ حروف مراد ہیں۔

(۱۱) عَنْ مُعَاذِ نِ الْجُهَنِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ وَعَمِلَ بِمَا فِيْهِ اُلْبِسَ وَالِدَاهُ تَاجًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، ضَوْءُهٗ اَحْسَنُ مِنْ ضَوْءِ الشَّمْسِ فِيْ بُيُوْتِ الدُّنْيَا لَوْ كَانَتْ فِيْكُمْ، فَمَا ظَنُّكُمْ بِالَّذِيْ عَمِلَ بِهٰذَا.

(رواہ أحمد و ابو داود وصححه الحاكم)

معاذِ جُہنی رضی اللہ عنہ نے حضورِ اکرم ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص قرآن پڑھے اور اس پر عمل کرے اس کے والدین کو قیامت کے دن ایک تاج پہنایا جاوے گا جس کی روشنی آفتاب کی روشنی سے بھی زیادہ ہوگی اگر وہ آفتاب تمہارے گھروں میں ہو۔ پس کیا گمان ہے تمہارا اس شخص

کے متعلق جو خود عامل ہے۔

یعنی قرآنِ پاک کے پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کی برکت یہ ہے کہ اس پڑھنے والے کے والدین کو ایسا تاج پہنایا جاوے گا جس کی روشنی آفتاب کی روشنی سے بہت زیادہ ہو، اگر وہ آفتاب تمہارے گھروں میں ہو، یعنی آفتاب اتنی دور سے اس قدر روشنی پھیلاتا ہے، اگر وہ گھر کے اندر آجائے تو یقیناً بہت زیادہ روشنی اور چمک کا سبب ہوگا تو پڑھنے والے کے والدین کو جو تاج پہنایا جاوے گا، اس کی روشنی اس روشنی سے زیادہ ہوگی جس کو گھر میں طلوع ہونے والا آفتاب پھیلا رہا ہے اور جب کہ والدین کے لئے یہ ذخیرہ ہے تو خود پڑھنے والے کے اجر کا خود اندازہ کرلیا جاوے کہ کس قدر ہوگا کہ جب اس کے طفیلیوں کا یہ حال ہے تو خود اصل کا حال بدر جہا زیادہ ہوگا کہ والدین کو یہ اجر صرف اس وجہ سے ہوا ہے کہ وہ اس کے وجود یا تعلیم کا سبب ہوئے ہیں۔ آفتاب کے گھر میں ہونے سے جو تشبیہ دی گئی ہے اس میں، علاوہ ازیں کہ قرب میں روشنی زیادہ محسوس ہوتی ہے، ایک اور لطیف امر کی طرف بھی اشارہ ہے، وہ یہ کہ جو چیز ہر وقت پاس رہتی ہے اُس سے اُنس واُلفت زیادہ ہوتی ہے اس لئے آفتاب کی دُوری کی وجہ سے جو اس سے بیگانگی ہے وہ ہر وقت کے قرب کی وجہ سے مُبدَل بہ اُنس ہو جاوے گی تو اس صورت میں روشنی کے علاوہ اس کے ساتھ مُوانَست کی طرف بھی اشارہ ہے اور اس طرف بھی کہ وہ اپنی ہوگی کہ آفتاب سے اگر چہ ہر شخص نفع اٹھاتا ہے لیکن اگر وہ کسی کو ہِبَہ کر دیا جائے تو اس کے لئے کس قدر افتخار کی چیز ہو۔

حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے بُرَیدہ رضی اللہ عنہ سے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص قرآن شریف پڑھے اور اس پر عمل کرے اس کو ایک تاج پہنایا جائے گا جو نور سے بنا ہوا ہوگا اور اس کے والدین کو ایسے دو۲ جوڑے پہنائے جاویں گے کہ تمام دنیا اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی، وہ عرض کریں گے کہ یا اللہ! یہ جوڑے کس صلہ میں ہیں تو ارشاد ہوگا کہ تمہارے بچے کے قرآن شریف پڑھنے کے عوض میں۔

جمعُ الفوائد میں طبرانی سے نقل کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ

ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص اپنے بیٹے کو ناظرہ قرآنِ شریف سکھلاوے اس کے سب اگلے اور پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور جو شخص حفظ کرائے اس کو قیامت میں چودھویں رات کے چاند کے مُشابہ اُٹھایا جاوے گا اور اس کے بیٹے سے کہا جاوے گا کہ پڑھنا شروع کر، جب بیٹا ایک آیت پڑھے گا باپ کا ایک درجہ بلند کیا جاوے گا حتیٰ کہ اسی طرح تمام قرآن شریف پورا ہو۔

بچے کے قرآن شریف پڑھنے پر باپ کے لئے یہ فضائل ہیں اور اسی پر بس نہیں، دوسری بات بھی سن لیجئے کہ اگر خدانخواستہ آپ نے اپنے بچے کو چار پیسے کے لالچ میں دین سے محروم رکھا تو یہ ہی نہیں کہ آپ اس لَایَزَال ثواب سے محروم رہیں گے، بلکہ اللہ کے یہاں آپ کو جواب دہی بھی کرنی پڑے گی۔ آپ اس ڈر سے کہ یہ مولوی وحافظ پڑھنے کے بعد صرف مسجد کے مُلّانے اور ٹکڑے کے محتاج بن جاتے ہیں اس وجہ سے اپنے لاڈلے بچے کو اس سے بچاتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ اس سے آپ اس کو تو دائمی مصیبت میں گرفتار کر ہی رہے ہیں مگر ساتھ ہی اپنے اوپر بھی بڑی سخت جواب دہی لے رہے ہیں۔ حدیث کا ارشاد ہے: كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ الحدیث، ہر شخص سے اس کے ماتحتوں اور دست نگروں کا بھی سوال ہوگا کہ ان کو کس قدر دین سکھلایا۔ ہاں! یہ ضرور ہے کہ ان عُیوب سے آپ بچنے اور بچانے کی کوشش کیجئے، مگر جُوئوں کے ڈر سے کپڑا نہ پہننا کوئی عقل کی بات نہیں، البتہ اس کے صاف رکھنے کی ضرور کوشش چاہئے۔ بِالجُملہ اگر آپ اپنے بچے کو دینداری کی صلاحیت سکھلائیں گے، اپنی جواب دہی سے سُبک دوش ہوں گے اور اس وقت تک وہ زندہ رہے جس قدر نیک اعمال کرے گا، دعا و اِستغفار آپ کے لئے کرے گا، آپ کے لئے رفع درجات کا سبب بنے گا۔ لیکن دنیا کی خاطر چار پیسے کے لالچ سے آپ نے اس کو دین سے بے بہرہ رکھا تو یہی نہیں کہ خود آپ کو اپنی حرکت کا وبال بھگتنا پڑے گا، جس قدر بداَطواریاں، فِسق وفُجور اس سے سَرزد ہوں گے آپ کے نامۂ اعمال بھی اس ذخیرہ سے خالی نہ رہیں گے، خدارا! اپنے حال پر رحم کھائیں، دنیا بہر حال گزر جانے والی چیز ہے اور موت ہر بڑی سے بڑی تکلیف کا خاتمہ ہے، لیکن جس تکلیف کے بعد موت بھی نہیں اس کا کوئی مُنتہا نہیں۔

(۱۲) عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: لَوْ جُعِلَ الْقُرْاٰنُ فِيْ اِهَابٍ ثُمَّ اُلْقِيَ فِي النَّارِ مَا احْتَرَقَ. (رواه الدارمي)

عُقْبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگر رکھ دیا جائے قرآن شریف کو کسی چمڑے میں، پھر وہ آگ میں ڈال دیا جاوے تو نہ جلے۔

مَشائخِ حدیث اس روایت کے مطلب میں دو طرف گئے ہیں: بعض کے نزدیک چمڑے سے عام مراد ہے جس جانور کا ہو اور آگ سے دنیوی آگ مراد ہے، اس صورت میں یہ مخصوص معجزہ ہے جو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے ساتھ خاص تھا جیسا کہ اور انبیاء علیہم السلام کے معجزے ان کے زمانے کے ساتھ خاص ہوئے ہیں۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ چمڑے سے مراد آدمی کا چمڑا ہے اور آگ سے جہنّم۔ اس صورت میں یہ حکم عام ہوگا، کسی زمانے کے ساتھ مخصوص نہ ہوگا، یعنی جو شخص کہ حافظِ قرآن ہو اگر وہ کسی جرم میں جہنّم میں ڈالا بھی جاوے گا تو آگ اس پر اثر نہ کرے گی۔ ایک روایت میں "مَامَسَّتْهُ النَّارُ" کا لفظ بھی آیا ہے یعنی آگ اس کو چھوئے گی بھی نہیں۔ اَبُواُمامہ رضی اللہ عنہ کی روایت جس کو شَرْحُ السُّنَّة سے مُلا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے اس دوسرے معنی کی تائید کرتی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ قرآنِ شریف کو حفظ کیا کرو، اس لئے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس قلب کو عذاب نہیں فرماتے جس میں کلامِ پاک محفوظ ہو۔ یہ حدیث اپنے مضمون میں صاف اور نص ہے، جو لوگ حفظِ قرآن شریف کو فُضول بتلاتے ہیں وہ خدارا! ذرا ان فضائل پر بھی غور کریں کہ یہی ایک فضیلت ایسی ہے جس کی وجہ سے ہر شخص کو حفظِ قرآن پر جان دے دینا چاہیئے، اس لئے کہ کون شخص ایسا ہوگا جس نے گناہ نہ کئے ہوں جس کی وجہ سے آگ کا مستحق نہ ہو۔

شرحِ اِحیاء میں ان لوگوں کی فہرست میں جو قیامت کے ہولناک اور وحشت اثر دن میں اللہ کے عرش کے سائے کے نیچے رہیں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بروایت دَیلمی رحمۃ اللہ علیہ نقل کیا ہے کہ حاملینِ قرآن یعنی حُفّاظ اللہ کے سائے کے نیچے انبیاء علیہم السلام اور برگزیدہ لوگوں کے ساتھ ہوں گے۔

(۱۳) عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَظْهَرَهٗ، فَاَحَلَّ حَلَالَهٗ وَحَرَّمَ حَرَامَهٗ، اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ وَ شَفَّعَهٗ فِي عَشَرَةٍ مِّنْ اَهْلِ بَيْتِهٖ، كُلُّهُمْ قَدْ وَجَبَتْ لَهُ النَّارُ. (رواه أحمد والترمذي وقال: هذا حديث غريب و حفص بن سليمان الراوي ليس هو بالقوي يضعف في الحديث و رواه ابن ماجة والدارمي)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جس شخص نے قرآن پڑھا، پھر اسکو حفظ یاد کیا اور اس کے حلال کو حلال جانا اور حرام کو حرام، حق تعالیٰ شانہ اس کو جنّت میں داخل فرمادیں گے اور اسکے گھرانے میں سے ایسے دس آدمیوں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول فرمادیں گے جن کے لئے جہنّم واجب ہو چکی ہو۔

دُخولِ جنّت ویسے تو ہر مومن کے لئے انشاء اللہ ہے ہی، اگرچہ بداعمالیوں کی سزا بھگت کر ہی کیوں نہ ہو، لیکن حفاظ کے لئے یہ فضیلت ابتدائے دُخول کے اعتبار سے ہے۔ وہ دس شخص جن کے بارے میں شفاعت قبول فرمائی گئی وہ فُسّاق وفُجّار ہیں جو مرتکب کبائر کے ہیں، اس لئے کہ کفار کے بارے میں تو شفاعت ہے ہی نہیں۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝" (المائدہ:۷۲) (مشرکین پر اللہ نے جنّت کو حرام کردیا اور ان کا ٹھکانہ جہنّم ہے اور ظالمین کا کوئی مددگار نہیں)۔ دوسری جگہ ارشاد ہے: "مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى" (التوبہ:۱۱۳) (نبی اور مسلمانوں کے لئے اس کی گنجائش نہیں کہ وہ مشرکین کے لئے استغفار کریں اگرچہ وہ رشتہ دار ہوں) وغیرہ وغیرہ نُصوص اس مضمون میں صاف ہیں کہ مشرکین کی مغفرت نہیں ہے، اس لئے حُفّاظ کی شفاعت سے اُن مسلمانوں کی شفاعت مراد ہے جن کے معاصی کی وجہ سے ان کا جہنّم میں داخل ہونا ضروری بن گیا تھا۔ جو لوگ جہنّم سے محفوظ رہنا چاہتے ہیں ان کے لئے ضروری ہے کہ اگر وہ حافظ نہیں اور خود حفظ نہیں کرسکتے تو کم ازکم اپنے کسی قریبی رشتہ دار ہی کو حافظ بنادیں کہ اس کے طُفَیل یہ بھی اپنی بداعمالیوں کی سزا سے محفوظ رہ سکیں، اللہ کا کس قدر

انعام ہے اس شخص [1] پر جس کے باپ، چچا، تائے، دادا، نانا، ماموں سب ہی حافظ ہیں۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ.

(۱۴) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: تَعَلَّمُوا الْقُرْاٰنَ فَاقْرَأُوْہُ، فَاِنَّ مَثَلَ الْقُرْاٰنِ لِمَنْ تَعَلَّمَ فَقَرَأَ وَقَامَ بِہٖ کَمَثَلِ جِرَابٍ مَحْشُوٍّ مِسْکًا تَفُوْحُ رِیْحُہٗ کُلَّ مَکَانٍ، وَمَثَلُ مَنْ تَعَلَّمَہٗ فَرَقَدَ وَھُوَ فِیْ جَوْفِہٖ کَمَثَلِ جِرَابٍ اُوْکِیَ عَلٰی مِسْکٍ. (رواہ الترمذی والنسائی وابن ماجۃ وابن حبان)

اَبو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضورِ اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ قرآن شریف کو سیکھو، پھر اُس کو پڑھو، اس لئے کہ جو شخص قرآن شریف سیکھتا ہے اور پڑھتا ہے اور تہجّد میں اس کو پڑھتا رہتا ہے، اس کی مثال اس تھیلی کی سی ہے جو مشک سے بھری ہوئی ہو کہ اس کی خوشبو تمام مکان میں پھیلتی ہے اور جس شخص نے سیکھا اور پھر سو گیا اس کی مثال اس مشک کی تھیلی کی ہے جس کا منہ بند کر دیا گیا ہو۔

یعنی جس شخص نے قرآنِ پاک پڑھا اور اس کی خبر گیری کی، راتوں کو نماز میں تلاوت کی، اس کی مثال اس مُشک دان کی سی ہے کہ جو کھلا ہوا ہو کہ اس کی خوشبو سے تمام مکان مہکتا ہے، اسی طرح اس حافظ کی تلاوت سے تمام مکان انوار و برکات سے معمور رہتا ہے اور اگر وہ حافظ سو جاوے یا غفلت کی وجہ سے نہ پڑھ سکے تب بھی اس کے قلب میں جو کلامِ پاک ہے وہ تو بہر حال مشک ہی ہے، اس غفلت سے اتنا نقصان ہوا کہ دوسرے لوگ اس کی برکات سے محروم رہے، لیکن اس کا قلب تو بہر حال اس مشک کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔

(۱۵) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: اِنَّ الَّذِیْ لَیْسَ فِیْ جَوْفِہٖ شَیْءٌ مِّنَ الْقُرْاٰنِ، کَالْبَیْتِ الْخَرِبِ. (رواہ الترمذی وقال: ھذا حدیث

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جس شخص کے قلب میں قرآن شریف کا کوئی حصّہ بھی محفوظ نہیں وہ بمنزلہ ویران گھر کے ہے۔

[1] حضرت شیخ الحدیث صاحب مؤلف کتاب ھٰذا مراد ہیں۔

صحیح ورواہ الدارمی و الحاکم و صححہ)

ویران گھر کے ساتھ تشبیہ دینے میں ایک خاص لطیفہ بھی ہے وہ یہ کہ "خانۂ خالی رادیو مے گیرد"[1] اسی طرح جو قلب کلامِ پاک سے خالی ہوتا ہے شیاطین کا اس پر تسلّط زیادہ ہوتا ہے۔ اس حدیث میں حفظ کی کس قدر تاکید فرمائی ہے کہ اس دل کو ویران گھر ارشاد ہوا ہے جس میں کلامِ پاک محفوظ نہیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس گھر میں کلامِ مجید پڑھا جاتا ہے اس کے اہل وعیال کثیر ہو جاتے ہیں، اس میں خیر و برکت بڑھ جاتی ہے، ملائکہ اس میں نازل ہوتے ہیں اور شیاطین اس گھر سے نکل جاتے ہیں اور جس گھر میں تلاوت نہیں ہوتی اس میں تنگی اور بے برکتی ہوتی ہے، ملائکہ اس گھر سے چلے جاتے ہیں، شیاطین اس میں گھس جاتے ہیں۔ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اور بعض لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ خالی گھر وہی ہے جس میں تلاوتِ قرآن شریف نہ ہوتی ہو۔

(۱۶) عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: قِرَاءَةُ الْقُرْاٰنِ فِی الصَّلٰوةِ اَفْضَلُ مِنْ قِـرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ فِیْ غَیْـرِ الصَّـلٰوةِ، وَقِرَاءَةُ الْقُرْاٰنِ فِیْ غَیْرِ الصَّلٰوةِ اَفْضَلُ مِنَ التَّسْبِیْـحِ وَ التَّـكْبِیْـرِ، وَالتَّسْبِیْحُ اَفْـضَـلُ مِنَ الصَّدَقَةِ، وَالصَّدَقَةُ اَفْضَلُ مِنَ الصَّوْمِ، وَالصَّوْمُ جُنَّةٌ مِّنَ النَّارِ (رواہ البیھقی فی شعب الایمان)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ نماز میں قرآن شریف کی تلاوت بغیر نماز کی تلاوت سے افضل ہے اور بغیر نماز کی تلاوت تسبیح وتکبیر سے افضل ہے اور تسبیح صدقہ سے افضل ہے اور صدقہ روزہ سے افضل ہے اور روزہ بچاؤ ہے آگ سے۔

تلاوت کا اذکار سے افضل ہونا ظاہر ہے اس لئے کہ یہ کلامِ الٰہی ہے اور پہلے معلوم ہو چکا کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو اوروں کے کلام پر وہی فضیلت ہے جو اللہ تعالیٰ کو فضیلت ہے مخلوق پر، ذکر اللہ کا افضل ہونا صدقہ سے اور روایات میں بھی وارد ہے اور صدقہ کا روزہ سے افضل ہونا جیسا کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے دوسری بعض روایات کے خلاف ہے

[1] یعنی خالی اور غیر آباد گھر پر دیو اور جنات قبضہ کر لیتے ہیں۔

جن سے روزہ کی فضیلت معلوم ہوتی ہے، لیکن یہ احوال کے اعتبار سے مختلف ہے، بعض حالتوں میں روزہ افضل ہے اور بعض میں صدقہ۔ اسی طرح لوگوں کے اعتبار سے بھی مختلف ہے، بعض لوگوں کے لئے روزہ افضل ہے اور جب کہ روزہ آگ سے بچاؤ ہے جس کا درجہ اس روایت میں سب سے اخیر میں ہے تو پھر تلاوتِ کلام اللہ کا کیا کہنا جو سب سے اوّل ہے۔ صاحبِ احیاء نے حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ سے نقل کیا ہے کہ جس شخص نے نماز میں کھڑے ہوکر کلامِ پاک پڑھا اس کو ہر حرف پر سو۱۰۰ نیکیاں ملیں گی اور جس شخص نے نماز میں بیٹھ کر پڑھا اس کے لئے پچاس۵۰ نیکیاں اور جس نے بغیر نماز کے وضو کے ساتھ پڑھا اس کے لئے پچیس۲۵ نیکیاں اور جس نے بلاوضو پڑھا اس کے لئے دس۱۰ نیکیاں اور جو شخص پڑھے نہیں بلکہ صرف پڑھنے والے کی طرف کان لگا کر سنے اس کے لئے بھی ہر حرف کے بدلے ایک نیکی۔

(۱۷) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اِذَا رَجَعَ اِلٰی اَھْلِہٖ اَنْ یَّجِدَ فِیْہِ ثَلَاثَ خَلِفَاتٍ عِظَامٍ سِمَانٍ؟ قُلْنَا: نَعَمْ، قَالَ: فَثَلَاثُ اٰیَاتٍ یَقْرَأُ بِھِنَّ اَحَدُکُمْ فِیْ صَلٰوتِہٖ، خَیْرٌ لَّہٗ مِنْ ثَلَاثِ خَلِفَاتٍ عِظَامٍ سِمَانٍ. (رواہ مسلم)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ جب گھر واپس آئے تو تین اونٹنیاں حاملہ بڑی اور موٹی اس کو مل جاویں؟ ہم نے عرض کیا کہ بے شک (ضرور پسند کرتے ہیں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین آیتیں جن کو تم میں سے کوئی نماز میں پڑھ لے وہ تین حاملہ بڑی اور موٹی اونٹنیوں سے افضل ہیں۔

اس سے ملتا جلتا مضمون حدیث نمبر ۳ میں گذر چکا ہے، اس حدیث شریف میں چونکہ نماز میں پڑھنے کا ذکر ہے اور وہ بغیر نماز کے پڑھنے سے افضل ہے اس لئے تشبیہ حاملہ اونٹنیوں سے دی گئی اس لئے کہ وہاں بھی دو عبادتیں ہیں، نماز اور تلاوت، ایسے ہی یہاں بھی دو چیزیں ہیں، اونٹنی اور اس کا حمل۔ میں حدیث نمبر ۳ کے فائدے میں لکھ چکا ہوں کہ اس قسم کی احادیث سے صرف تشبیہ مراد ہوتی ہے، ورنہ ایک آیت کا باقی اجر ہزار

فانی اونٹنیوں سے افضل ہے۔

(۱۸)عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَوْسِ الثَّقَفِيِّ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: قِرَاءَةُ الرَّجُلِ الْقُرْاٰنَ فِيْ غَيْرِ الْمُصْحَفِ اَلْفُ دَرَجَةٍ وَقِرَاءَتُهٗ فِي الْمُصْحَفِ تَضَعَّفُ عَلٰى ذٰلِكَ اِلٰى اَلْفَيْ دَرَجَةٍ. (رواه البيهقي في شعب الإيمان)

اوس ثقفی رضی اللہ عنہ نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ کلام اللہ شریف کا حفظ پڑھنا ہزار درجہ ثواب رکھتا ہے اور قرآنِ پاک میں دیکھ کر پڑھنا دو ہزار تک بڑھ جاتا ہے۔

حافظِ قرآن کے متعدد فضائل پہلے گزر چکے ہیں، اس حدیث شریف میں جو دیکھ کر پڑھنے کی فضیلت ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ قرآنِ پاک کے دیکھ کر پڑھنے میں تدبُّر اور فکر کے زیادہ ہونے کے علاوہ وہ کئی عبادتوں کو مُتَضَمِّن ہے، قرآنِ پاک کو دیکھنا، اس کو چھونا وغیرہ وغیرہ، اسی وجہ سے یہ افضل ہوا، چونکہ روایات کا مفہوم مختلف ہے اسی وجہ سے علماء نے اس میں اختلاف فرمایا ہے کہ کلامِ پاک کا حفظ پڑھنا افضل ہے یا دیکھ کر۔ ایک جماعت کی رائے ہے کہ حدیثِ بالا کی وجہ سے اور اس وجہ سے کہ اس میں غلط پڑھنے سے امن رہتا ہے، قرآنِ پاک پر نظر رہتی ہے، قرآنِ شریف کو دیکھ کر پڑھنا افضل ہے۔ دوسری جماعت دوسری روایت کی وجہ سے اور اس وجہ سے کہ حفظ پڑھنا زیادتیٔ خشوع کا سبب ہوتا ہے، رِیا سے دور ہوتا ہے اور نیز نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ حفظ پڑھنے کی تھی، حفظ کو ترجیح دیتی ہے۔ اِمام نَوَوِی رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں یہ فیصلہ کیا ہے کہ فضیلت آدمیوں کے لحاظ سے مختلف ہے، بعض کے لئے دیکھ کر پڑھنا افضل ہے جس کو اس میں تدبر وتفکر زیادہ حاصل ہوتا ہو اور جس کو حفظ میں تدبر زیادہ حاصل ہوتا ہو اس کے لئے حفظ پڑھنا افضل ہے۔

حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ''فتح الباری'' میں اسی تفصیل کو پسند کیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس کثرتِ تلاوت کی وجہ سے دوم کلامِ مجید پھٹے تھے۔ عَمرو بْن مَیمُون رحمۃ اللہ علیہ نے شرحِ احیاء میں نقل کیا ہے کہ جو شخص صبح کی نماز پڑھ کر قرآنِ مجید کھولے اور بقدر سو آیت کے پڑھ لے، تمام دنیا کی بقدر اس کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ قرآن شریف کا

دیکھ کر پڑھنا نگاہ کے لئے مفید بتلایا جاتا ہے۔ ابوعبید رضی اللہ عنہ نے حدیثِ مسلسل نقل کی ہے جس میں ہر راوی نے کہا ہے کہ مجھے آنکھوں کی شکایت تھی تو اُستاد نے قرآن شریف دیکھ کر پڑھنے کو بتلایا۔ حضرت امام شافعی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بسا اوقات عشاء کے بعد قرآن شریف کھولتے تھے، اور صبح کی نماز کے وقت بند کرتے تھے۔

(۱۹) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوْبَ تَصْدَأُ كَمَا يَصْدَأُ الْحَدِيْدُ اِذَا اَصَابَهُ الْمَاءُ، قِيْلَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَمَا جِلَاءُهَا؟ قَالَ: كَثْرَةُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَتِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ.

(رواه البيهقي في شعب الايمان)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے جیسا کہ لوہے کو پانی لگنے سے زنگ لگتا ہے، پوچھا گیا کہ حضور! ان کی صفائی کی کیا صورت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موت کو اکثر یاد کرنا اور قرآنِ پاک کی تلاوت کرنا۔“

یعنی گناہوں کی کثرت اور اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی یاد سے غفلت کی وجہ سے دلوں پر بھی زنگ لگ جاتا ہے جیسا کہ لوہے کو پانی لگ جانے سے زنگ لگ جاتا ہے اور کلامِ پاک کی تلاوت اور موت کی یاد ان کے لئے صَیقل کا کام دیتا ہے۔ دل کی مثال ایک آئینہ کی سی ہے جس قدر وہ دھندلا ہوگا معرفت کا اِنعکاس اس میں کم ہوگا اور جس قدر صاف اور شفاف ہوگا اسی قدر اس میں معرفت کا انعکاس واضح ہوگا۔ اسی لئے آدمی جس قدر معاصی شہوانیہ یا شیطانیہ میں مبتلا ہوگا اسی قدر معرفت سے دور ہوگا اور اسی آئینہ کے صاف کرنے کے لئے مشائخِ سلوک ریاضات و مجاہدات، اَذکار و اَشغال تلقین فرماتے ہیں۔ احادیث میں وارد ہوا ہے کہ جب بندہ گناہ کرتا ہے تو ایک سیاہ نقطہ اس کے قلب میں پڑ جاتا ہے، اگر وہ سچی توبہ کر لیتا ہے تو وہ نقطہ زائل ہو جاتا ہے اور اگر دوسرا گناہ کر لیتا ہے تو دوسرا نقطہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر گناہوں میں بڑھتا رہتا ہے تو شدہ شدہ ان نقطوں کی کثرت سے دل بالکل سیاہ ہو جاتا ہے، پھر اس قلب میں خیر کی رغبت ہی نہیں رہتی بلکہ شر ہی کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْهُ۔

اسی کی طرف قرآنِ پاک کی اس آیت میں اشارہ ہے ''كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ'' (المطففین:۱۴) (بیشک ان کے قلوب پر زنگ جمادیا ان کی بداعمالیوں نے) ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دو واعظ چھوڑتا ہوں، ایک بولنے والا، دوسرا خاموش، بولنے والا قرآن شریف ہے اور خاموش موت کی یاد۔ حضور ﷺ کا ارشاد سر آنکھوں پر، مگر واعظ تو اس کے لئے ہو جو نصیحت قبول کرے، نصیحت کی ضرورت سمجھے، جہاں سرے سے دین ہی بیکار ہو، ترقی کی راہ میں مانع ہو، وہاں نصیحت کی ضرورت کسے، اور نصیحت کرے گی کیا؟ حسن بصری کہتے ہیں کہ پہلے لوگ قرآن شریف کو اللہ کا فرمان سمجھتے تھے، رات بھر اس میں غور و تدبر کرتے تھے اور دن کو اس پر عمل کرتے تھے اور تم لوگ اس کے حروف اور زبر و زیر تو بہت درست کرتے ہو مگر اس کو فرمانِ شاہی نہیں سمجھتے، اس میں غور و تدبر نہیں کرتے۔

(۲۰) عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ شَرَفًا يَتَبَاهَوْنَ بِهٖ، وَاِنَّ بَهَاءَ اُمَّتِيْ وَ شَرَفَهَا الْقُرْاٰنُ. (رواه في الحلية)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضورِ اقدس ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتی ہیں کہ ہر چیز کے لئے کوئی شرافت و افتخار ہوا کرتا ہے جس سے وہ تفاخر کیا کرتا ہے، میری امت کی رونق و افتخار قرآن شریف ہے۔

یعنی لوگ اپنے آباء و اجداد سے، خاندان سے اور اسی طرح بہت سی چیزوں سے اپنی شرافت و بڑائی ظاہر کیا کرتے ہیں۔ میری امت کے لئے ذریعۂ افتخار کلام اللہ شریف ہے کہ اس کے پڑھنے سے، اس کے یاد کرنے سے، اس کے پڑھانے سے، اس پر عمل کرنے سے؛ غرض اس کی ہر چیز قابلِ افتخار ہے اور کیوں نہ ہو کہ محبوب کا کلام ہے، آقا کا فرمان ہے، دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا شرف بھی اس کے برابر نہیں ہوسکتا۔ نیز دنیا کے جس قدر کمالات ہیں وہ آج نہیں تو کل زائل ہونے والے ہیں، لیکن کلامِ پاک کا شرف و کمال دائمی ہے، کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے۔ قرآن شریف کے چھوٹے چھوٹے اوصاف بھی ایسے ہیں کہ افتخار کے لئے ان میں کا ہر ایک کافی ہے، چہ جائیکہ اس میں وہ سب اوصاف کامل طور پر پائے

جاتے ہیں، مثلاً اس کی حُسنِ تالیف، حُسنِ سِیاق، الفاظ کا تناسب، کلام کا اِرتباط، گذشتہ اور آئندہ واقعات کی اطلاع، لوگوں کے متعلق ایسے طَعن کہ وہ اگر اسکی تکذیب بھی کرنا چاہیں تو نہ کر سکیں جیسے کہ یہود کا باوجود اِدّعائے محبّت کے موت کی تمنّا نہ کرسکنا، نیز سننے والے کا اس سے متاثر ہونا، پڑھنے والے کا کبھی نہ اکتانا حالانکہ ہر کلام خواہ وہ کتنا ہی دل کو پیارا معلوم ہوتا ہو، مجنون بنا دینے والے محبوب کا خط ہی کیوں نہ ہو، دن میں دس دفعہ پڑھنے سے دل نہ اکتائے تو بیس دفعہ سے اکتا جائے گا، بیس سے نہ سہی چالیس سے اکتاوے گا، بہر حال اکتاوے گا، پھر اکتاوے گا، مگر کلام پاک کا رکوع یاد کیجئے، دوسو مرتبہ پڑھئے، چار سو مرتبہ پڑھئے، عمر بھر پڑھتے رہئے، کبھی نہ اکتاوے گا۔ اگر کوئی عارِض پیش آ جاوے تو وہ خود عارضی ہوگا اور جلد زائل ہو جانے والا، جتنی کثرت کیجئے اتنی ہی طراوت اور لذت میں اضافہ ہوگا وغیرہ وغیرہ۔ یہ امور ایسے ہیں کہ اگر کسی کے کلام میں ان میں سے ایک بھی پایا جاوے، خواہ پورے طور سے نہ ہو تو اس پر کتنا افتخار کیا جاتا ہے، پھر جب کہ کسی کلام میں یہ سب کے سب امور علیٰ وجہ الکمال پائے جاتے ہوں تو اس سے کتنا افتخار ہوگا۔ اس کے بعد ایک لمحہ ہمیں اپنی حالت پر بھی غور کرنا ہے، ہم میں سے کتنے لوگ ہیں جن کو اپنے حافظِ قرآن ہونے پر فخر ہے یا ہماری نگاہ میں کسی کا حافظِ قرآن ہونا باعثِ شرف ہے، ہماری شرافت، ہمارا افتخار، اونچی اونچی ڈگریوں سے، بڑے بڑے القاب سے، دنیوی جاہ وجلال اور مرنے کے بعد چھوٹ جانے والے مال ومتاع سے ہے۔ فَإِلَى اللّٰهِ الْمُشْتَكٰى۔

(۲۱) عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَوْصِنِیْ، قَالَ: عَلَيْكَ بِتَقْوَى اللّٰهِ، فَاِنَّهٗ رَأْسُ الْاَمْرِ كُلِّهٖ، قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! زِدْنِیْ، قَالَ: عَلَيْكَ بِتِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ، فَاِنَّهٗ نُوْرٌ لَّكَ فِی الْاَرْضِ، وَذُخْرٌ لَّكَ فِی السَّمَاءِ.

(رواہ ابن حبان فی صحیحہ فی حدیث طویل)

ابو ذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ مجھے کچھ وصیّت فرمائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تقویٰ کا اہتمام کرو کہ تمام امور کی جڑ ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اس کے ساتھ کچھ اور بھی ارشاد فرماویں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تلاوتِ قرآن کا اہتمام کرو کہ دنیا میں

یہ نور ہے اور آخرت میں ذخیرہ۔

تقویٰ حقیقتاً تمام امور کی جڑ ہے، جس دل میں اللہ کا ڈر پیدا ہو جاوے اس سے پھر کوئی بھی معصیت نہیں ہوتی اور نہ پھر اس کو کسی قسم کی تنگی پیش آتی ہے۔ "وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ" (الطلاق:۳) (جو شخص تقویٰ حاصل کرے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کے لئے ہر ضیق میں کوئی راستہ نکال دیتے ہیں اور اس طرح اس کو روزی پہنچاتے ہیں جس کا اس کو گمان بھی نہیں ہوتا)۔

تلاوت کا نور ہونا پہلی روایات سے بھی معلوم ہو چکا، شرح احیاء میں معرفۃ ابونُعیم رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت باسط رحمۃ اللہ علیہ نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ذکر کیا کہ جن گھروں میں کلامِ پاک کی تلاوت کی جاتی ہے وہ مکانات آسمان والوں کے لئے ایسے چمکتے ہیں جیسا کہ زمین والوں کے لئے آسمان پر ستارے، یہ حدیث ترغیب وغیرہ میں اتنی ہی نقل کی گئی، یہ مختصر ہے اصل روایت بہت طویل ہے جس کو ابنِ حبان رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ سے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مفصّل اور سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ مختصر نقل کیا ہے اگر چہ ہمارے رسالہ کے مناسب اتنا ہی جزو ہے جو اوپر گذر چکا، مگر چونکہ پوری حدیث بہت سے ضروری اور مفید مضامین پر مشتمل ہے اس لئے تمام حدیث کا مطلب ذکر کیا جاتا ہے جو حسبِ ذیل ہے:

حضرت ابوذر غِفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے کل کتابیں کس قدر نازل فرمائی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سو صحائف اور چار کتابیں، پچاس صحیفے حضرت شیث علیہ السلام پر اور تیس صحیفے حضرت ادریس علیہ السلام پر اور دس صحیفے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور دس صحیفے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توراۃ سے پہلے اور ان کے علاوہ چار کتابیں توراۃ، انجیل، زبور اور قرآن شریف نازل فرمائی ہیں۔ میں نے پوچھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں کیا چیز تھی؟ ارشاد فرمایا کہ وہ سب ضرب المثلیں تھیں مثلاً: او مُتَسلّط و مَغرور بادشاہ! میں نے تجھ کو اس لئے نہیں بھیجا تھا کہ تو پیسہ پر پیسہ جمع کرتا رہے، میں نے تجھے اس لئے بھیجا تھا کہ مجھ تک مظلوم کی فریاد نہ پہنچنے دے، تو

پہلے ہی اس کا انتظام کردے، اس لئے کہ میں مظلوم کی فریاد کو رد نہیں کرتا اگرچہ فریادی کافر ہی کیوں نہ ہو۔ بندۂ ناچیز کہتا ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ جب اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو امیر اور حاکم بنا کر بھیجا کرتے تھے تو منجملہ اور نصائح کے اس کو بھی اہتمام سے فرمایا کرتے تھے: "وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ، فَاِنَّهٗ لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ" کہ مظلوم کی بددعا سے بچنا اس لئے کہ اس کے اور اللہ جَلَّ شَانُہٗ کے درمیان میں حجاب اور واسطہ نہیں۔

بترس ازآہِ مظلوماں کہ ہنگامِ دعا کردن
اجابت از درِحق بہر استقبال می آید

نیز ان صحیفوں میں یہ بھی تھا کہ عاقل کے لئے ضروری ہے جب تک کہ وہ مغلوبُ العقل نہ ہو جائے اپنے تمام اوقات کو تین حصوں پر منقسم کرے: ایک حصّہ میں اپنے رب کی عبادت کرے اور ایک حصّہ میں اپنے نفس کا مُحاسَبہ کرے اور سوچے کہ کتنے کام اچھے کئے اور کتنے برے اور ایک حصّہ کو کسبِ حلال میں خرچ کرے، عاقل پر یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے اوقات کی نگہبانی کرے، اپنے حالات کی درستگی کے فکر میں رہے، اپنی زبان کی فضول گوئی اور بے نفع گفتگو سے حفاظت کرے۔ جو شخص اپنے کلام کا محاسبہ کرتا رہے گا اس کی زبان بے فائدہ کلام میں کم چلے گی۔ عاقل کے لئے ضروری ہے کہ تین چیزوں کے علاوہ سفر نہ کرے: یا آخرت کے لئے توشہ مقصود ہو، یا کچھ فکرِ معاش ہو، یا تفریح بشرطیکہ مباح ہو۔

میں نے پوچھا: یارسولَ اللہ! حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں کیا چیز تھی؟ ارشاد فرمایا کہ سب کی سب عبرت کی باتیں تھیں، مثلاً میں تعجب کرتا ہوں اس شخص پر کہ جس کو موت کا یقین ہو پھر کسی بات پر خوش ہو (اس لئے کہ جب کسی شخص کو مثلاً یہ یقین ہو جاوے کہ مجھے پھانسی کا حکم ہو چکا، عنقریب سولی پر چڑھنا ہے، پھر وہ کسی چیز سے خوش نہیں ہو سکتا)۔ میں تعجب کرتا ہوں اس شخص پر کہ اس کو موت کا یقین ہے پھر وہ ہنستا ہے۔ میں تعجب کرتا ہوں اس شخص پر جو دنیا کے حوادث، تغیّرات، انقلابات ہر وقت دیکھتا ہے پھر دنیا پر اطمینان کر لیتا ہے۔ میں تعجب کرتا ہوں اس شخص پر کہ جس کو تقدیر کا یقین ہے پھر رنج ومشقت میں مبتلا ہوتا ہے۔ میں تعجب کرتا ہوں اس شخص پر جس کو عنقریب حساب کا یقین ہے پھر نیک اعمال نہیں

کرتا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے کچھ وصیّت فرمائیں۔ حضور ﷺ نے سب سے اوّل تقویٰ کی وصیّت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ یہ تمام امور کی بنیاد اور جڑ ہے۔ میں نے عرض کیا کہ کچھ اور بھی اضافہ فرمادیجئے۔ ارشاد ہوا کہ تلاوتِ قرآن اور ذکر اللہ کا اہتمام کر کہ یہ دنیا میں نور ہے اور آسمان میں ذخیرہ ہے۔ میں نے اور اضافہ چاہا تو ارشاد ہوا کہ زیادہ ہنسی سے احتراز کر کہ اس سے دل مرجاتا ہے، چہرے کی رونق جاتی رہتی ہے۔ (یعنی ظاہر و باطن دونوں کو نقصان پہنچانے والی چیز ہے) میں نے اور اضافہ کی درخواست کی تو ارشاد ہوا کہ جہاد کا اہتمام کر کہ میری امت کے لئے یہی رہبانیّت ہے (راہب پہلی امتوں میں وہ لوگ کہلاتے تھے کہ جو دنیا کے سب تعلّقات منقطع کر کے اللہ والے بن جاویں) میں نے اور اضافہ چاہا تو ارشاد فرمایا کہ فقراء اور مساکین کے ساتھ میل جول رکھ، ان کو دوست بنا، ان کے پاس بیٹھا کر، میں نے اور اضافہ چاہا تو ارشاد ہوا کہ اپنے سے کم درجے والے پر نگاہ رکھا کر (تاکہ شکر کی عادت ہو) اپنے سے اوپر کے درجہ والوں کو مت دیکھ، مبادا! اللہ کی نعمتوں کی جو تجھ پر ہیں تحقیر کرنے لگے۔ میں نے اور اضافہ چاہا تو ارشاد ہوا کہ تجھے اپنے عیوب لوگوں پر حرف گیری سے روک دیں اور ان کے عیوب پر اطلاع کی کوشش مت کر کہ تو ان میں خود مبتلا ہے۔ تجھے عیب لگانے کے لئے کافی ہے کہ تو لوگوں میں ایسے عیب پہچانے جو تجھ میں خود موجود ہیں اور تو ان سے بے خبر ہے اور ایسی باتیں ان میں پکڑے جن کو تو خود کرتا ہے۔ پھر حضور ﷺ نے اپنا دستِ شفقت میرے سینے پر مار کر ارشاد فرمایا کہ ابوذر! تدبیر کے برابر کوئی عقل مندی نہیں اور ناجائز امور سے بچنے کے برابر تقویٰ نہیں اور خوش خُلقی سے بڑھ کر کوئی شرافت نہیں۔ اس میں خلاصہ اور مطلب کا زیادہ لحاظ کیا گیا، تمام الفاظ کے ترجمہ کا لحاظ نہیں کیا گیا۔

(۲۲) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِیْ بَیْتٍ مِنْ بُیُوْتِ اللّٰهِ یَتْلُوْنَ کِتَابَ اللّٰهِ وَیَتَدَارَسُوْنَهٗ بَیْنَهُمْ، اِلَّا نَزَلَتْ عَلَیْهِمُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضورِ اقدس ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ کوئی قوم اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں مجتمع ہو کر تلاوتِ کلامِ پاک اور اس کا دور نہیں کرتی

السَکِیْنَۃُ، وَغَشِیَتْھُمُ الرَّحْمَۃُ، وَحَفَّتْھُمُ الْمَلٰئِکَۃُ، وَذَکَرَھُمُ اللّٰہُ فِیْمَنْ عِنْدَہٗ. (رواہ مسلم و أبو داؤد)

مگر ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے، ملائکہ رحمت ان کو گھیر لیتے ہیں اور حق تعالیٰ شانہٗ ان کا ذکر ملائکہ کی مجلس میں فرماتے ہیں۔

اس حدیث شریف میں مَکاتِب اور مدرسوں کی خاص فضیلت ذکر فرمائی گئی جو بہت سی انواعِ اِکرام کو شامل ہے، ان میں سے ہر ہر اِکرام ایسا ہے کہ جس کے حاصل کرنے میں اگر کوئی شخص اپنی تمام عمر خرچ کردے تب بھی اَرزاں ہے، پھر چہ جائیکہ ایسے ایسے متعدد انعامات فرمائے جائیں، بالخصوص آخری فضیلت، آقا کے دربار میں ذکر، محبوب کی مجلس میں یاد، ایک ایسی نعمت ہے جس کا مقابلہ کوئی چیز بھی نہیں کرسکتی۔

سَکِینہ کا نازل ہونا مُتعَدِّد روایات میں وارد ہوا ہے، اس کے مصداق میں مشائخِ حدیث کے چند اقوال ہیں، لیکن ان میں کوئی ایسا اختلاف نہیں کہ جس سے آپس میں کچھ تعارُض ہو، بلکہ سب کا مجموعہ بھی مراد ہوسکتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سکینہ کی تفسیر یہ نقل کی گئی ہے کہ وہ ایک خاص ہوا ہے جس کا چہرہ انسان کے چہرہ جیسا ہوتا ہے۔ علامہ سُدّی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا گیا کہ وہ جنّت کے ایک طَشت کا نام ہے جو سونے کا ہوتا ہے اس میں انبیاء علیہم السلام کے قلوب کو غسل دیا جاتا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ خاص رحمت ہے۔ طَبری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو پسند کیا ہے کہ اس سے سکونِ قلب مراد ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ طُمانِیت مراد ہے۔ بعض نے اس کی تفسیر وقار سے کی ہے تو کسی نے ملائکہ سے۔ بعض نے اور بھی اقوال کہے ہیں۔ حافظ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے فتح الباری میں یہ ہے کہ سکینہ کا اطلاق سب پر آتا ہے، نَووِی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ہے کہ یہ کوئی ایسی چیز ہے جو جامع ہے طمانیت، رحمت وغیرہ کو اور ملائکہ کے ساتھ نازل ہوتی ہے۔ کلام اللہ شریف میں اِرشاد ہے: "فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْہِ (التوبہ: ۴۰) دوسری جگہ ارشاد ہے: "ھُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ" (الفتح: ۴)۔ ایک جگہ ارشاد ہے "فِیْہِ سَکِیْنَۃٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ" (البقرہ: ۲۴۸) غرض مُتعَدِّد آیات میں اس کا ذکر ہے اور احادیث میں مُتعَدِّد روایات میں اس کی بشارت فرمائی گئی ہے۔ احیاء میں نقل کیا گیا

ہے کہ ابن ثوبان نے اپنے کسی عزیز سے اس کے ساتھ افطار کا وعدہ کیا مگر دوسرے روز صبح کے وقت پہنچے۔ انہوں نے شکایت کی تو کہا کہ اگر میرا تم سے وعدہ نہ ہوتا تو ہرگز نہ بتاتا کہ کیا مانع پیش آیا۔ مجھے اتفاقاً دیر ہوگئی تھی حتیٰ کہ عشاء کی نماز کا وقت آ گیا، خیال ہوا کہ وتر بھی ساتھ ہی پڑھ لوں کہ موت کا اطمینان نہیں، کبھی رات میں مر جاؤں اور وہ ذمہ پر باقی رہ جائیں، میں دعائے قنوت پڑھ رہا تھا کہ مجھے جنّت کا ایک سبز باغ نظر آیا جس میں ہر نوع کے پھول وغیرہ تھے، اس کے دیکھنے میں ایسا مشغول ہوا کہ صبح ہوگئی۔ اس قسم کے سینکڑوں واقعات ہیں جو بزرگوں کے حالات میں درج ہیں، لیکن ان کا اظہار اس وقت ہوتا ہے جب ماسوا سے انقطاع ہو جاوے اور اسی جانب توجہ کامل ہو جاوے۔

ملائکہ کا ڈھانکنا بھی مُتعدِّد روایات میں وارد ہوا ہے۔ اُسید بن حُضَیر رضی اللہ عنہ کا مفصّل قصّہ کتبِ حدیث میں آتا ہے کہ انہوں نے تلاوت کرتے ہوئے اپنے اوپر ایک اَبر سا چھایا ہوا محسوس کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ملائکہ تھے جو قرآن شریف سننے کے لئے آئے تھے، ملائکہ اژدہام کی وجہ سے اَبر سا معلوم ہوتے تھے۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو ایک مرتبہ اَبر سا محسوس ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ سکینہ تھا یعنی رحمت جو قرآن شریف کی وجہ سے نازل ہوئی تھی۔ مسلم شریف میں یہ حدیث زیادہ مفصّل آئی جس میں اور بھی مضامین ہیں۔ اخیر میں ایک جملہ یہ بھی زیادہ ہے "مَنْ بَطَّأَ بِهٖ عَمَلُهٗ لَمْ يُسْرِعْ بِهٖ نَسَبُهٗ" (جس شخص کو اس کے برے اعمال رحمت سے دور کر دیں اس کا عالی نسب ہونا، اونچے خاندان کا ہونا، رحمت سے قریب نہیں کرسکتا) ایک شخص جو پُشتانی شریفُ النسب ہے، مگر فسق و فجور میں مبتلا ہے وہ اللہ کے نزدیک اس رذیل اور کم ذات مسلمان کی برابری کسی طرح بھی نہیں کرسکتا جو متّقی پرہیزگار ہے۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ۔

(۲۳) عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِنَّكُمْ لَاتَرْجِعُوْنَ اِلَى اللّٰهِ بِشَیْءٍ اَفْضَلَ مِمَّا خَرَجَ مِنْهُ يَعْنِی الْقُرْاٰنَ. (رواه الحاكم، وصححه أبو داود في مراسيله عن

اَبُوذر رضی اللہ عنہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ تم لوگ اللہ جلّ شانہٗ کی طرف رجوع اور اس کے یہاں تقرّب اس چیز سے بڑھ کر کسی اور چیز سے

جبیر بن نفیر و الترمذی عن ابی امامة بمعناه) حاصل نہیں کر سکتے جو خود حق سبحانہٗ سے نکلی ہے یعنی کلامِ پاک۔

مُتعَدّد روایات سے یہ مضمون ثابت ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کے دربار میں کلامِ پاک سے بڑھ کر تقرب کسی چیز سے حاصل نہیں ہوتا۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حق تعالیٰ شانہٗ کی خواب میں زیارت کی تو پوچھا کہ سب سے بہتر چیز جس سے آپ کے دربار میں تَقرُّب ہو کیا چیز ہے؟ ارشاد ہوا کہ احمد! میرا کلام ہے۔ میں نے عرض کیا کہ سمجھ کر یا بلا سمجھے؟ ارشاد ہوا کہ سمجھ کر پڑھے یا بلا سمجھے، دونوں طرح موجب تَقرُّب ہے۔ اس حدیث شریف کی توضیح اور تلاوتِ کلامِ پاک کا سب سے بہتر طریقہ تَقرُّب ہونے کی تشریح حضرت اقدس بقیۃُ السلَف حجۃُ الخلَف مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نَوَّرَ اللہُ مَرقَدَہٗ کی تفسیر سے مستنبط ہوتی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ سُلوک اِلَی اللہ یعنی مرتبۂ احسان حق سبحانہٗ تقدّس کی حضوری کا نام ہے جو تین طریقوں سے حاصل ہو سکتی ہے: اول تصور جس کو عرفِ شرع میں تفکُّر و تدبُّر سے تعبیر کرتے ہیں اور صوفیہ کے یہاں مراقبہ سے۔ دوسرا ذکرِ لسانی اور تیسرا تلاوتِ کلامِ پاک۔

سب سے اوّل طریقہ بھی چونکہ ذکرِ قلبی ہے اس لئے دراصل طریقے دو ہی ہیں: اول ذکر، عام ہے کہ زبانی ہو یا قلبی، دوسرے تلاوت۔ سو جس لفظ کا اطلاق حق سبحانہٗ وتقدّس پر ہو گا اور اس کو بار بار دہرایا جاوے گا جو ذکر کا حاصل ہے تو مُدْرِکہ کے اس ذات کی طرف توجہ اور التفات کا سبب ہو گا اور گویا وہ ذات مُستَحضَر ہو گی اور اِستحضار کے دوام کا نام معیّت ہے جس کو اس حدیث شریف میں ارشاد فرمایا ہے: "لَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اَحْبَبْتُهٗ، فَکُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ، وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یَبْصُرُ بِهٖ، وَیَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِهَا". الحدیث (حق سبحانہٗ وتقدّس کا ارشاد ہے کہ بندہ نفل عبادتوں کے ساتھ میرے ساتھ تَقرُّب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں بھی اس کو محبوب بنا لیتا ہوں حتیٰ کہ میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور ہاتھ جس سے وہ کسی چیز کو پکڑتا ہے اور پاؤں جس سے وہ چلتا ہے) یعنی جب کہ بندہ

کثرتِ عبادت سے حق تعالیٰ شانہٗ کا مقرّب بن جاتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کے اعضاء کے محافِظ بن جاتے ہیں اور آنکھ کان وغیرہ سب مرضیٔ آقا کے تابع ہو جاتے ہیں اور نفل عبادات کی کثرت اس لئے ارشاد فرمائی کہ فرائض متعیّن ہیں جن میں کثرت نہیں ہوتی اور اس کے لئے ضرورت ہے دوامِ استحضار کی جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا، لیکن تقرب کا یہ طریقہ صرف اسی محبوب کی پاک ذات کے لئے ہے، اگر کوئی چاہے کہ کسی دوسرے کے نام کی تسبیح پڑھ کر اس سے تقرّب حاصل کر لے تو یہ ممکن نہیں، اس وجہ سے کہ اس قسم کے تقرّب میں جس کی طرف تقرّب ہو اس میں دو بات کا پایا جانا ضروری ہے: اوّل یہ کہ اس کا علم محیط ہو ذاکرین کے قلبی اور زبانی اذکار کو، اگر چہ وہ مختلف زمانوں اور مختلف اوقات میں ذکر کریں۔ دوسرے یہ کہ ذکر کرنے والے کے مدرکہ میں تجلّی اور اس کے پر کر دینے کی قدرت ہو جس کو عرف میں "دُنوّ اور تَدَلّی" نزول اور قرب سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ دونوں باتیں چونکہ اسی مطلوب میں پائی جاتی ہیں اس لئے طریقِ بالا سے تقرب بھی اسی پاک ذات سے حاصل ہو سکتا ہے اور اسی کی طرف اس حدیثِ قدسی میں اشارہ ہے جس میں ارشاد ہے "مَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ شِبْرًا، تَقَرَّبْتُ اِلَیهِ ذِرَاعًا" الحدیث (جو شخص میری طرف ایک بالشت نزدیک ہوتا ہے تو میں اس کی طرف ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور جو شخص میری طرف ایک ہاتھ آتا ہے میں اس کی طرف ایک باع آتا ہوں یعنی دونوں ہاتھوں کی لمبائی کے بقدر اور جو شخص میری طرف معمولی رفتار سے آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر چلتا ہوں)۔

یہ سب تشبیہات سمجھانے کے لئے ہیں، ورنہ حق سبحانہٗ وتقدس چلنا پھرنا وغیرہ سب سے مُبَرّا ہیں۔ مقصود یہ ہے کہ حق سبحانہ وتقدس اپنے یاد کرنے اور ڈھونڈنے والوں کی طرف ان کی طلب اور سعی سے زیادہ توجہ اور نزول فرماتے ہیں اور کیوں نہ فرماویں کہ کریم کے کرم کا مقتضا یہی ہے، پس جب کہ یاد کرنے والوں کی طرف یاد کرنے میں دوام ہوتا ہے تو پاک آقا کی طرف سے توجہ اور نزول میں دوام ہوتا ہے۔ کلامِ الٰہی چونکہ سراسر ذکر ہے اور اسکی کوئی آیت ذکر وتوجہ الی اللہ سے خالی نہیں اس لئے یہی بات اس میں بھی پائی جاتی ہے، مگر اس میں ایک خصوصیّت زیادہ ہے جو زیادتیٔ تقرب کا سبب ہے، وہ یہ کہ ہر کلام متکلّم کی

صفات واثرات اپنے اندر لئے ہوئے ہوا کرتا ہے اور یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ فُسّاق وفُجّار کے اشعار کا وِردر کھنے سے اس کے اثرات پائے جاتے ہیں اور اتقیاء کے اشعار سے ان کے ثمرات پیدا ہوتے ہیں، اسی وجہ سے مَنطِق فلسفہ میں غُلُوّ سے نَخوت[1]، تکبّر پیدا ہوتا ہے اور حدیث کی کثرتِ مُزاوَلت سے تواضع پیدا ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ فارسی اور انگریزی نفس زبان ہونے میں دونوں برابر ہیں، لیکن مصنفین جن کی کتب پڑھائی جاتی ہیں، ان کے اختلافِ اثرات سے ثمرات میں بھی اختلاف ہوتا ہے، بالجملہ چونکہ کلام میں ہمیشہ متکلّم کے تاثرات پائے جاتے ہیں اس لئے کلامِ الٰہی کے تکرار وِرد سے اس کے متکلّم کے اثرات کا پیدا ہونا اور ان سے طبعًا مناسبت پیدا ہو جانا یقینی ہے، نیز ہر مصنّف کا قاعدہ ہے کہ جب کوئی شخص اس کی تالیف کا اہتمام کیا کرتا ہے تو فطرۃً اس کی طرف التفات اور توجہ ہوا کرتی ہے اس لئے حق تعالیٰ شانہٗ کے کلام کا وِرد رکھنے والے کی طرف حق سبحانہٗ وتقدس کی زیادتیٔ توجہ بھی بدیہی اور یقینی ہے جو زیادتیٔ قرب کا سبب ہوتی ہے۔ آقائے کریم اپنے کرم سے مجھے بھی اس لطف سے نوازیں اور تمہیں بھی۔

(۲۴) عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِنَّ لِلّٰهِ اَهْلِيْنَ مِنَ النَّاسِ، قَالُوْا: مَنْ هُمْ؟ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: اَهْلُ الْقُرْاٰنِ، هُمْ اَهْلُ اللّٰهِ وَخَاصَّتُهٗ. (رواه النسائی و ابن ماجة و الحاكم وأحمد)

اَنس رضی اللہ عنہ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کے لئے لوگوں میں سے بعض لوگ خاص گھر کے لوگ ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا کہ قرآن شریف والے کہ وہ اللہ کے اہل ہیں اور خواص۔

قرآن والے وہ لوگ ہیں جو ہر وقت کلامِ پاک میں مشغول رہتے ہوں، اس کے ساتھ خصوصیّت رکھتے ہوں، ان کا اللہ کے اہل اور خواص ہونا ظاہر ہے اور گذشتہ مضمون سے واضح ہو گیا کہ جب یہ ہر وقت کلامِ پاک میں مشغول رہتے ہیں تو الطافِ باری بھی ہر وقت ان کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور جو لوگ ہر وقت کے پاس رہنے والے ہوتے ہیں وہ اہل اور خواص ہوتے ہیں۔ کس قدر بڑی فضیلت ہے کہ ذرا سی محنت ومشقت سے اللہ

[1] نخوت:- گھمنڈ، غرور

والے بنتے ہیں، اللہ کے اہل شمار کئے جاتے ہیں اور اس کے خواص ہونے کا شرف حاصل ہو جاتا ہے۔ دنیوی دربار میں صرف داخلہ کی اجازت کے لئے، ممبروں میں صرف شمول کے لئے کس قدر جانی اور مالی قربانی کی جاتی ہے، ووٹروں کے سامنے خوشامد کرنی پڑتی ہے، ذِلّتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں اور اس سب کو کام سمجھا جاتا ہے، لیکن قرآن شریف کی محنت کو بے کار سمجھا جاتا ہے۔

ببیں تفاوتِ رہ از کجا است تا بہ کجا

(۲۵) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَا اَذِنَ اللّٰهُ لِشَیْءٍ مَا اَذِنَ لِنَبِيٍّ يَتَغَنّٰى بِالْقُرْاٰنِ. (رواه البخاری ومسلم)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ حق سبحانہ اتنا کسی کی طرف توجہ نہیں فرماتے جتنا کہ اس نبی کی آواز کو توجہ سے سنتے ہیں جو کلامِ الٰہی خوش اِلحانی سے پڑھتا ہو۔

پہلے معلوم ہو چکا کہ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے کلام کی طرف خصوصیّت سے توجہ فرماتے ہیں۔ پڑھنے والوں میں انبیاء علیہم السلام چونکہ آدابِ تلاوت کو بکمالہٖ ادا کرتے ہیں، اس لئے ان کی طرف اور زیادہ توجہ ہونا بھی ظاہر ہے، پھر جب کہ حسنِ آواز اس کے ساتھ مل جاوے تو سونے پر سہاگہ ہے، جتنی بھی توجہ ہو ظاہر ہے اور انبیاء علیہم السلام کے بعد اَلْاَفْضل فَالْاَفْضل حسبِ حیثیت پڑھنے والے کی طرف توجہ ہوتی ہے۔

(۲۶) عَنْ فُضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَللّٰهُ اَشَدُّ اُذُنًا اِلٰى قَارِئِ الْقُرْاٰنِ مِنْ صَاحِبِ الْقَيْنَةِ اِلٰى قَيْنَتِهٖ. (رواه ابن ماجة و ابن حبان والحاكم، كذا فی شرح الإحياء، قلت: و قال الحاكم: صحيح على شرطهما، وقال الذهبی: منقطع.)

فُضالۃ ابن عبید رضی اللہ عنہ نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ قاری کی آواز کی طرف اس شخص سے زیادہ کان لگاتے ہیں جو اپنی گانے والی باندی کا گانا سن رہا ہو۔

گانے کی آواز کی طرف فطرۃً اور طبعًا توجہ ہوتی ہے، مگر شرعی روک کی وجہ سے دیندار

لوگ ادھر متوجہ نہیں ہوتے، لیکن گانے والی اپنی مملوکہ ہو تو اس کا گانا سننے میں کوئی شرعی نقص بھی نہیں، اس لئے اس طرف کامل توجہ ہوتی ہے، البتہ کلامِ پاک میں یہ ضروری ہے کہ گانے کی آواز میں نہ پڑھا جائے، احادیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔

ایک حدیث میں ہے: "اِیَّاکُمْ وَلُحُوْنَ اَهْلِ الْعِشْقِ" (الحدیث) یعنی اس سے بچو کہ جس طرح عاشق غزلوں کو آواز بنا بنا کر موسیقی قوانین پر پڑھتے ہیں، اس طرح مت پڑھو۔ مشائخ نے لکھا کہ اس طرح کا پڑھنے والا فاسق اور سننے والا گناہ گار ہے، مگر گانے کے قواعد کی رعایت کیے بغیر خوش آوازی مطلوب ہے، حدیث میں مُتعَدّدِ جگہ اس کی ترغیب آئی ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ اچھی آواز سے قرآن شریف کو مزین کرو۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ اچھی آواز سے کلام اللہ شریف کا حسن دوبالا ہو جاتا ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "غُنیۃ" میں ارشاد فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ کوفہ کے نواح میں جا رہے تھے کہ ایک جگہ فساق کا مجمع ایک گھر میں جمع تھا، ایک گویّا جس کا نام زاذان تھا گا رہا تھا اور سارنگی بجا رہا تھا، ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کی آواز سن کر ارشاد فرمایا: کیا ہی اچھی آواز تھی اگر قرآن شریف کی تلاوت میں ہوتی اور اپنے سر پر کپڑا ڈال کر گذرے ہوئے چلے گئے، زاذان نے ان کو بولتے ہوئے دیکھا، لوگوں سے پوچھنے پر معلوم ہوا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور یہ ارشاد فرما گئے۔ اس پر اس مقولہ کی کچھ ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ حد نہیں اور قصّہ مختصر کہ وہ اپنے سب آلات توڑ کر ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پیچھے لگ لئے اور علّامۂ وقت ہوئے۔ غرض مُتعَدّدِ روایات میں اچھی آواز سے تلاوت کی مدح آئی ہے، مگر اس کے ساتھ ہی گانے کی آواز میں پڑھنے کی ممانعت آئی ہے جیسا کہ اوپر گذر چکا۔

حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قرآن شریف کو عرب کی آواز میں پڑھو، عشق بازوں اور یہود و نصاریٰ کی آواز میں مت پڑھو، عنقریب ایک قوم آنے والی ہے جو گانے اور نوحہ کرنے والوں کی طرح سے قرآن شریف کو بنا بنا کر پڑھے گی، وہ تلاوت ذرا بھی ان کے لئے نافع نہ ہوگی، خود بھی وہ لوگ فتنے میں پڑیں گے اور جن کو وہ پڑھنا اچھا معلوم ہوگا ان کو بھی فتنہ میں ڈالیں گے۔ طاؤس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ کسی نے

حضورِ اقدس ﷺ سے پوچھا کہ اچھی آواز سے پڑھنے والا کون شخص ہے؟ حضورِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص کہ جب تو اس کو تلاوت کرتے دیکھے تو محسوس کرے کہ اس پر اللہ کا خوف ہے، یعنی اس کی آواز سے مرعوب ہونا محسوس ہوتا ہو۔ اس سب کے ساتھ اللہ جَلَّ وَعَلَا کا بڑا انعام یہ ہے کہ آدمی اپنی حیثیت و طاقت کے موافق اس کا مُکلّف ہے۔ حدیث میں ہے کہ حق سبحانہٗ وتقدس کی طرف سے فرشتہ اس کام پر مقرر ہے کہ جو شخص کلامِ پاک پڑھے اور کماحقہٗ اس کو درست نہ پڑھ سکے تو وہ فرشتہ اس کو درست کرنے کے بعد اوپر لے جاتا ہے۔ اَللّٰهُمَّ لَا اُحْصِيْ ثَنَاءً عَلَيْكَ۔

(۲۷) عَنْ عُبَيْدَةَ الْمُلَيْكِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: يَا اَهْلَ الْقُرْاٰنِ! لَا تَتَوَسَّدُوا الْقُرْاٰنَ، وَاتْلُوْهُ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ مِنْ اٰنَآءِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ، وَاَفْشُوْهُ، وَتَغَنَّوْهُ وَتَدَبَّرُوْا مَافِيْهِ، لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ، وَلَا تَعَجَّلُوْا ثَوَابَهٗ، فَاِنَّ لَهٗ ثَوَابًا. (رواه البيهقي في شعب الايمان)

حضرت عبیدہ مُلَیکی رضی اللہ عنہ نے حضورِ اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے قرآن والو! قرآن شریف سے تکیہ نہ لگاؤ اور اس کی تلاوت شب و روز ایسی کرو جیسا کہ اس کا حق ہے، کلامِ پاک کی اشاعت کرو اور اس کو اچھی آواز سے پڑھو اور اس کے معانی میں تدبُّر کرو تاکہ تم فلاح کو پہنچو اور اس کا بدلہ (دنیا میں) میں طلب نہ کرو کہ (آخرت میں) اس کے لئے بڑا اجر و بدلہ ہے۔

حدیثِ بالا میں چند امور ارشاد فرمائے ہیں:

(۱) قرآن شریف سے تکیہ نہ لگاؤ، قرآن شریف سے تکیہ نہ لگانے کے دو مفہوم ہیں: اوّل یہ کہ اس پر تکیہ نہ لگاؤ کہ یہ خلافِ اَدب ہے، ابنِ حُجر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ قرآنِ پاک پر تکیہ لگانا، اس کی طرف پاؤں پھیلانا، اس کی طرف پشت کرنا، اس کو روندنا وغیرہ حرام ہے۔ دوسرے یہ کہ کنایہ ہے غفلت سے کہ کلامِ پاک برکت کے واسطے تکیہ ہی پر رکھا رہے، جیسا کہ بعض مزارات پر دیکھا گیا کہ قبر کے سرہانے برکت کے واسطے رِحل پر رکھا رہتا ہے، یہ کلامِ پاک کی حق تلفی ہے۔ اس کا حق یہ ہے کہ اس کی تلاوت کی جائے۔

(۲) اور اس کی تلاوت کرو جیسا کہ اس کا حق ہے یعنی کثرت سے آداب کی رعایت رکھتے

ہوئے۔ خود کلام پاک میں بھی اس کی طرف متوجہ فرمایا گیا۔ ارشاد ہے "اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتَابَ یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ" (البقرۃ:۱۲۱) (جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کی تلاوت کرتے ہیں جیسا کہ اس کی تلاوت کا حق ہے) یعنی جس عزت سے بادشاہ کا فرمان اور جس شوق سے محبوب کا کلام پڑھا جاتا ہے اسی طرح پڑھنا چاہئے۔

(۳) اور اس کی اشاعت کرو یعنی تقریر سے تحریر سے ترغیب سے عملی شرکت سے جس طرح ہو سکے اس کی اشاعت جتنی ہو سکے کرو۔ نبیِ اکرم ﷺ کلام پاک کی اشاعت اور اس کے پھیلانے کا حکم فرماتے ہیں، لیکن ہمارے روشن دماغ اس کے پڑھنے کو فضول بتلاتے ہیں اور ساتھ ہی حُبِّ رسول ﷺ اور حُبِّ اسلام کے لمبے چوڑے دعوے بھی ہاتھ سے نہیں جاتے۔

ترسم نرسی بکعبہ اے اَعْرابی!　　کیں رہ کہ تو می روی بترکستان است

آقا کا حکم ہے کہ قرآنِ پاک کو پھیلاؤ، مگر ہمارا عمل ہے کہ جو کوشش اس کی رکاوٹ میں ہو سکے دریغ نہ کریں گے۔ جبریہ تعلیم کے قوانین بنوائیں گے تاکہ بچے بجائے قرآنِ پاک کے پرائمری پڑھیں، ہمیں اس پر غصّہ ہے کہ مکتب کے میاں جی بچوں کی عمر ضائع کر دیتے ہیں، اس لئے ہم وہاں نہیں پڑھانا چاہتے۔ مُسلَّم وہ یقیناً کوتاہی کرتے ہیں، مگر ان کی کوتاہی سے آپ سبک دوش ہو جاتے ہیں یا آپ پر سے قرآنِ پاک کی اشاعت کا فریضہ ہٹ جاتا ہے، اس صورت میں تو یہ فریضہ آپ پر عائد ہوتا ہے، وہ اپنی کوتاہیوں کے جواب دہ ہیں، مگر ان کی کوتاہی سے آپ بچوں کو جبراً قرآنِ پاک کے مکاتب سے ہٹا دیں اور ان کے والدین پر نوٹس جاری کرائیں کہ وہ قرآنِ پاک حفظ یا ناظرہ پڑھانے سے مجبور ہوں اور اس کا وبال آپ کی گردن پر رہے، یہ حمٹی دِق کا علاج سنکھیا سے نہیں تو اور کیا ہے۔ عدالتِ عالیہ میں اپنے اس جواب کو "اس لئے جبراً تعلیمِ قرآن سے ہٹا دیا کہ مکتب کے میاں جی بہت بری طرح سے پڑھاتے تھے" آپ خود ہی سوچ لیجئے کہ کتنا وزن رکھتا ہے؟ بنئے کی دکان پر جانے کے واسطے یا انگریزوں کی چاکری کے واسطے ۴/۳ کی تعلیم اہمیّت رکھتی ہو، مگر اللہ کے یہاں تعلیمِ قرآن سب سے اہم ہے۔

(۴) خوش آوازی سے پڑھو جیسا کہ اس سے پہلی حدیث میں گذر چکا۔

(۵) اور اس کے معنی میں غور کرو۔ تورات سے ''احیاء'' میں نقل کیا ہے، حق سبحانہٗ وتقدس ارشاد فرماتے ہیں: اے میرے بندے! تجھے مجھ سے شرم نہیں آتی، تیرے پاس راستے میں کسی دوست کا خط آجاتا ہے تو چلتے چلتے راستے میں ٹھہر جاتا ہے، الگ کو بیٹھ کر غور سے پڑھتا ہے، ایک ایک لفظ پر غور کرتا ہے۔ میری کتاب تجھ پر گذرتی ہے، میں نے اس میں سب کچھ واضح کر دیا ہے۔ بعض اہم امور کا بار بار تکرار کیا ہے تا کہ تو اس پر غور کرے اور تو بے پرواہی سے اُڑا دیتا ہے۔ کیا میں تیرے نزدیک تیرے دوستوں سے بھی ذلیل ہوں؟ اے میرے بندے! تیرے بعض دوست تیرے پاس بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں تو ہمہ تن ادھر متوجہ ہو جاتا ہے، کان لگاتا ہے، غور کرتا ہے، کوئی بیچ میں تجھ سے بات کرنے لگتا ہے تو تو اشارے سے اس کو روکتا ہے، منع کرتا ہے۔ میں تجھ سے اپنے کلام کے ذریعے سے باتیں کرتا ہوں اور تو ذرا بھی متوجہ نہیں ہوتا۔ کیا میں تیرے نزدیک تیرے دوستوں سے بھی زیادہ ذلیل ہوں؟ تدبُّر اور غور کرنے کے متعلق کچھ مقدمہ میں اور کچھ حدیث نمبر ۸ کے ذیل میں مذکور ہو چکا ہے۔

(۶) اور اس کا بدلہ دنیا میں نہ چاہو یعنی تلاوت پر کوئی معاوضہ نہ لو کہ آخرت میں اس کا بہت بڑا معاوضہ ملنے والا ہے۔ دنیا میں اگر اس کا معاوضہ لے لیا جاوے گا تو ایسا ہے جیسا کہ روپیوں کے بدلے کوئی شخص کوڑیوں پر راضی ہو جاوے۔ حضورِ اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب میری امت دینار و درہم کو بڑی چیز سمجھنے لگے گی اسلام کی ہیبت اس سے جاتی رہے گی اور جب اَمر بِالمَعرُوف اور نَہی عَنِ المُنکَر چھوڑ دے گی تو برکتِ وحی سے یعنی فہمِ قرآن سے محروم ہو جائے گی۔ كَذَا فِي الْإِحْيَآء، اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْهُ۔

(۲۸) عَنْ وَاثِلَةَ ؓ رَفَعَهٗ: أُعْطِيتُ مَكَانَ التَّوْرٰةِ السَّبْعَ، وَأُعْطِيتُ مَكَانَ الزَّبُوْرِ الْمِئِيْنَ، وَأُعْطِيتُ مَكَانَ الْإِنْجِيْلِ الْمَثَانِيَ، وَفُضِّلْتُ بِالْمُفَصَّلِ. (لاحمد والكبير، كذافي جمع الفوائد)

حضرت واثلہ ؓ نے حضورِ اقدس ﷺ سے نقل کیا ہے کہ مجھے تورات کے بدلہ میں سبعِ طُوَل ملی ہیں اور زبور کے بدلہ میں مِئِین اور انجیل کے بدلہ میں مَثانِی، اور مُفَصَّل مخصوص ہیں میرے ساتھ۔

کلامِ پاک کی اول سات سورتیں طُوَل کہلاتی ہیں، اس کے بعد کی گیارہ سورتیں مِئِین

کہلاتی ہیں، اسکے بعد کی بیس سورتیں مَثَانِی۔ اس کے بعد ختم قرآن تک مُفَصَّل، یہ مشہور قول ہے۔ بعض بعض سورتوں میں اختلاف بھی ہے کہ یہ طُوَل میں داخل ہیں یا مِئِین میں، اسی طرح مَثَانِی میں داخل ہیں یا مفصّل میں، مگر حدیث شریف کے مطلب ومقصود میں اس اختلاف سے کوئی فرق نہیں آتا۔ مقصد یہ ہے کہ جس قدر کتبِ مشہورہ سَمَاوِیَّہ پہلے نازل ہوئی ہیں ان سب کی نظیر قرآن شریف میں موجود ہے اور ان کے علاوہ مفصّل اس کلامِ پاک میں مخصوص ہے جس کی مثال پہلی کتابوں میں نہیں ملتی۔

(۲۹) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: جَلَسْتُ فِیْ عِصَابَةٍ مِّنْ ضُعَفَآءِ الْمُهَاجِرِیْنَ، وَ اِنَّ بَعْضَهُمْ لَیَسْتَتِرُ بِبَعْضٍ مِّنَ الْعُرْیِ، وَقَارِیٌٔ یَّقْرَأُ عَلَیْنَا اِذْ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، فَقَامَ عَلَیْنَا، فَلَمَّا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: سَكَتَ الْقَارِیُٔ فَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ: مَا كُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ؟ قُلْنَا: نَسْتَمِعُ اِلٰی كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰی، فَقَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ اُمِرْتُ اَنْ اَصْبِرَ نَفْسِیْ مَعَهُمْ، قَالَ: فَجَلَسَ وَسْطَنَا لِیَعْدِلَ بِنَفْسِهٖ فِیْنَا، ثُمَّ قَالَ بِیَدِهٖ هٰكَذَا، فَتَحَلَّقُوْا وَبَرَزَتْ وُجُوْهُهُمْ لَهٗ، فَقَالَ: اَبْشِرُوْا یَامَعْشَرَ صَعَالِیْكِ الْمُهَاجِرِیْنَ، بِالنُّوْرِ التَّامِّ یَوْمَ الْقِیَامَةِ تَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ قَبْلَ اَغْنِیَاءِ النَّاسِ بِنِصْفِ یَوْمٍ وَذٰلِكَ خَمْسُ مِائَةِ سَنَةٍ. (رواہ ابوداود)

ابوسعید خُدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ضعفاءِ مہاجرین کی جماعت میں ایک مرتبہ بیٹھا ہوا تھا، ان لوگوں کے پاس کپڑا بھی اتنا نہ تھا کہ جس سے پورا بدن ڈھانپ لیں۔ بعض لوگ بعض کی اوٹ کرتے تھے اور ایک شخص قرآن شریف پڑھ رہا تھا کہ اتنے میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے اور بالکل ہمارے قریب کھڑے ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے پر قاری چپ ہو گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کیا اور پھر دریافت فرمایا کہ تم لوگ کیا کر رہے تھے؟ ہم نے عرض کیا کہ کلام اللہ سن رہے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے میری امت میں ایسے لوگ پیدا فرمائے کہ مجھے ان میں ٹھہرنے کا حکم کیا گیا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے

بیچ میں بیٹھ گئے تا کہ سب کے برابر رہیں، کسی کے قریب کسی سے دور نہ ہوں، اس کے بعد سب کو حلقہ کر کے بیٹھنے کا حکم فرمایا۔ سب حضور ﷺ کی طرف منہ کر کے بیٹھ گئے تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے فقراءِ مہاجرین! تمہیں مُژدہ ہو قیامت کے دن نُورِ کامل کا اور اس بات کا کہ تم اغنیاء سے آدھے دن پہلے جنّت میں داخل ہو گے اور یہ آدھا دن پانچ سو برس کے برابر ہوگا۔

ننگے بدن سے بظاہر محلِ ستر کے علاوہ مراد ہے، مجمع میں ستر کے علاوہ اور بدن کے کھلنے سے بھی حجاب معلوم ہوا کرتا ہے اس لئے ایک دوسرے کے پیچھے بیٹھ گئے تھے کہ بدن نظر نہ آوے۔ حضور ﷺ کے تشریف لانے کی اول تو ان لوگوں کو اپنی مشغولی کی وجہ سے خبر نہ ہوئی، لیکن جب حضور ﷺ بالکل سر پر تشریف لے آئے تو معلوم ہوا اور قاری ادب کی وجہ سے خاموش ہو گئے۔

حضور ﷺ کا دریافت فرمانا بظاہر اظہارِ مسرت کے لئے تھا، ورنہ حضور ﷺ قاری کو پڑھتے ہوئے دیکھ ہی چکے تھے۔ آخرت کا ایک دن دنیا کے ہزار برس کے برابر ہوتا ہے "وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ" (الحج:۴۷) اور اسی وجہ سے بظاہر جہاں قیامت کا ذکر آتا ہے غَـــدًا کے ساتھ آتا ہے جس کے معنی کل آئندہ کے ہیں، لیکن یہ سب باعتبارِ اَغلَب اور عام مؤمنین کے ہے، ورنہ کافرین کے لئے وارد ہوا ہے: "فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ" (المعارج:۴) ایسا دن جو پچاس ہزار برس کا ہوگا اور خواص مومنین کے لئے حسبِ حیثیت کم معلوم ہوگا، چنانچہ وارد ہوا ہے کہ بعض مومنین کے لئے بمنزلہ دو رکعتِ فجر کے ہوگا۔ قرآن شریف کے پڑھنے کے فضائل جیسا کہ بہت سی روایات میں وارد ہوئے ہیں بے حد ہیں، اس کے سننے کے فضائل بھی مُتعَدِّد روایات میں آئے ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہوگی کہ سیدُ المرسلین ﷺ کو ایسی مجلس میں شرکت کا حکم ہوا ہے جیسا کہ اس روایت سے معلوم ہوا۔ بعض علماء کا فتویٰ ہے کہ قرآنِ پاک کا سننا پڑھنے سے بھی زیادہ افضل ہے، اس لئے کہ قرآنِ پاک کا پڑھنا نفل ہے اور سننا فرض، اور فرض کا درجہ نفل سے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ اس حدیث سے ایک اور مسئلہ بھی مستنبط ہوتا ہے جس میں

علماء کا اختلاف ہے کہ وہ نادار جو صبر کرنے والا ہوا پنے فقر و فاقہ کو کسی پر ظاہر نہ کرتا ہو، وہ افضل ہے یا وہ مالدار جو شکر کرنے والا ہو، حقوق ادا کرنے والا ہو۔ اس حدیث سے صابر حاجت مند کی افضلیت پر استدلال کیا جاتا ہے۔

(۳۰) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنِ اسْتَمَعَ اِلٰی اٰیَةٍ مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ، كُتِبَتْ لَهٗ حَسَنَةٌ مُّضَاعَفَةٌ، وَ مَنْ تَلَاهَا كَانَتْ لَهٗ نُوْرًا یَّوْمَ الْقِیَامَةِ. (رواه أحمد عن عبادة بن ميسرة، واختلف في توثيقه عن الحسن عن أبي هريرة، والجمهور على ان الحسن لم يسمع عن أبي هريرة)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے جو شخص ایک آیت کلام اللہ کی سنے اس کے لئے دو چند نیکی لکھی جاتی ہے اور جو تلاوت کرے اس کے لئے قیامت کے دن نُور رہوگا۔"

محدثین نے سَنَد کے اعتبار سے اگرچہ اس میں کلام کیا ہے، مگر مضمون بہت سی روایات سے مُؤَیَّد ہے کہ کلامِ پاک کا سننا بھی بہت اجر رکھتا ہے حتیٰ کہ بعض لوگوں نے اس کو پڑھنے سے بھی افضل بتلایا ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے، ارشاد فرمایا کہ مجھے قرآن شریف سنا، میں نے عرض کیا کہ حضور پر تو خود نازل ہی ہوا، حضور کو کیا سناؤں۔ ارشاد ہوا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ سنوں۔ اس کے بعد انہوں نے سنایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ ایک مرتبہ سالم مَولٰی حُذَیفہ رضی اللہ عنہ کلام مجید پڑھ رہے تھے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دیر تک کھڑے ہوئے سنتے رہے۔ اَبُوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا قرآن شریف سنا تو تعریف فرمائی۔

(۳۱) عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَلْجَاهِرُ بِالْقُرْاٰنِ كَالْجَاهِرِ بِالصَّدَقَةِ، وَالْمُسِرُّ بِالْقُرْاٰنِ كَالْمُسِرِّ بِالصَّدَقَةِ. (رواه الترمذي و ابوداود والنسائي والحاكم وقال: على شرط البخاري)

حضرت عُقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ کلام اللہ کا آواز سے پڑھنے والا علانیہ صدقہ کرنے والے کے مُشابہ ہے اور آہستہ پڑھنے والا خفیہ صدقہ کرنے والے کی مانند ہے۔

صدقہ بعض اوقات علانیہ افضل ہوتا ہے جس وقت دوسروں کی ترغیب کا سبب

ہو یا اور کوئی مصلحت ہو اور بعض اوقات مخفی افضل ہوتا ہے جہاں رِیا کا شبہ ہو یا دوسرے کی تذلیل ہوتی ہو وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح کلام اللہ شریف کا بعض اوقات آواز سے پڑھنا افضل ہے جہاں دوسروں کی ترغیب کا سبب ہو اور اس میں دوسرے کے سننے کا ثواب بھی ہوتا ہے اور بعض اوقات آہستہ پڑھنا افضل ہوتا ہے جہاں دوسروں کو تکلیف ہو یا ریا کا احتمال ہو وغیرہ وغیرہ۔ اسی وجہ سے زور سے اور آہستہ دونوں طرح پڑھنے کی مستقل فضیلتیں بھی آئی ہیں کہ بعض اوقات یہ مناسب تھا اور بعض اوقات وہ افضل تھا۔ آہستہ پڑھنے کی فضیلت پر بہت سے لوگوں نے خود اس صدقہ والی حدیث سے بھی استدلال کیا ہے۔ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کتابُ الشعب میں (مگر یہ روایت بقواعد محدثین ضعیف ہے) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ آہستہ کا عمل اعلانیہ کے عمل سے ستر حصّہ زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ جابر رضی اللہ عنہ نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ پکار کر اس طرح مت پڑھو کہ ایک کی آواز دوسرے کے ساتھ خلط ہو جائے۔ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد نبوی میں ایک شخص کو آواز سے تلاوت کرتے سنا تو اس کو منع کر دیا، پڑھنے والے نے کچھ حجّت کی تو عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر اللہ کے واسطے پڑھتا ہے تو آہستہ پڑھ اور لوگوں کی خاطر پڑھتا ہے تو پڑھنا بیکار ہے۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پکار کر پڑھنے کا ارشاد بھی نقل کیا گیا، شرحِ احیاء میں دونوں طرح کی روایات وآثار ذکر کئے گئے۔

(۳۲) عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ: عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: اَلْقُرْاٰنُ شَافِعٌ مُّشَفَّعٌ، وَّمَاحِلٌ مُصَدَّقٌ، مَنْ جَعَلَهٗ اَمَامَهٗ، قَادَهٗ اِلَى الْجَنَّةِ، وَمَنْ جَعَلَهٗ خَلْفَ ظَهْرِهٖ، سَاقَهٗ اِلَى النَّارِ.

(رواه ابن حبان والحاكم مطولا وصححه)

جابر رضی اللہ عنہ نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ قرآنِ پاک ایسا شفیع ہے جس کی شفاعت قبول کی گئی اور ایسا جھگڑالو ہے کہ جس کا جھگڑا تسلیم کر لیا گیا، جو شخص اس کو اپنے آگے رکھے اس کو یہ جنّت کی طرف کھینچتا ہے اور جو اس کو پسِ پشت ڈال دے اس کو یہ جہنّم میں گرا دیتا ہے۔

یعنی جس کی یہ شفاعت کرتا ہے اس کی شفاعت حق تعالیٰ شانہٗ کے یہاں مقبول ہے اور جس کے بارے میں جھگڑا کرتا ہے اور جھگڑے کی تفصیل حدیث نمبر ۸ کے ذیل میں گذر

چکی ہے کہ اپنی رعایت رکھنے والوں کے لئے درجات کے بڑھانے میں اللہ کے دربار میں جھگڑتا ہے اور اپنی حق تلفی کرنے والوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ میرا حق کیوں نہیں ادا کیا۔ جو شخص اس کو اپنے پاس رکھ لے یعنی اس کا اتباع اور اس کی پیروی اپنا دَسْتُورُ الْعَمَل بنا لے اس کو جنّت میں پہنچا دیتا ہے اور جو اس کو پشت کے پیچھے ڈال دے یعنی اس کا اتباع نہ کرے اس کا جہنّم میں گرنا ظاہر ہے۔ بندہ کے نزدیک کلامِ پاک کے ساتھ لاپرواہی برتنا بھی اس کے مفہوم میں داخل ہوسکتا ہے۔ متعدد احادیث میں کلام اللہ شریف کے ساتھ بے پروائی پر وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ بخاری شریف کی اس طویل حدیث میں جس میں نبیِ کریم ﷺ کو بعض سزاؤں کی سیر کرائی گئی، ایک شخص کا حال دکھلایا گیا جس کے سر پر ایک پتھر اس زور سے مارا جاتا تھا کہ اس کا سر کچل جاتا تھا۔ حضور ﷺ کے دریافت فرمانے پر بتلایا گیا کہ اس شخص کو حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنا کلامِ پاک سکھلایا تھا، مگر اس نے نہ شب کو اس کی تلاوت کی نہ دن میں اس پر عمل کیا، لہٰذا قیامت تک اس کے ساتھ یہی معاملہ رہے گا۔ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف کے ساتھ اپنے عذاب سے محفوظ رکھیں کہ در حقیقت کلامُ اللہ شریف اتنی بڑی نعمت ہے کہ اس کے ساتھ بے توجّہی پر جو سزا دی جاوے مناسب ہے۔

(۳۳) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَلصِّيَامُ وَالْقُرْاٰنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ، يَقُوْلُ الصِّيَامُ: رَبِّ! اِنِّيْ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّرَابَ فِي النَّهَارِ، فَشَفِّعْنِيْ فِيْهِ. وَيَقُوْلُ الْقُرْاٰنُ: رَبِّ! مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ، فَشَفِّعْنِيْ فِيْهِ، فَيُشَفَّعَانِ. (رواه أحمد و ابن أبي الدنيا والطبراني في الكبير، والحاكم وقال: صحيح على ماشرط مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ روزہ اور قرآن شریف دونوں بندہ کے لئے شفاعت کرتے ہیں، روزہ عرض کرتا ہے کہ یا اللہ! میں نے اس کو دن میں کھانے پینے سے روکے رکھا، میری شفاعت قبول کیجئے اور قرآن شریف کہتا ہے کہ یا اللہ! میں نے رات کو اس کو سونے سے روکا، میری شفاعت قبول کیجئے، پس دونوں کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔

ترغیب میں ’’اَلطَّعَامُ وَالشَّرَابُ‘‘ کا لفظ ہے جس کا ترجمہ کیا گیا۔ حاکم میں شراب کی جگہ شہوات کا لفظ ہے یعنی میں نے روزہ دار کو دن میں کھانے اور خواہشاتِ نفسانیہ سے روکا، اس میں اشارہ ہے کہ روزہ دار کو خواہشاتِ نفسانیہ سے جدا رہنا چاہئے اگرچہ وہ جائز ہوں جیسا کہ پیار کرنا، لپٹنا۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ قرآن مجید جوانمرد کی شکل میں آئے گا اور کہے گا کہ میں ہی ہوں جس نے تجھے راتوں کو جگایا اور دن میں پیاسا رکھا، نیز اس حدیث شریف میں اشارہ ہے اس طرف کہ کلامُ اللہ شریف کے حفظ کا مقتضٰی یہ ہے کہ رات کو نوافل میں اس کی تلاوت بھی کرے۔ حدیث نمبر ۲۷ میں اس کی تصریح بھی گذر چکی۔ خود کلام پاک میں متعدد جگہ اس کی ترغیب نازل ہوئی۔ ایک جگہ ارشاد ہے: ’’وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ‘‘ (بنی اسرائیل: ۷۹) دوسری جگہ ارشاد ہے: ’’وَ مِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا‘‘ (الدھر: ۲۶)۔ ایک جگہ ارشاد ہے: ’’يَتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ‘‘ (آل عمران: ۱۱۳) ایک جگہ ارشاد ہے: ’’وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا‘‘ (الفرقان: ۶۴) چنانچہ نبی کریم ﷺ اور حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بعض مرتبہ تلاوت کرتے ہوئے تمام تمام رات گذر جاتی تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بعض مرتبہ وتر کی ایک رکعت میں وہ تمام قرآن شریف پڑھا کرتے تھے۔ اسی طرح عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بھی ایک رات میں تمام قرآن شریف پورا فرما لیا کرتے تھے۔ سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے دو رکعت میں کعبہ کے اندر تمام قرآن شریف پڑھا۔ ثابت بُنانی رحمۃ اللہ علیہ دن رات میں ایک قرآن شریف ختم کرتے تھے اور اسی طرح ابوحرّہ رحمۃ اللہ علیہ بھی۔ ابوشیخ ہُنائی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک رات میں دو قرآن مجید پورے اور تیسرے میں سے دس پارے پڑھے، اگر چاہتا تو تیسرا بھی پورا کر لیتا۔ صالح بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ جب حج کو گئے تو راستے میں اکثر ایک رات میں دو کلام مجید پورے کرتے تھے۔

منصور بن زاذان رحمۃ اللہ علیہ صلوٰۃ الضحیٰ میں ایک کلام مجید اور دوسرا ظہر سے عصر تک پورا کرتے تھے اور تمام رات نوافل میں گذارتے تھے اور اتنا روتے تھے کہ عمامہ کا شملہ تر ہو جاتا تھا۔ اسی طرح اور حضرات بھی جیسا کہ محمد بن نصر رحمۃ اللہ علیہ نے قیام اللیل میں تخریج کیا

ہے۔شرحِ احیاء میں لکھا ہے کہ سلَف کی عادات ختمِ قرآن مجید میں مختلف رہی ہیں: بعض حضرات ایک ختم روزانہ کرتے تھے جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ غیر رمضان المبارک میں، اور بعض دو ختم روزانہ کرتے تھے جیسا کہ خود امام شافعی صاحب کا معمول رمضانُ المبارک میں تھا اور یہی معمول اَسْود رحمۃ اللہ علیہ اور صالح بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ، سعید بن جُبیر رحمۃ اللہ علیہ اور ایک جماعت کا تھا۔بعض کا معمول تین ختم روزانہ کا تھا، چنانچہ سُلَیم بن عتر رحمۃ اللہ علیہ جو بڑے تابعین میں شمار کئے جاتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں فتحِ مصر میں شریک تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ''قصص'' کا امیر ان کو بنایا تھا۔ان کا معمول تھا کہ ہر شب میں تین ختم قرآن شریف کے کرتے تھے۔نَوَوی رحمۃ اللہ علیہ کتابُ الاذکار میں نقل کرتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ مقدار جو تلاوت کے باب میں ہم کو پہنچی ہے وہ ابن الکاتِب کا معمول تھا کہ دن رات میں آٹھ قرآن شریف روزانہ پڑھتے تھے۔اِبن قُدامہ رحمۃ اللہ علیہ نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ اس کی کوئی تحدید نہیں، پڑھنے والے کے نَشاط پر موقوف ہے۔اہلِ تاریخ نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ رمضان شریف میں اکسٹھ قرآن شریف پڑھتے تھے، ایک دن کا اور ایک رات کا اور ایک تمام رمضان شریف میں تراویح کا، مگر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین دن سے کم میں ختم کرنے والا تدبر نہیں کر سکتا، اسی وجہ سے ابن حَزم رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے تین دن سے کم میں ختم کو حرام بتلایا ہے۔بندہ کے نزدیک یہ حدیث شریف باعتبار اکثر افراد کے ہے، اس لئے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے اس سے کم میں پڑھنا بھی ثابت ہے، اسی طرح زیادتی میں بھی جمہور کے نزدیک تحدید نہیں، جتنے ایام میں بسہولت ہو سکے کلامِ مجید ختم کرے، مگر بعض علماء کا مذہب ہے کہ چالیس دن سے زائد ایک قرآن شریف میں خرچ نہ ہوں جس کا حاصل یہ ہے کہ کم از کم تین پاؤ روزانہ پڑھنا ضروری ہے، اگر کسی وجہ سے کسی دن نہ پڑھ سکے تو دوسرے دن اس کی قضا کر لے۔غرض چالیس دن کے اندر اندر ایک مرتبہ کلامِ مجید پورا ہو جاوے۔

جمہور کے نزدیک اگرچہ یہ ضروری نہیں مگر جب بعض علماء کا مذہب ہے تو احتیاط اس میں ہے کہ اس سے کم نہ ہو، نیز بعض احادیث سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے،

صاحبِ مجمع نے ایک حدیث نقل کی ہے "مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ فِیْ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً فَقَدْ عَزَّبَ" جس شخص نے قرآن شریف چالیس رات میں ختم کیا اس نے بہت دیر کی۔ بعض علماء کا فتویٰ ہے کہ ہر مہینہ میں ایک ختم کرنا چاہئے اور بہتر یہ ہے کہ سات روز میں ایک کلام مجید ختم کرلے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا معمول عامۃً یہی نقل کیا جاتا ہے۔ جمعہ کے روز شروع کرے اور سات روز میں ایک منزل روزانہ کرکے پنج شنبہ کے روز ختم کرلے۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ پہلے گذر چکا کہ سال میں دو مرتبہ ختم کرنا قرآن شریف کا حق ہے، لہٰذا اس سے کم کسی طرح نہ ہونا چاہئے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ کلامِ پاک کا ختم اگر دن کے شروع میں ہو تو تمام دن، اور رات کے شروع میں ہو تو تمام رات ملائکہ اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔ اس سے بعض مشائخ نے استنباط فرمایا ہے کہ گرمی کے ایام میں دن کے ابتدا میں ختم کرے اور موسم سرما میں ابتدائی شب میں تاکہ بہت سا وقت ملائکہ کی دعا کا میسّر ہو۔

(۳۴) عَنْ سَعِیْدِ بْنِ سُلَیْمٍ رحمہ اللہ مُرْسَلًا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَا مِنْ شَفِیْعٍ اَفْضَلُ مَنْزِلَةً عِنْدَ اللّٰهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مِنَ الْقُرْاٰنِ، لَا نَبِیٌّ وَ لَا مَلَكٌ وَلَا غَیْرُهٗ. (قال العراقی: رواہ عبدالملك بن حبیب، کذافی شرح الاحیاء)

سعید بن سُلیم رحمۃ اللہ علیہ حضورِ اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک کلامِ پاک سے بڑھ کر کوئی سفارش کرنے والا نہ ہوگا، نہ کوئی نبی نہ فرشتہ وغیرہ۔

کلامُ اللہ شریف کا شفیع اور اس درجہ کا شفیع ہونا جس کی شفاعت مقبول ہے اور بھی مُتعدّد روایات سے معلوم ہو چکا۔ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے فضل سے میرے اور تمہارے لئے اس کو شفیع بنادے نہ کہ فریق مخالف اور مُدّعی۔ " لَآلِیٔ مَصْنُوْعَه" میں بزّار کی روایت سے نقل کیا ہے اور وضع کا حکم بھی اس پر نہیں لگایا کہ جب آدمی مرتا ہے تو اس کے گھر کے لوگ تجہیز و تکفین میں مشغول ہوتے ہیں اور اس کے سرہانے نہایت حسین و جمیل صورت میں ایک شخص ہوتا ہے، جب کفن دیا جاتا ہے تو وہ شخص کفن کے اور سینہ کے درمیان ہوتا ہے، جب دفن کرنے کے بعد لوگ لوٹتے ہیں اور مُنکر نکیر آتے ہیں تو وہ اس شخص کو علیحدہ کرنا چاہتے ہیں کہ سوال یکسوئی میں

کریں، مگر یہ کہتا ہے کہ یہ میرا ساتھی ہے، میرا دوست ہے، میں کسی حال میں اس کو تنہا نہیں چھوڑ سکتا، تم سوالات کے اگر مامور ہو تو اپنا کام کرو، میں اس وقت تک اس سے جدا نہیں ہوسکتا کہ جنّت میں داخل کراؤں۔ اس کے بعد وہ اپنے ساتھی کی طرف متوجہ ہو کر کہتا ہے کہ میں ہی وہ قرآن ہوں جس کو تو کبھی بلند پڑھتا تھا اور کبھی آہستہ، تو بے فکر رہ، منکر نکیر کے سوالات کے بعد تجھے کوئی غم نہیں ہے۔ اس کے بعد جب وہ اپنے سوالات سے فارغ ہو جاتے ہیں تو یہ مَلَأِ اَعلیٰ سے بستر وغیرہ کا انتظام کرتا ہے جو ریشم کا ہوتا ہے اور اس کے درمیان مُشک بھرا ہوا ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ اپنے فضل سے مجھے بھی نصیب فرماویں اور تمہیں بھی۔ یہ حدیث بڑے فضائل پر شامل ہے جس کو تطویل کے خوف سے مختصر کر دیا ہے۔

(۳۵) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ فَقَدِ اسْتَدْرَجَ النُّبُوَّةَ بَيْنَ جَنْبَيْهِ، غَيْرَ اَنَّهٗ لَا يُوْحٰى اِلَيْهِ، لَا يَنْبَغِيْ لِصَاحِبِ الْقُرْاٰنِ اَنْ يَّجِدَ مَعَ مَنْ وَّجَدَ، وَلَا يَجْهَلَ مَعَ مَنْ جَهِلَ وَفِيْ جَوْفِهٖ كَلَامُ اللّٰهِ. (رواہ الحاکم وقال: صحیح الإسناد)

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جس شخص نے کلام اللہ شریف پڑھا اس نے علومِ نبوت کو اپنی پسلیوں کے درمیان لے لیا، گو اس کی طرف وحی نہیں بھیجی جاتی۔ حاملِ قرآن کے لئے مناسب نہیں کہ غصّہ والوں کے ساتھ غصّہ کرے یا جاہلوں کے ساتھ جہالت کرے، حالانکہ اس کے پیٹ میں اللہ کا کلام ہے۔

چونکہ وحی کا سلسلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ختم ہوگیا، اس لئے وحی تو اب آ نہیں سکتی لیکن چونکہ یہ حق سبحانہٗ وتقدّس کا پاک کلام ہے اس لئے علمِ نبوت ہونے میں کیا تأمّل ہے اور جب کوئی شخص علومِ نبوت سے نوازا جاوے تو نہایت ہی ضروری ہے کہ اس کے مناسب بہترین اَخلاق پیدا کرے اور بُرے اَخلاق سے احتراز کرے۔ فُضَیل بن عِیاض رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حافظِ قرآن اسلام کا جھنڈا اٹھانے والا ہے، اس کے لئے مناسب نہیں کہ لَہو ولَعِب میں لگنے والوں میں لگ جاوے یا غافلین میں شریک ہو جاوے یا بے کار لوگوں میں داخل ہو جاوے۔

(۳۶) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ثَلَاثَةٌ لَا يَهُوْلُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَ لَا يَنَالُهُمُ الْحِسَابُ، هُمْ عَلٰى كَثِيْبٍ مِّنْ مِّسْكٍ حَتّٰى يُفْرَغَ مِنْ حِسَابِ الْخَلَائِقِ: رَجُلٌ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ وَاَمَّ بِهٖ قَوْمًا وَهُمْ بِهٖ رَاضُوْنَ، وَدَاعٍ يَّدْعُوْ اِلَى الصَّلٰوتِ ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ، وَرَجُلٌ اَحْسَنَ فِيْمَا بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ رَبِّهٖ، وَفِيْمَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ مَوَالِيْهِ. (رواه الطبرانی فی المعاجم الثلاثة)

ابنِ عمر رضی اللہ عنہما حضورِ اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ تین آدمی ایسے ہیں جن کو قیامت کا خوف دامن گیر نہ ہوگا، نہ ان کو حساب کتاب دینا پڑیگا اتنے مخلوق اپنے حساب کتاب سے فارغ ہو، وہ مُشک کے ٹیلوں پر تفریح کریں گے، ایک وہ شخص جس نے اللہ کے واسطے قرآن شریف پڑھا اور امامت کی اس طرح پر کہ مقتدی اس سے راضی رہے، دوسرا وہ شخص جو لوگوں کو نماز کے لئے بلاتا ہو صرف اللہ کے واسطے۔ تیسرا وہ شخص جو اپنے مالک سے بھی اچھا معاملہ رکھے اور اپنے ماتحتوں سے بھی۔

قیامت کی سختی، اس کی دہشت، اس کا خوف، اس کی مصیبتیں اور تکالیف ایسی نہیں کہ کسی مسلمان کا دل اس سے خالی ہو یا بے خبر ہو۔ اس دن میں کسی بات کی وجہ سے بےفکری نصیب ہو جاوے یہ بھی لاکھوں نعمتوں سے بڑھ کر اور کروڑوں راحتوں سے مُغتَنَم ہے، پھر اس کے ساتھ اگر تفریح و تنعّم بھی نصیب ہو جاوے تو خوشا نصیب اس شخص کے جس کو یہ مُیسّر ہو اور بربادی و خسران ہے ان بے حسوں کے لئے جو اس کو لغو بیکار اور اِضاعتِ وقت سمجھتے ہیں۔ معجمِ کبیر میں اس حدیث شریف کے شروع میں روایت کرنے والے صحابی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا گیا ہے کہ اگر میں نے اس حدیث کو حضورِ اقدس ﷺ سے ایک مرتبہ اور ایک مرتبہ اور ایک مرتبہ، غرض سات دفعہ یہ لفظ کہا یعنی اگر سات مرتبہ نہ سنا ہوتا کبھی نقل نہ کرتا۔

(۳۷) عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: يَا اَبَا ذَرٍّ! لَاَنْ تَغْدُوَ فَتَعَلَّمَ اٰيَةً مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ، خَيْرٌ لَّكَ مِنْ

ابو ذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضورِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوذر! اگر تو صبح کو جا کر ایک آیت کلام اللہ شریف کی سیکھ

اَنْ تُصَلِّيَ مِائَةَ رَكْعَةٍ، وَلَاَنْ تَغْدُوَ فَتَعَلَّمَ بَابًا مِّنَ الْعِلْمِ عُمِلَ بِهٖ اَوْلَمْ يُعْمَلْ بِهٖ، خَيْرٌ مِّنْ اَنْ تُصَلِّيَ اَلْفَ رَكْعَةٍ. (رواه ابن ماجة بإسناد حسن)

لے تو نوافل کی سو رکعات سے افضل ہے اور اگر ایک باب علم کا سیکھ لے خواہ اس وقت وہ معمول بہ ہو یا نہ ہو تو ہزار رکعات نفل پڑھنے سے بہتر ہے۔

بہت سی احادیث اس مضمون میں وارد ہیں کہ علم کا سیکھنا عبادت سے افضل ہے۔ فضائلِ علم میں جس قدر روایات وارد ہوئی ہیں ان کا احاطہ بالخصوص اس مختصر رسالہ میں دشوار ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ عالم کی عابد پر فضیلت ایسی ہے جیسا کہ میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ شخص پر۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ شیطان پر ایک فقیہ ہزار عابدوں سے زیادہ سخت ہے۔

(۳۸) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ قَرَاَ عَشْرَ اٰيَاتٍ فِيْ لَيْلَةٍ، لَمْ يُكْتَبْ مِنَ الْغَافِلِيْنَ. (رواه الحاكم وقال: صحيح على شرط مسلم)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضورِ اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے کہ جو شخص دس آیتوں کی تلاوت کسی رات میں کرے وہ اس رات میں غافلین سے شمار نہیں ہوگا۔

دس آیات کی تلاوت سے جس کے پڑھنے میں چند منٹ صرف ہوتے ہیں تمام رات کی غفلت سے نکل جاتا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہوگی۔

(۳۹) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ حَافَظَ عَلٰى هٰؤُلَاءِ الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوْبَاتِ لَمْ يُكْتَبْ مِنَ الْغَافِلِيْنَ، وَمَنْ قَرَاَ فِيْ لَيْلَةٍ مِائَةَ اٰيَةٍ كُتِبَ مِنَ الْقَانِتِيْنَ. (رواه ابن خزيمة في صحيحه والحاكم وقال: صحيح على شرطهما)

اَبوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضورِ اکرم ﷺ کا اِرشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص ان پانچوں فرض نمازوں پر مُداومت کرے وہ غافلین سے نہیں لکھا جاوے گا، جو شخص سو آیات کی تلاوت کسی رات میں کرے وہ اس رات میں قانتین سے لکھا جاوے گا۔

حَسَن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے حضورِ اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے کہ جو شخص سو آیتیں رات کو

پڑھے کلام اللہ شریف کے مطالبے سے بچ جاوے گا، جو دوسو پڑھ لے تو اس کو رات بھر کی عبادت کا ثواب ملے گا اور جو پانچ سو سے ہزار تک پڑھ لے اس کے لئے ایک قِنطار ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ قنطار کیا ہوتا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بارہ ہزار کے برابر (درہم مراد ہوں یا دینار)۔

(۴۰) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: نَزَلَ جِبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَتَكُوْنُ فِتَنٌ، قَالَ: فَمَا الْمَخْرَجُ مِنْهَا، يَاجِبْرَئِيْلُ! قَالَ: كِتَابُ اللّٰهِ. (رواه رزين، كذافى الرحمة المهداة)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی کہ بہت سے فتنے ظاہر ہوں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ ان سے خلاصی کی کیا صورت ہے؟ انہوں نے کہا کہ قرآن شریف۔

کتابُ اللہ پر عمل بھی فتنوں سے بچنے کا کفیل ہے اور اس کی تلاوت کی برکت بھی فتنوں سے خلاصی کا سبب ہے۔ حدیث نمبر۲۲ میں گذر چکا کہ جس گھر میں کلامِ پاک کی تلاوت کی جاتی ہے سکینہ اور رحمت اس گھر میں نازل ہوتی ہے اور شیاطین اس گھر سے نکل جاتے ہیں۔ فتنوں سے مراد خُروجِ دَجّال، فتنۂ تاتار وغیرہ علماء نے بتلائے ہیں۔ حضرت علی کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہٗ سے بھی ایک طویل روایت میں حدیثِ بالا کا مضمون وارد ہوا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت میں وارد ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا کہ حق تعالیٰ شانہٗ تم کو اپنے کلام کے پڑھنے کا حکم فرماتا ہے اور اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی قوم اپنے قلعہ میں محفوظ ہو اور اس کی طرف کوئی دشمن متوجہ ہو کہ جس جانب سے بھی وہ حملہ کرنا چاہے اسی جانب میں اللہ کے کلام کو اس کا محافظ پاوے گا اور وہ اس دشمن کو دفع کر دے گا۔

خاتمہ

فِيْ عِدَةِ رِوَايَاتٍ زَائِدَةٍ عَلَى الْاَرْبَعِيْنَةِ، لَابُدَّ مِنْ ذِكْرِ هَا لِاَغْرَاضٍ تُنَاسِبُ الْمَقَامَ

(۱) عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ رحمہ اللہ مُرْسَلاً قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ: شِفَآءٌ مِّنْ كُلِّ دَاءٍ. (رواه الدارمی والبیهقی فی شعب الإیمان)

عبدالملک بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ سورۂ فاتحہ میں ہر بیماری سے شفا ہے۔

خاتمہ میں بعض ایسی سورتوں کے فضائل ہیں جو پڑھنے میں بہت مختصر لیکن فضائل میں بہت بڑھی ہوئی ہیں اور اسی طرح دو ایک ایسے خاص امر ہیں جن پر تنبیہ قرآن پڑھنے والے کے لئے ضروری ہے۔

سورۂ فاتحہ کے فضائل بہت سی روایات میں وارد ہوئے ہیں: ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نماز پڑھتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلایا، وہ نماز کی وجہ سے جواب نہ دے سکے۔ جب فارغ ہو کر حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پکارنے پر جواب کیوں نہیں دیا؟ انہوں نے نماز کا عذر کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن شریف کی آیت میں نہیں پڑھا: "يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ" (الانفال:۲۴) (اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی پکار کا جواب دو جب بھی وہ تم کو بلاویں) پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تجھے قرآن شریف کی سب سے بڑی سورت یعنی سب سے افضل بتلاؤں؟ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ اَلْحَمْدُ کی سات آیتیں ہیں، یہ سبعِ مثانی ہیں اور قرآنِ عظیم۔ بعض صوفیاء سے منقول ہے کہ جو کچھ پہلی کتابوں میں تھا وہ سب کلامِ پاک میں آ گیا اور جو کلامِ پاک میں ہے وہ سب سورۂ فاتحہ میں آ گیا اور جو کچھ فاتحہ میں ہے وہ بسم اللہ میں آ گیا اور جو بسم اللہ میں ہے وہ اس کی "ب" میں آ گیا۔ اس کی شرح بتلاتے ہیں کہ "ب" کے معنی اس جگہ ملانے کے ہیں اور مقصود سب چیز سے بندہ کا اللہ جَلَّ شَانُہٗ کے ساتھ ملا دینا ہے۔ بعض نے اس کے آگے اضافہ کیا ہے کہ "ب" میں جو کچھ ہے وہ اس کے نقطہ میں آ گیا یعنی وحدانیت، کہ نقطہ اصطلاح میں کہتے ہیں اس چیز کو جس کی تقسیم نہ

ہو سکتی ہو۔ بعض مشائخ سے منقول ہے کہ ''اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ'' (الفاتحہ:۴) میں تمام مقاصد دینی و دنیوی آ گئے۔

ایک دوسری روایت میں حضور ﷺ کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اس جیسی سورت نازل نہیں ہوئی، نہ تورات میں، نہ انجیل میں، نہ زبور میں، نہ بقیہ قرآنِ پاک میں۔ مشائخ نے لکھا ہے کہ اگر سورۂ فاتحہ کو ایمان و یقین کے ساتھ پڑھے تو ہر بیماری سے شفا ہوتی ہے، دینی ہو یا دنیوی، ظاہری ہو یا باطنی، لکھ کر لٹکانا اور چاٹنا بھی امراض کے لئے نافع ہے۔ صحاح کی کتابوں میں وارد ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے سانپ بچھو کے کاٹے ہوؤں پر اور مرگی والوں پر اور دیوانوں پر سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کیا اور حضور ﷺ نے اس کو جائز بھی رکھا۔ نیز ایک روایت میں آیا ہے کہ سائب بن یزید رضی اللہ عنہ پر حضور ﷺ نے اس سورت کو دم فرمایا اور یہ سورت پڑھ کر لُعابِ دَہَن درد کی جگہ لگایا اور ایک روایت میں آیا ہے کہ جو شخص سونے کے ارادہ سے لیٹے اور سورۂ فاتحہ اور ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ'' پڑھ کر اپنے اوپر دم کر لے، موت کے سوا ہر بلا سے امن پاوے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ سورۂ فاتحہ ثواب میں دو تہائی قرآن کے برابر ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ عرش کے خاص خزانہ سے مجھ کو چار چیزیں ملی ہیں کہ اور کوئی چیز اس خزانہ سے کسی کو نہیں ملی: (۱) سورۂ فاتحہ (۲) آیۃ الکرسی (۳) سورۂ بقرہ کی آخری آیات (۴) اور سورۂ کوثر۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ حضور ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ جس نے سورۂ فاتحہ کو پڑھا اس نے گویا تورات، انجیل، زبور اور قرآن شریف کو پڑھا۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ ابلیس کو اپنے اوپر نوحہ اور زاری اور سر پر خاک ڈالنے کی چار مرتبہ نوبت آئی: اوّل جب کہ اس پر لعنت ہوئی، دوسرے جب کہ اس کو آسمان سے زمین پر ڈالا گیا۔ تیسرے جب کہ حضورِ اکرم ﷺ کو نبوت ملی، چوتھے جب کہ سورۂ فاتحہ نازل ہوئی۔

شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک شخص ان کے پاس آیا اور دردِ گُردہ کی شکایت کی، شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اَساسُ القُرآن پڑھ کر درد کی جگہ دم کر۔ اس نے پوچھا کہ اَساسُ القرآن کیا ہے؟ شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: سورۂ فاتحہ۔ مشائخ کے اعمالِ مُجَرَّب میں لکھا ہے کہ

سورۂ فاتحہ اسمِ اعظم ہے، ہر مطلب کے لئے پڑھنی چاہئے اور اس کے دو طریقے ہیں: ایک یہ کہ صبح کی سنت اور فرض کے درمیان بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے میم کے ساتھ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کا لام ملا کر اکتالیس بار چالیس دن تک پڑھے، جو مطلب ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ حاصل ہوگا اور اگر کسی مریض یا جادو کئے ہوئے کے لئے ضرورت ہو تو پانی پر دم کر کے اس کو پلاوے۔ دوسرے یہ کہ نوچندی اتوار کو صبح کی سنت اور فرض کے درمیان بلا قید میم مِلانے کے ستر بار پڑھے اور اس کے بعد ہر روز اسی وقت پڑھے اور دس دس بار کم کرتا جاوے، یہاں تک کہ ہفتہ ختم ہو جاوے۔ اول مہینے میں اگر مطلب پورا ہو جاوے فَبِہا، ورنہ دوسرے تیسرے مہینے میں اسی طرح کرے، نیز اس سورت کا چینی کے برتن پر گلاب اور مُشک و زعفران سے لکھ کر اور دھو کر پلانا چالیس روز تک، امراضِ مُزمِنَہ (یعنی پرانے امراض) کے لئے مجرب ہے، نیز دانتوں کے درد اور سر کے درد، پیٹ کے درد کے لئے سات بار پڑھ کر دم کرنا مجرب ہے (یہ سب مضمون "مظاہرِ حق" سے مختصر طور سے نقل کیا گیا)۔

مسلم شریف کی ایک حدیث میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ تشریف فرما تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آسمان کا ایک دروازہ آج کھلا ہے جو آج سے قبل کبھی نہیں کھلا تھا، پھر اس میں سے ایک فرشتہ نازل ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ایک فرشتہ نازل ہوا جو آج سے قبل کبھی نازل نہیں ہوا تھا، پھر اس فرشتہ نے عرض کیا کہ دو نوروں کی بشارت لیجئے جو آپ سے قبل کسی کو نہیں دیئے گئے۔ ایک سورۂ فاتحہ، دوسرا خاتمہ سورۂ بقرہ یعنی سورۂ بقرہ کا اخیر رکوع۔ ان کو نُور اس لئے فرمایا کہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والے کے آگے آگے چلیں گے۔

(۲) عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِیْ رَبَاحٍ رحمہ اللہ قَالَ: بَلَغَنِیْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: مَنْ قَرَأَ یٰسٓ فِیْ صَدْرِ النَّهَارِ، قُضِیَتْ حَوَائِجُهٗ (رواہ الدارمی)

عطاء بن ابی رَباح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد پہنچا ہے کہ جو شخص سورۂ یٰسٓ کو شروع دن میں پڑھے اس کی تمام دن کی حوائج پوری ہو جائیں۔

احادیث میں سورۂ یٰسٓ کے بھی بہت سے فضائل وارد ہوئے ہیں۔ ایک روایت میں

وارد ہوا ہے کہ ہر چیز کے لئے ایک دل ہوا کرتا ہے، قرآن شریف کا دل سورۂ یٰسٓ ہے۔ جو شخص سورۂ یٰسٓ پڑھتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ اس کے لئے دس قرآنوں کا ثواب لکھتا ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے سورۂ طٰہٰ اور سورۂ یٰسٓ کو آسمان و زمین کے پیدا کرنے سے ہزار برس پہلے پڑھا۔ جب فرشتوں نے سنا تو کہنے لگے کہ خوشحالی ہو اس اُمت کے لئے جن پر یہ قرآن اُتارا جائے گا اور خوشحالی ہے ان دِلوں کے لئے جو اس کو اٹھائیں گے یعنی یاد کریں گے اور خوشحالی ہے ان زبانوں کے لئے جو اس کو تلاوت کریں گی۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص سورۂ یٰسٓ کو صرف اللہ کی رضا کے واسطے پڑھے اس کے پہلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں، پس اس سورۃ کو اپنے مردوں پر پڑھا کرو۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ سورۂ یٰسٓ کا نام توراۃ میں مُنْعِمہ ہے کہ اپنے پڑھنے والے کے لئے دنیا و آخرت کی بھلائیوں پر مشتمل ہے اور یہ دنیا و آخرت کی مصیبت کو دور کرتی ہے اور آخرت کی ہَول کو دور کرتی ہے۔ اس سورۃ کا نام رافِعَہ خافِضَہ بھی ہے یعنی مومنوں کے رُتبے بلند کرنے والی اور کافروں کو پست کرنے والی۔ ایک روایت میں ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ سورۂ یٰسٓ میرے ہر امتی کے دل میں ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ جس نے سورۂ یٰس کو ہر رات میں پڑھا پھر مر گیا تو شہید مرا۔

ایک روایت میں ہے کہ جو یٰسٓ کو پڑھتا ہے اس کی مغفرت کی جاتی ہے اور جو بھوک کی حالت میں پڑھتا ہے وہ سیر ہو جاتا ہے اور جو راستہ گم ہو جانے کی وجہ سے پڑھتا ہے وہ راستہ پالیتا ہے اور جو شخص جانور کے گم ہو جانے کی وجہ سے پڑھے وہ پالیتا ہے اور جو ایسی حالت میں پڑھے کہ کھانا کم ہو جانے کا خوف ہو تو وہ کھانا کافی ہو جاتا ہے اور جو ایسے شخص کے پاس پڑھے جو نَزع میں ہو تو اس پر نَزع میں آسانی ہو جاتی ہے اور جو ایسی عورت پر پڑھے جس کو بچہ ہونے میں دشواری ہو رہی ہو اس کے لئے بچہ جننے میں سہولت ہوتی ہے۔ مُقری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب بادشاہ یا دشمن کا خوف ہو اور اس کے لئے سورۂ یٰسٓ پڑھے تو وہ خوف جاتا رہتا ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ جس نے سورۂ یٰسٓ اور وَالصّٰٓفّٰت جمعہ کے دن پڑھی اور پھر اللہ سے دعا کی، اس کی دعا پوری ہوتی ہے (اس کا بھی اکثر مظاہرِ حق

سے منقول ہے، مگر مشائخ حدیث کو بعض روایات کی صحت میں کلام ہے)

(۳) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ الْوَاقِعَةِ فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ، لَمْ تُصِبْهُ فَاقَةٌ اَبَدًا، وَكَانَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رضي الله عنه يَاْمُرُ بَنَاتِهٖ يَقْرَأْنَ بِهَا كُلَّ لَيْلَةٍ. (رواه البيهقي في الشعب)

ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص ہر رات کو سورۂ واقعہ پڑھے اس کو کبھی فاقہ نہیں ہو گا اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ اپنی بیٹیوں کو حکم فرمایا کرتے تھے کہ ہر شب میں اس سورۃ کو پڑھیں۔

سورۂ واقعہ کے فضائل بھی متعدد روایات میں وارد ہوئے ہیں: ایک روایت میں آیا ہے کہ جو شخص سورۂ حَدِید، سورۂ واقعہ اور سورۂ رحمٰن پڑھتا ہے وہ جنّتُ الفردوس کے رہنے والوں میں پکارا جاتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ سورۂ واقعہ سورۃُ غِنٰی ہے، اس کو پڑھو اور اپنی اولاد کو سکھاؤ۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کو اپنی بیبیوں کو سکھاؤ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی اس کے پڑھنے کی تاکید منقول ہے، مگر بہت ہی پست خیالی ہے کہ چار پیسے کے لئے اس کو پڑھا جاوے، البتہ اگر غِنائے قلب اور آخرت کی نیت سے پڑھے تو دنیا خود بخود ہاتھ جوڑ کر حاضر ہوگی۔

(۴) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِنَّ سُوْرَةً فِي الْقُرْاٰنِ ثَلٰثُوْنَ اٰيَةً شَفَعَتْ لِرَجُلٍ حَتّٰى غُفِرَلَهٗ، وَهِيَ تَبَارَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ. (رواه ابو داود و أحمد والنسائي وابن ماجة والحاكم وصححه و ابن حبان في صحيحه)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ قرآن شریف میں ایک سورت تیس آیات کی ایسی ہے کہ وہ اپنے پڑھنے والے کی شفاعت کرتی رہتی ہے یہاں تک کہ اس کی مغفرت کراوے، وہ سورت "تَبَارَكَ الَّذِيْ" ہے۔

سورۂ تَبَارَكَ الَّذِي کے متعلق بھی ایک روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد آیا ہے کہ میرا دل چاہتا ہے کہ یہ سورۃ ہر مومن کے دل میں ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ جس نے "تَبَارَكَ الَّذِي" اور "الٓمّٓ سَجْدَه" کو مغرب اور عشاء کے درمیان پڑھا، گویا اس نے لَيْلَةُ الْقَدْر میں قیام کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ جس نے ان دونوں سورتوں کو پڑھا اس

کے لئے ستر نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور ستر برائیاں دور کی جاتی ہیں، ایک روایت میں ہے کہ جس نے ان دونوں سورتوں کو پڑھا اس کے لئے عبادتِ لیلۃ القدر کے برابر ثواب لکھا جاتا ہے۔ (کذا فی المظاہر)

ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایک جگہ خیمہ لگایا، ان کو علم نہ تھا کہ وہاں قبر ہے۔ اچانک ان خیمہ لگانے والوں نے اس جگہ کسی کو سورۂ تبارک الذی پڑھتے ہوئے سنا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر عرض کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ سورۃ اللہ کے عذاب سے روکنے والی ہے اور نجات دینے والی ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک نہ سوتے تھے جب تک ''الٓمٓ سجدہ'' اور ''سورۂ تبارک الذی'' نہ پڑھ لیتے تھے۔ خالد بن مَعدان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ ایک شخص بڑا گناہ گار تھا اور سورۂ سجدہ پڑھا کرتا تھا، اس کے علاوہ اور کچھ نہیں پڑھتا تھا۔ اس سورت نے اپنے پَر اس شخص پر پھیلا دیئے کہ اے رب! یہ شخص میری بہت تلاوت کرتا تھا، اس کی شفاعت قبول کی گئی اور حکم ہوگیا کہ ہر خطا کے بدلے میں ایک نیکی دی جائے۔ خالد بن معدان رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی کہتے ہیں کی یہ سورت اپنے پڑھنے والے کی طرف سے قبر میں جھگڑتی ہے اور کہتی ہے کہ اگر میں تیری کتاب میں سے ہوں تو میری شفاعت قبول کر، ورنہ مجھے اپنی کتاب سے مٹادے اور بمنزلۂ پرندہ کے بن جاتی ہے اور اپنے پَر میت پر پھیلا دیتی ہے اور اس پر عذابِ قبر ہونے سے مانع ہوتی ہے اور یہی سارا مضمون وہ ''تَبَارَکَ الذی'' کے بارے میں بھی کہتے ہیں۔ خالد بن معدان رحمۃ اللہ علیہ اس وقت تک نہ سوتے تھے جب تک دونوں سورتیں نہ پڑھ لیتے۔ طاؤس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ دونوں سورتیں تمام قرآن کی ہر سورۃ پر ساٹھ نیکیاں زیادہ رکھتی ہیں۔ عذابِ قبر کوئی معمولی چیز نہیں، ہر شخص کو مرنے کے بعد سب سے پہلے قبر سے سابقہ پڑتا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو اس قدر روتے کہ ریش مبارک تر ہو جاتی۔ کسی نے پوچھا کہ آپ جنّت و جہنّم کے تذکرہ سے بھی اتنا نہیں روتے جتنا کہ قبر سے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ قبر منازلِ آخرت میں سب سے پہلی منزل ہے، جو شخص اس کے عذاب سے نجات پالے آئندہ کے واقعات اس

کے لئے سہل ہوتے ہیں اور اگر اس سے نجات نہ پائے تو آنے والے حوادث اس سے سخت ہوتے ہیں۔ نیز میں نے یہ بھی سنا ہے کہ قبر سے زیادہ مُتوحّش کوئی منظر نہیں۔ (جمع الفوائد)

اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْهُ بِفَضْلِكَ وَمَنِّكَ۔

(۵) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما اَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اَىُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: اَلْحَالُّ الْمُرْتَحِلُ، قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا الْحَالُّ الْمُرْتَحِلُ؟ قَالَ: صَاحِبُ الْقُرْاٰنِ يَضْرِبُ مِنْ اَوَّلِهٖ حَتّٰى يَبْلُغَ اٰخِرَهٗ، وَمِنْ اٰخِرِهٖ حَتّٰى يَبْلُغَ اَوَّلَهٗ، كُلَّمَا حَلَّ ارْتَحَلَ. (رواه الترمذي كما في الرحمة، والحاكم وقال: تفرد به صالح المزي وهو من زهاد أهل البصرة، إلا أن الشيخين لم يخرجاه، وقال الذهبي: صالح متروك، قلت: هو من رواة أبي داؤد والترمذي)

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ بہترین اعمال میں سے کونسا عمل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حال مُرتحل۔ لوگوں نے پوچھا کہ حال مُرتحل کیا چیز ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ صاحبُ القرآن ہے جو اول سے چلے حتیٰ کہ اخیر تک پہنچے اور اخیر کے بعد پھر اول پر پہنچے، جہاں ٹھہرے پھر آگے چل دے۔

حال کہتے ہیں منزل پر آنے والے کو اور مُرتحِل کوچ کرنے والے کو، یعنی یہ کہ جب کلامِ پاک ختم ہو جائے تو پھر از سرِ نو شروع کرے، یہ نہیں کہ بس اب ختم ہو گیا دوبارہ پھر دیکھا جائے گا۔ کنزُ العُمّال کی ایک روایت میں اس کی شرح وارد ہوئی ہے: اَلْخَاتِمُ الْمُفَتِّحُ ختم کرنے والا اور ساتھ ہی شروع کرنے والا، یعنی ایک قرآن ختم کرنے کے بعد ساتھ ہی دوسرا شروع کرلے۔ اسی سے غالبًا وہ عادت ماخوذ ہے جو ہمارے دِیار میں متعارف ہے کہ ختمِ قرآن شریف کے بعد مُفْلِحُوْن تک پڑھا جاتا ہے، مگر اب لوگ اسی کو مستقل ادب سمجھتے ہیں اور پھر پورا کرنے کا اہتمام نہیں کرتے، حالانکہ ایسا نہیں بلکہ دراصل معًا دوسرا قرآن شریف شروع کرنا بظاہر مقصود ہے جس کو پورا بھی کرنا چاہیے۔ شرحِ احیاء میں اور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ''اِتقان'' میں بروایت دارمی نقل کیا ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھا کرتے تو سورۂ بقرہ سے مُفْلِحُوْنَ تک ساتھ ہی پڑھتے

اور اس کے بعد ختمِ قرآن کی دعا فرماتے تھے۔

(۶) عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَ شْعَرِیِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: تَعَاهَدُوا الْقُرْاٰنَ: فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَهُوَ اَشَدُّ تَفَصِّيًا مِّنَ الْاِبِلِ فِیْ عُقُلِهَا. (رواه البخاری و مسلم)

ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ نے حضورِ اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے کہ قرآن شریف کی خبر گیری کیا کرو، قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ قرآنِ پاک جلد نکل جانے والا ہے سینوں سے بہ نسبت اونٹ کے اپنی رسیوں سے۔

یعنی آدمی اگر جانور کی حفاظت سے غافل ہو جاوے اور وہ رسی سے نکل جاوے تو بھاگ جاوے گا، اسی طرح کلامِ پاک کی اگر حفاظت نہ کی جاوے تو وہ بھی یاد نہیں رہے گا اور بھول جاوے گا، اور اصل بات یہ ہے کہ کلام اللہ شریف کا حفظ یاد ہو جانا درحقیقت یہ خود قرآن شریف کا ایک کھلا ہوا معجزہ ہے ورنہ اس سے آدھی تہائی مقدار کی کتاب بھی یاد ہونا مشکل ہی نہیں بلکہ قریب بہ محال ہے۔ اسی وجہ سے حق تعالیٰ شانہٗ نے اس کے یاد ہو جانے کو سورۂ قمر میں بطورِ احسان کے ذکر فرمایا اور بار بار اس پر تنبیہ فرمائی: "وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ" (القمر: ۷) کہ ہم نے کلامِ پاک کو حفظ کرنے کے لئے سہل کر رکھا ہے، کوئی ہے حفظ کرنے والا۔ صاحبِ جلالین رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اِستفہام اس آیت میں امر کے معنیٰ میں ہے، تو جس چیز کو حق تعالیٰ شانہ بار بار تاکید سے فرما رہے ہوں اس کو ہم مسلمان لغو اور حماقت اور بیکار اِضاعتِ وقت سے تعبیر کرتے ہوں۔ اس حماقت کے بعد پھر بھی ہماری تباہی کے لئے کسی اور چیز کے انتظار کی ضرورت باقی ہے۔ تعجب کی بات ہے کہ حضرت عُزیر علیہ السلام اگر اپنی یاد سے تورات لکھا دیں تو اس کی وجہ سے اللہ کے بیٹے پکارے جاویں اور مسلمانوں کے لئے اللہ جَلَّ شَانُہٗ نے اس لطف و احسان کو عام فرما رکھا ہے تو اس کی یہ قدر دانی کی جاوے "فَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْآ اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ" (الشعراء: ۲۲۷)۔

بالجملہ یہ محض حق تعالیٰ شانہٗ کا لطف و انعام ہے کہ یہ یاد ہو جاتا ہے۔ اس کے

بعد اگر کسی شخص کی طرف سے بے توجہی پائی جاتی ہے تو اس سے بھلا دیا جاتا ہے، قرآن شریف پڑھ کر بھلا دینے میں بڑی سخت وعیدیں آئی ہیں۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ مجھ پر امت کے گناہ پیش کئے گئے، میں نے اس سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں پایا کہ کوئی شخص قرآن شریف پڑھ کر بھلا دے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے کہ جو شخص قرآن شریف پڑھ کر بھلا دے قیامت کے دن اللہ کے دربار میں کوڑھی حاضر ہوگا۔ ''جمع الفوائد'' میں رزین کی روایت سے آیتِ ذیل کو دلیل بنایا ہے "اِقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ" " قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْ اَعْمٰی وَقَدْ کُنْتُ بَصِیْرًا" (طٰہٰ:۱۲۵) جو شخص ہمارے ذکر سے اعراض کرتا ہے اس کی زندگی تنگ کر دیتے ہیں اور قیامت کے روز اس کو اندھا اٹھائیں گے۔ وہ عرض کرے گا کہ یااللہ! میں تو آنکھوں والا تھا، مجھے اندھا کیوں کر دیا؟ ارشاد ہوگا: اس لئے کہ تیرے پاس ہماری آیتیں آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا۔ پس آج تو بھی اسی طرح بھلا دیا جائے گا، یعنی تیری کوئی اعانت نہیں۔

(۷) عَنْ بُرَيْدَةَ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ يَتَاكَّلُ بِهِ النَّاسَ، جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَوَجْهُهٗ عَظْمٌ، لَيْسَ عَلَيْهِ لَحْمٌ. (رواه البيهقي في شعب الإيمان)

حضرت بُریدہ ؓ نے حضورِ اقدس ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص قرآن پڑھے تاکہ اس کی وجہ سے کھاوے لوگوں سے، قیامت کے دن وہ ایسی حالت میں آئے گا کہ اس کا چہرہ محض ہڈی ہوگا جس پر گوشت نہ ہوگا۔

یعنی جو لوگ قرآن شریف کو طلبِ دنیا کی غرض سے پڑھتے ہیں ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ حضورِ اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ہم قرآن شریف پڑھتے ہیں اور ہم میں عجمی وعربی ہر طرح کے لوگ ہیں، جس طرح پڑھتے ہو پڑھتے رہو۔ عنقریب ایک جماعت آنے والی ہے جو قرآن شریف کے حروف کو اس طرح سیدھا کریں گے جس طرح تیر سیدھا کیا جاتا ہے یعنی خوب سنواریں گے، ایک ایک حرف کو گھنٹوں درست کریں گے اور مخارج کی رعایت میں خوب تکلّف کریں گے اور یہ سب دنیا کے واسطے ہوگا، آخرت سے

ان لوگوں کو کچھ بھی سروکار نہ ہوگا۔ مقصد یہ ہے کہ محض خوش آوازی بیکار ہے جب کہ اس میں اخلاص نہ ہو، محض دنیا کمانے کے واسطے کیا جاوے۔ چہرہ پر گوشت نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جب اس نے اشرفُ الْاَشْیَاء کو ذلیل چیز کمانے کا ذریعہ کیا تو اشرفُ الْاَعْضَاء چہرہ کو رونق سے محروم کردیا جائے گا۔

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا ایک واعظ پر گذر ہوا جو تلاوت کے بعد لوگوں سے کچھ طلب کررہا تھا، یہ دیکھ کر انہوں نے اِنَّا لِلّٰہِ پڑھی اور فرمایا کہ میں نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص تلاوت کرے، اس کو جو مانگنا ہو اللہ سے مانگے۔ عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو پڑھنے کے بعد لوگوں سے بھیک مانگیں گے۔ مشائخ سے منقول ہے کہ جو شخص علم کے ذریعے سے دنیا کماوے اس کی مثال ایسی ہے کہ جوتے کو اپنے رخسار سے صاف کرے۔ اس میں شک نہیں کہ جوتا تو صاف ہوجاوے گا، مگر چہرہ سے صاف کرنا حماقت کی مُنْتَہا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں نازل ہوا ہے "اُولٰٓـئِكَ الَّـذِيْـنَ اشْتَـرَوُا الـضَّلٰلَةَ بِـالْهُـدٰى" (البقرۃ:۱۶) (یہی لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلہ میں گمراہی خریدی ہے، پس نہ ان کی تجارت کچھ نفع والی ہے اور نہ یہ لوگ ہدایت یافتہ ہیں) اُبَیّ بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو قرآن شریف کی ایک سورت پڑھائی تھی، اس نے ایک کمان مجھے ہدیہ کے طور سے دی۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جہنم کی ایک کمان تو نے لے لی۔ اسی طرح کا واقعہ عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ نے اپنے متعلق نقل کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب یہ نقل کیا کہ جہنم کی ایک چنگاری اپنے مونڈھوں کے درمیان لٹکا دی۔ دوسری روایت میں ہے کہ اگر تو چاہے کہ جہنم کا ایک طوق گلے میں ڈالے تو اس کو قبول کرلے۔

یہاں پہنچ کر میں ان حفاظ کی خدمت میں جن کا مقصود قرآن شریف کے مکتبوں سے فقط پیسہ ہی کمانا ہے بڑے ادب سے عرض کروں گا کہ لِلّٰہ اپنے منصب اور اپنی ذمہ داری کا لحاظ کیجئے۔ جو لوگ آپ کی بدنیتیوں کی وجہ سے کلام مجید پڑھانا یا حفظ کرانا بند کرتے ہیں اس کے وبال میں وہ تنہا گرفتار نہیں، خود آپ لوگ بھی اس کے جواب دِہ اور قرآنِ پاک کے

بند کرنے والوں میں شریک ہیں۔ آپ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم اشاعت کرنے والے ہیں، لیکن درحقیقت اس اشاعت کے روکنے والے ہم ہی لوگ ہیں جن کی بد اَطواریاں اور بدنیتیاں دنیا کو مجبور کر رہی ہیں کہ وہ قرآنِ پاک ہی کو چھوڑ بیٹھیں۔ علماء نے تعلیم کی تنخواہ کو اس لئے جائز نہیں فرمایا کہ ہم لوگ اسی کو مقصود بنا لیں، بلکہ حقیقتاً مُدَرِّسِین کی اصل غرض صرف تعلیم اور اِشاعتِ علم وقرآن شریف ہونے کی ضرورت ہے اور تنخواہ اس کا معاوضہ نہیں بلکہ رفعِ ضرورت کی ایک صورت ہے جس کو مجبوراً اور اضطرار کی وجہ سے اختیار کیا گیا۔

تَتِمّہ

قرآنِ پاک کے ان سب فضائل اور خوبیوں کے ذکر کرنے سے مقصود اس کے ساتھ محبّت پیدا کرنا ہے، اس لئے کہ کلام اللہ شریف کی محبت حق تعالیٰ شانہٗ کی محبّت کے لئے لازم وملزوم ہے اور ایک کی محبت دوسرے کی محبّت کا سبب ہوتی ہے۔ دنیا میں آدمی کی خلقت صرف اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی معرفت کے لئے ہوئی ہے اور آدمی کے علاوہ سب چیز کی خلقت آدمی کے لئے۔

ابرو باد و مہ و خورشید و فلک درکارند تاتو نانے بکف آری وبغفلت نخوری
ہمہ از بہرِ تو سرگشتہ و فرماں بردار شرطِ انصاف نہ باشد کہ تو فرماں نبری

کہتے ہیں بادل وہوا، چاند وسورج، آسمان وزمین، غرض ہر چیز تیری خاطر کام میں مشغول ہے تاکہ تو اپنی حوائج ان کے ذریعے سے پوری کرے اور عبرت کی نگاہ سے دیکھے کہ آدمی کی ضروریات کے لئے یہ سب چیزیں کس قدر فرماں بردار ومطیع اور وقت پر کام کرنے والی ہیں اور تنبیہ کے لئے کبھی کبھی ان میں تَخَلُّف بھی تھوڑی دیر کے لئے کر دیا جاتا ہے۔ بارش کے وقت بارش نہ ہونا، ہَوا کے وقت ہَوا نہ چلنا، اسی طرح گرہن کے ذریعے سے چاند سورج، غرض ہر چیز میں کوئی تغیّر بھی پیدا کیا جاتا ہے تاکہ ایک غافل کے لئے تنبیہ کا تازیانہ بھی لگے۔ اس سب کے بعد کس قدر حیرت کی بات ہے کہ تیری وجہ سے یہ سب چیزیں تیری ضروریات کے تابع کی جاویں اور ان کی فرماں برداری بھی تیری اطاعت اور

فرمانبرداری کا سبب نہ بنے، اور اطاعت وفرمانبرداری کے لئے بہترین معین محبّت ہے "اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُّحِبُّ مُطِیْعٌ" جب کسی شخص سے محبّت ہوجاتی ہے، عشق وفریفتگی پیدا ہوجاتی ہے تو اس کی اطاعت وفرماں برداری طبیعت اور عادت بن جاتی ہے اور اس کی نافرمانی ایسی ہی گراں اور شاق ہوتی ہے جیسے کہ بغیر محبّت کے کسی کی اطاعت خلافِ عادت وطبع ہونے کی وجہ سے بار ہوتی ہے، کسی چیز سے محبّت پیدا کرنے کی صورت اس کے کمالات وجمال کا مشاہدہ ہے، حواسِ ظاہرہ سے ہو یا حواسِ باطنہ میں استحضار سے۔ اگر کسی کے چہرے کو دیکھ کر بے اختیار اس سے وابستگی ہوجاتی ہے تو کسی کی دل آویز آواز بھی بسا اوقات مقناطیس کا اثر رکھتی ہے۔

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد   بسا کیں دولت از گفتار خیزد

عشق ہمیشہ صورت ہی سے پیدا نہیں ہوتا بسا اوقات یہ مبارک دولت بات سے بھی پیدا ہوجاتی ہے۔ کان میں آواز پڑ جانا اگر کسی کی طرف بے اختیار کھینچتا ہے تو کسی کے کلام کی خوبیاں، اس کے جوہر، اس کے ساتھ الفت کا سبب بن جاتی ہیں، کسی کے ساتھ عشق پیدا کرنے کی تدبیر اہلِ فن نے یہ بھی لکھی ہے کہ اس کی خوبیوں کا استحضار کیا جاوے، اس کے غیر کو دل میں جگہ نہ دی جاوے، جیسا کہ عشقِ طبعی میں یہ سب باتیں بے اختیار ہوتی ہیں، کسی کا حسین چہرہ یا ہاتھ نظر پڑ جاتا ہے تو آدمی سعی کرتا ہے، کوشش کرتا ہے کہ بقیہ اعضاء کو دیکھے تاکہ محبّت میں اضافہ ہو، قلب کو تسکین ہو حالانکہ تسکین ہوتی نہیں "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی"۔ کسی کھیت میں بیج ڈالنے کے بعد اگر اس کی آبپاشی کی خبر نہ لی گئی تو پیداوار نہیں ہوتی، اگر کسی کی محبّت دل میں بے اختیار آجانے کے بعد اس کی طرف التفات نہ کیا جاوے تو آج نہیں تو کل دل سے محو ہوجاوے گی، لیکن اس کے خدوخال، سراپا اور رفتار وگفتار کے تصور سے اس قلبی بیج کو سینچتا رہے تو اس میں ہر لمحہ اضافہ ہوگا۔

مکتبِ عشق کے انداز نرالے دیکھے   اس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا

اس سبق کو بھلا دو گے فوراً چھٹی مل جاوے گی، جتنا جتنا یاد کرو گے اتنا ہی جکڑے جاؤ گے۔

اسی طرح کسی قابلِ عشق سے محبّت پیدا کرنی ہو تو اس کے کمالات اس کی دل آویزیوں کا تتبع کرے، جو ہروں کو تلاش کرے اور جس قدر معلوم ہو جاویں اس پر بس نہ کرے بلکہ اس سے زائد کا مُتلاشی ہو کہ فنا ہونے والے محبوب کے کسی ایک عضو کو دیکھنے پر قناعت نہیں کی جاتی، اس سے زیادہ کی ہوس جہاں تک کہ امکان میں ہو باقی رہتی ہے۔ حق سبحانہ وتقدس جو حقیقتاً ہر جمال وحسن کا منبع ہیں اور حقیقتاً دنیا میں کوئی بھی جمال ان کے علاوہ نہیں ہے، یقیناً ایسے محبوب ہیں کہ جن کے کسی جمال وکمال پر بس نہیں، نہ اس کی کوئی غایت، ان ہی بے نہایت کمالات میں سے ان کا کلام بھی ہے جس کے متعلق میں پہلے اجمالاً کہہ چکا ہوں کہ اس انتساب کے بعد پھر کسی کمال کی ضرورت نہیں، عُشاق کے لئے اس انتساب کے برابر اور کون سی چیز ہوگی۔

اے گل بتو خرسندم تو بوئے کسے داری

قطع نظر اس سے کہ اس انتساب کو اگر چھوڑ بھی دیا جاوے کہ اس کا مُوجد کون ہے اور وہ کس کی صفت ہے تو پھر حضورِ اقدس ﷺ کے ساتھ اس کو جو جو نسبتیں ہیں، ایک مسلمان کی فریفتگی کے لئے وہ کیا کم ہیں؟ اگر اس سے بھی قطع نظر کی جائے تو خود کلامِ پاک ہی میں غور کیجئے کہ کون سی خوبی دنیا میں ایسی ہے جو کسی چیز میں پائی جاتی ہے اور کلامِ پاک میں نہ ہو۔

دامانِ نگہ تنگ وگلِ حسن تو بسیار — گل چیں بہارِ تو ز داماں گلہ دارد
فدا ہو آپ کی کس کس ادا پر — ادائیں لاکھ اور بیتاب دل ایک

احادیثِ سابقہ کو غور سے پڑھنے والوں پر مخفی نہیں کہ کوئی بھی چیز دنیا میں ایسی نہیں جس کی طرف احادیثِ بالا میں متوجہ نہ کر دیا ہو اور انواعِ محبّت وافتخار میں سے کسی نوع کا دلدادہ بھی ایسا نہ ہوگا کہ اسی رنگ میں کلام اللہ شریف کی افضلیت وبرتری اس نوع میں کمال درجہ کی نہ بتلا دی گئی ہو، مثلاً کلی اور اجمالی بہترائی جو دنیا بھر کی چیزوں کو شامل ہے ہر جمال وکمال اس میں داخل ہے سب سے پہلی حدیث (۱) نے کلی طور پر ہر چیز سے اس کی افضلیت اور برتری بتلا دی۔ محبّت کی کوئی سی نوع لے لیجئے، کسی شخص کو اسبابِ غیر مُتناہیہ میں سے کسی وجہ سے کوئی پسند آئے، قرآن شریف اسی کلی افضلیت میں اس سے افضل ہے، اس

کے بعد بالعموم جو اسباب تعلّق ومحبّت ہوتے ہیں ۔ جزئیات وتمثیل کے طور سے ان سب پر قرآن شریف کی افضلیت بتلا دی گئی ۔ حدیث (۲) اگر کسی کو ثمرات اور منافع کی وجہ سے کسی سے محبّت ہوتی ہے تو اللہ جَلَّ شَانُہٗ کا وعدہ ہے کہ ہر مانگنے والے سے زیادہ عطا کروں گا۔ اگر کسی کو ذاتی فضیلت، ذاتی جوہر، ذاتی کمال سے کوئی بھاتا ہے تو اللہ جل شانہٗ نے بتلا دیا کہ دنیا کی ہر بات پر قرآن شریف کو اتنی فضیلت ہے جتنی خالق کو مخلوق پر، آقا کو بندوں پر، مالک کو مملوک پر۔

حدیث (۳) اگر کوئی مال ومتاع، حَشم وخَدم اور جانوروں کا گرویدہ ہے اور کسی نوع کے جانور پالنے پر دل کھوئے ہوئے ہے تو جانوروں کے بے مشقت حاصل کرنے سے تحصیل کلامِ پاک کی افضلیت پر متنبہ کر دیا۔

حدیث (۴) اگر کوئی صوفی مُنَش[1] تقدّس وتقویٰ کا بھوکا ہے، اس کے لئے سرگرداں ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلا دیا کہ قرآن کے ماہر کا ملائکہ کے ساتھ شمار ہے جن کے برابر تقویٰ کا ہونا مشکل ہے کہ ایک آن بھی خلافِ اطاعت نہیں گزار سکتے ۔ مزید یہ فضیلت ہے کہ اگر کوئی شخص دوہرا حصہ ملنے سے افتخار کرتا ہے یا اپنی بڑائی اسی میں سمجھتا ہے کہ اس کی رائے دو راؤں کے برابر شمار کی جاوے تو اٹکنے والے کے لئے دوہرا اجر ہے۔

حدیث (۵) اگر کوئی حاسد بداخلاقیوں کا مُتَوالا ہے، دنیا میں حسد ہی کا خوگر ہو گیا ہو، اسکی زندگی حسد سے نہیں ہٹ سکتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلا دیا کہ اس قابل جس کے کمال پر واقعی حسد ہو سکتا ہے وہ حافظِ قرآن ہے ۔ حدیث (۶) اگر کوئی فَوَاکِہ کا متوالا ہے، اس پر جان دیتا ہے، پھل بغیر اس کو چین نہیں پڑتا تو قرآن شریف تُرَنج کی مشابہت رکھتا ہے ۔ اگر کوئی میٹھے کا عاشق ہے، مٹھائی بغیر اس کا گذر نہیں تو قرآن شریف کھجور سے زیادہ میٹھا ہے۔ حدیث (۷) اگر کوئی شخص عزت ووقار کا دلدادہ ہے، ممبری اور کونسل بغیر اس سے نہیں رہا جاتا تو قرآن شریف دنیا وآخرت میں رفع درجات کا ذریعہ ہے ۔ حدیث (۸) اگر کوئی شخص معین ومددگار چاہتا ہے، ایسا جاں نثار چاہتا ہے کہ ہر جھگڑے میں اپنے ساتھی کی طرف سے لڑنے کو تیار رہے تو قرآن شریف سلطانُ السلاطین، مَلِکُ المُلوک شہنشاہ سے اپنے ساتھی کی

[1] مُنَش :۔ خوخصلت

طرف سے جھگڑنے کو تیار ہے۔ مزید یہ فضیلت ہے کہ اگر کوئی نکتہ رس باریک بینیوں میں عمر خرچ کرنا چاہتا ہے، اس کے نزدیک ایک باریک نکتہ حاصل کر لینا دنیا بھر کی لذات سے اعراض کو کافی ہے تو بطنِ قرآن شریف دقائق کا خزانہ ہے۔ مزید یہ فضیلت ہے کہ اسی طرح اگر کوئی شخص مخفی رازوں کا پتہ لگانا کمال سمجھتا ہے، محکمہ سی آئی ڈی میں تجربہ کو ہنر سمجھتا ہے، عمر کھپاتا ہے تو بطنِ قرآن شریف ان اَسرارِ مخفیہ پر متنبہ کرتا ہے جن کی انتہا نہیں۔ حدیث (۹) اگر کوئی شخص اونچے مکان بنانے پر مر رہا ہے، ساتویں منزل پر اپنا خاص کمرہ بنانا چاہتا ہے تو قرآن شریف ساتویں ہزار منزل پر پہنچاتا ہے۔

حدیث (۱۰) اگر کوئی اس کا گرویدہ ہے کہ ایسی سہل تجارت کروں جس میں محنت کچھ نہ ہو اور نفع بہت سا ہو جاوے تو قرآنِ شریف ایک حرف پر دس نیکیاں دلاتا ہے۔

حدیث (۱۱) اگر کوئی تاج وتخت کا بھوکا ہے، اس کی خاطر دنیا سے لڑتا ہے تو قرآن شریف اپنے رفیق کے والدین کو بھی وہ تاج دیتا ہے جس کی چمک دمک کی دنیا میں کوئی نظیر ہی نہیں۔

حدیث (۱۲) اگر کوئی شعبدہ بازی میں کمال پیدا کرتا ہے، آگ ہاتھ پر رکھتا ہے، جلتی دیا سلائی منہ میں رکھ لیتا ہے تو قرآن شریف جہنم تک کی آگ کو اثر کرنے سے مانع ہے۔

حدیث (۱۳) اگر کوئی حُکّام رَسی پر مرتا ہے، اس پر ناز ہے کہ ہمارے ایک خط سے فلاں حاکم نے اس ملزم کو چھوڑ دیا، ہم نے فلاں شخص کو سزا نہیں ہونے دی، اتنی سی بات حاصل کرنے کے لئے جج وکلکٹر کی دعوتوں اور خوشامدوں میں جان ومال ضائع کرتا ہے، ہر روز کسی نہ کسی حاکم کی دعوت میں سرگرداں رہتا ہے تو قرآن شریف اپنے ہر رفیق کے ذریعے ایسے دس شخصوں کو خلاصی دلاتا ہے جن کو جہنم کا حکم مل چکا ہے۔ حدیث (۱۴) اگر کوئی خوشبوؤں پر مرتا ہے، چمن اور پھولوں کا دلدادہ ہے تو قرآن شریف بالچھڑ ہے۔ مزید یہ فضیلت ہے کہ اگر کوئی عطور کا فریفتہ ہے، حنائے مُشکی میں غُسل چاہتا ہو تو کلامِ مجید سراپا مُشک ہے اور غور کرو گے تو معلوم ہو جاوے گا کہ اس مُشک سے اُس مشک کو کچھ بھی نسبت نہیں، چہ نسبت خاک را بہ عالمِ پاک۔

کار زلفِ تست مُشک افشانی اما عاشقاں مصلحت را تہمتے بر آہوئے چیں بستہ اند

حدیث (۱۵) اگر کوئی جوتہ کا آشنا ڈر سے کوئی کام کر سکتا ہے، ترغیب اس کے

لئے کارآمد نہیں تو قرآن شریف سے خالی ہونا گھر کی بربادی کے برابر ہے۔

حدیث (۱۶) اگر کوئی عابد افضل العبادات کی تحقیق میں رہتا ہے اور ہر کام میں اس کا متمنی ہے کہ جس چیز میں زیادہ ثواب ہو اسی میں مشغول رہوں تو قراءتِ قرآن افضل العبادات ہے اور تصریح سے بتلا دیا کہ نفل نماز، روزہ، تسبیح و تہلیل وغیرہ سب سے افضل ہے۔

حدیث (۱۷، ۱۸) بہت سے لوگوں کو حاملہ جانوروں سے دلچسپی ہوتی ہے، حاملہ جانور قیمتی داموں میں خریدے جاتے ہیں۔ حضور ﷺ نے متنبہ فرمادیا اور خصوصیت سے اس جزو کو بھی مثال میں ذکر فرمایا کہ قرآن شریف اس سے بھی افضل ہے۔

حدیث (۱۹) اکثر لوگوں کو صحت کی فکر دامنگیر رہتی ہے، ورزش کرتے ہیں، روزانہ غسل کرتے ہیں، دوڑتے ہیں، علی الصبح تفریح کرتے ہیں۔ اسی طرح سے بعض لوگوں کو رنج و غم، فکر و تشویش دامنگیر رہتی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمادیا کہ سورۂ فاتحہ ہر بیماری کی شفا ہے اور قرآن شریف دلوں کی بیماری کو دور کرنے والا ہے۔

حدیث (۲۰) لوگوں کے افتخار کے اسباب گذشتہ افتخارات کے علاوہ اور بھی بہت سے ہوتے ہیں جن کا احاطہ مشکل ہے۔ اکثر اپنے نسب پر افتخار ہوتا ہے، کسی کو اپنی عادتوں پر، کسی کو اپنی ہردلعزیزی پر، کسی کو اپنے حسنِ تدبیر پر۔ حضور ﷺ نے فرمادیا کہ حقیقتاً قابلِ افتخار جو چیز ہے وہ قرآن شریف ہے اور کیوں نہ ہو کہ درحقیقت ہر جمال و کمال کو جامع ہے۔

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حدیث (۲۱) اکثر لوگوں کو خزانہ جمع کرنے کا شوق ہوتا ہے، کھانے اور پہننے میں تنگی کرتے ہیں، تکالیف برداشت کرتے ہیں اور ننانوے کے پھیر میں ایسے پھنس جاتے ہیں جس سے نکلنا دشوار ہوتا ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ذخیرہ کے قابل کلامِ پاک ہے، جتنا دل چاہے آدمی جمع کرے کہ اس سے بہتر کوئی خزینہ نہیں۔

حدیث (۲۲) اسی طرح اگر برقی روشنیوں کا آپ کو شوق ہے، آپ اپنے کمرے میں دس قمقمے بجلی کے اس لئے نصب کرتے ہیں کہ کمرہ جگمگا اٹھے تو قرآن شریف سے بڑھ کر نورانیت کس چیز میں ہو سکتی ہے؟ مزید برآں یہ کہ اگر آپ اس پر جان دیتے ہیں کہ آپ

کے پاس ہدایا آیا کریں، دوست روزانہ کچھ نہ کچھ بھیجتے رہا کریں تو آپ توسیعِ تعلقات اسی کی خاطر کرتے ہیں، جو دوست آشنا اپنے باغ کے پھلوں میں آپ کا حصّہ نہ لگائے تو آپ اس کی شکایت کرتے ہیں تو قرآن شریف سے بہتر تحائف دینے والا کون ہے کہ سکینہ اس کے پاس بھیجی جاتی ہے۔ پس آپ کے کسی پر مرنے کی اگر یہی وجہ ہے کہ وہ آپ کے پاس روزانہ کچھ نذرانہ لاتا ہے تو قرآن شریف میں اسکا بھی بدل ہے۔ اگر آپ خواہاں ہیں اور آپ کسی وزیر کے اس لئے ہر وقت قدم چومتے ہیں کہ وہ دربار میں آپ کا ذکر کردے گا، کسی پیش کار کی اس لئے خوشامد کرتے ہیں کہ وہ کلکٹر کے یہاں آپ کی کچھ تعریف کردے گا یا کسی کی آپ اس لئے چاپلوسی کرتے ہیں کہ محبوب کی مجلس میں آپ کا ذکر کردے تو قرآن شریف احکمُ الحاکمین محبوبِ حقیقی کے دربار میں آپ کا ذکر خود محبوب و آقا کی زبان سے کراتا ہے۔ حدیث (۲۳) اگر آپ اس کے جویاں رہتے ہیں کہ محبوب کو سب سے زیادہ مرغوب چیز کیا ہے کہ اس کے مہیّا کرنے میں پہاڑوں سے دودھ کی نہر نکالی جائے تو قرآن شریف کے برابر آقا کو کوئی چیز بھی مرغوب نہیں۔ حدیث (۲۴) اگر آپ درباری بننے میں عمر کھپا رہے ہیں، سلطان کے مُصاحِب بننے کے لئے ہزار تدبیر اختیار کرتے ہیں تو کلام اللہ شریف کے ذریعے آپ اس بادشاہ کے مُصاحِب شمار ہوتے ہیں جس کے سامنے کسی بڑے سے بڑے کی بادشاہت کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔ مزید برآں کتنے تعجب کی بات ہے کہ لوگ کونسل کی ممبری کے لئے اور اتنی سی بات کے لئے کہ کلکٹر صاحب شکار میں جاویں تو آپ کو بھی ساتھ لے لیں، آپ کس قدر قربانیاں کرتے، راحت و آرام، جان و مال نثار کرتے ہیں، لوگوں سے کوشش کراتے ہیں، دین اور دنیا دونوں کو برباد کرتے ہیں، صرف اس لئے کہ آپ کی نگاہ میں اس سے آپ کا اعزاز ہوتا ہے تو پھر کیا حقیقی اعزاز کے لئے، حقیقی حاکم و بادشاہ کی مُصاحبت کے لئے واقعی درباری بننے کے لئے آپ کو ذرا سی توجہ کی بھی ضرورت نہیں۔ آپ اس نمائشی اعزاز پر عمر خرچ کیجئے، مگر خدارا! اس عمر کا تھوڑا سا حصّہ، عمر دینے والے کی خوشنودی کیلئے بھی تو خرچ کیجئے۔ حدیث (۲۵) اسی طرح اگر آپ میں چشتیت پھونک دی گئی ہے اور ان مجالس بغیر آپ کو قرار نہیں تو مجالسِ تلاوت اس سے کہیں زیادہ دل کو پکڑنے والی ہیں اور بڑے سے بڑے مستغنی کے کان اپنی طرف متوجہ کر لیتی

ہیں۔حدیث (۲۶) اسی طرح اگر آپ آقا کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں تو تلاوت کیجئے۔ حدیث (۲۷) اور آپ اسلام کے مدعی ہیں، مسلم ہونے کا دعویٰ ہے تو حکم ہے نبی کریم ﷺ کا کہ قرآن شریف کی ایسی تلاوت کرو جیسا کہ اس کا حق ہے، اگر آپ کے نزدیک اسلام صرف زبانی جمع خرچ نہیں ہے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی فرماں برداری سے بھی آپ کے اسلام کو کوئی سروکار ہے تو یہ اللہ کا فرمان ہے اور اس کے رسول کی طرف سے اس کی تلاوت کا حکم ہے۔مزید برآں اگر آپ میں قومی جوش بہت زور کرتا ہے، ترکی ٹوپی کے آپ صرف اس لئے دلدادہ ہیں کہ وہ آپ کے نزدیک خالص اسلامی لباس ہے، قومی شعار میں آپ بہت خاص دلچسپی رکھتے ہیں، ہر طرح اس کے پھیلانے کی آپ تدبیریں اختیار کرتے ہیں، اخبارات میں مضامین شائع کرتے ہیں، جلسوں میں ریزولیوشن پاس کرتے ہیں تو اللہ کا رسول ﷺ آپ کو حکم دیتا ہے کہ جس قدر ممکن ہو قرآن شریف کو پھیلاؤ۔

بے جا نہ ہوگا اگر میں یہاں پہنچ کر سربرآوردگانِ قوم کی شکایت کروں کہ قرآنِ پاک کی اِشاعت میں آپ کی طرف سے کیا اِعانت ہوتی ہے اور یہی نہیں بلکہ خدارا! ذرا غور سے جواب دیجئے کہ اس کے سلسلہ کو بند کرنے میں آپ کا کس قدر حصّہ ہے؟ آج اس کی تعلیم کو بیکار بتلایا جاتا ہے، اضاعتِ عمر سمجھا جاتا ہے، اس کو بیکار دماغ سوزی اور بے نتیجہ عَرق ریزی کہا جاتا ہے۔ممکن ہے کہ آپ اس کے موافق نہ ہوں، لیکن ایک جماعت جب ہمہ تن اس میں کوشاں ہے تو کیا آپ کا سکوت اس کی اعانت نہیں ہے، مانا کہ آپ اس خیال سے بیزار ہیں، مگر آپ کی اس بیزاری نے کیا فائدہ دیا۔

ہم نے مانا کہ تغافُل نہ کرو گے لیکن خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک

آج اس کی تعلیم پر بڑے زور سے اس لئے انکار کیا جاتا ہے کہ مسجد کے مُلاّنوں نے اپنے ٹکڑوں کے لئے دھندا کر رکھا ہے، گویہ عامّۂ نیتوں پر حملہ ہے جو بڑی سخت ذمہ داری ہے اور اپنے وقت پر اس کا ثبوت دینا ہوگا، مگر میں نہایت ہی ادب سے پوچھتا ہوں کہ خدارا! ذرا اس کو تو غور کیجئے کہ ان خودغرض مُلانوں کی ان خودغرضیوں کے ثمرات آپ دنیا میں کیا دیکھ رہے ہیں اور آپ کی ان بےغرضانہ تجاویز کے ثمرات کیا ہوں گے اور نشر و اشاعت

کلامِ پاک میں آپ کی ان مفید تجاویز سے کس قدر مدد ملے گی، بہر حال حضور ﷺ کا ارشاد آپ کے لئے قرآن شریف کے پھیلانے کا ہے۔ اس میں آپ خود ہی فیصلہ کر لیجئے کہ اس ارشادِ نبوی کا کس درجہ اِمتثال آپ کی ذات سے ہوا اور ہو رہا ہے۔

دیکھیے ایک دوسری بات کا بھی خیال رکھیں، بہت سے لوگوں کا یہ خیال ہوتا ہے کہ ہم اس خیال میں شریک نہیں تو ہم کو کیا، مگر اس سے آپ اللہ کی پکڑ سے بچ نہیں سکتے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضورِ اکرم ﷺ سے پوچھا تھا: اَنُهْلَكُ وَفِيْنَا الصَّالِحُوْنَ؟ قَالَ: نَعَمْ، اِذَا كَثُرَ الْخُبْثُ (کیا ہم ایسی حالت میں ہلاک ہو جاویں گے کہ ہم میں صلحاء موجود ہوں؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں! جب خباثت غالب ہو جائے)۔ اسی طرح ایک روایت میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے ایک گاؤں کے الٹ دینے کا حکم فرمایا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اس میں فلاں بندہ ایسا ہے کہ جس نے کبھی گناہ نہیں کیا۔ ارشاد ہوا کہ صحیح ہے، مگر یہ میری نافرمانی ہوتے ہوئے دیکھتا رہا اور کبھی اس کی پیشانی پر بل نہیں پڑا۔ درحقیقت علماء کو یہی امور مجبور کرتے ہیں کہ وہ ناجائز امور کو دیکھ کر ناگواری کا اظہار کریں جس کو ہمارے روشن خیال تنگ نظری سے تعبیر کرتے ہیں۔ آپ حضرات اپنی اس وسعتِ خیالی اور وسعتِ اخلاق پر مطمئن نہ رہیں کہ یہ فریضہ صرف علماء ہی کے ذمہ نہیں، ہر اس شخص کے ذمہ ہے جو کسی ناجائز بات کا وقوع دیکھے اور اس پر ٹوکنے کی قدرت رکھتا ہو پھر نہ ٹوکے۔ بلال بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ معصیت جب مخفی طور سے کی جاتی ہے تو اس کا وبال صرف کرنے والے پر ہوتا ہے، لیکن جب کھلم کھلا کی جاوے اور اس پر انکار نہ کیا جاوے تو اس کا وبال عام ہوتا ہے۔

حدیث (۲۸) اسی طرح اگر آپ تاریخ کے دلدادہ ہیں جہاں کہیں معتبر تاریخ، پرانی تاریخ آپ کو ملتی ہے آپ اس کے لئے سفر کرتے ہیں تو قرآن شریف میں تمام ایسی کتب کا بدل موجود ہے جو قُرونِ سابقہ میں حجت و معتبر مانی گئی ہیں۔

حدیث (۲۹) اگر آپ اس قدر اونچے مرتبے کے متمنی ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کو آپ کی مجلس میں بیٹھنے اور شریک ہونے کا حکم ہو تو یہ بات بھی صرف کلامُ اللہ شریف میں ہی ملے گی۔ حدیث (۳۰) اگر آپ اس قدر کاہل ہیں کہ کچھ کر ہی نہیں سکتے تو بے محنت، بے مشقت اِکرام بھی آپ کو صرف کلامُ اللہ شریف میں ملے گا کہ چُپ چاپ کسی مکتب میں

بیٹھے، بچوں کا کلام مجید سنے جایئے اور مفت کا ثواب لیجئے۔

حدیث (۳۱) اگر آپ مختلف اَلوان کے گرویدہ ہیں، ایک نوع سے اکتا جاتے ہیں تو قرآن شریف کے معنی میں مختلف اَلوان، مختلف مضامین حاصل کیجئے، کہیں رحمت، کہیں عذاب، کہیں قصے، کہیں احکام، اور کیفیت تلاوت میں کبھی پکار کر پڑھیں اور کبھی آہستہ۔ حدیث (۳۲) اگر آپ کی سیہ کاریاں حد سے متجاوز ہیں اور مرنے کا آپ کو یقین بھی ہے تو پھر تلاوتِ کلامِ پاک میں ذرا بھی کوتاہی نہ کیجئے کہ اس درجہ کا سفارشی نہ ملے گا اور پھر ایسا کہ جس کی سفارش کے قبول ہونے کا یقین بھی ہو۔ حدیث (۳۳) اسی طرح اگر آپ اس قدر باوقار واقع ہوئے ہیں کہ جھگڑالو سے گھبراتے ہیں۔ لوگوں کے جھگڑے کے ڈر سے آپ بہت سی قربانیاں کر جاتے ہیں تو قرآن شریف کے مطالبہ سے ڈریئے کہ اس جیسا جھگڑالو آپ کو نہ ملے گا۔ فَرِیقَین کے جھگڑے میں ہر شخص کا کوئی نہ کوئی طرفدار ہوتا ہے، مگر اس کے جھگڑنے میں اس کی تصدیق کی جاتی ہے اور ہر شخص اسی کو سچا بتلائے گا اور آپ کا کوئی طرف دار نہ ہوگا۔ حدیث (۳۴) اگر آپ کو ایسا رہبر درکار ہے اور اس پر آپ قربان ہیں جو محبوب کے گھر تک پہنچا دے تو تلاوت کیجئے اور اگر آپ اس سے ڈرتے ہیں کہ کہیں جیل خانہ نہ ہو جائے تو ہر حالت میں قرآن شریف کی تلاوت بغیر چارہ نہیں۔

حدیث (۳۵) اگر آپ علومِ انبیاء علیہم السلام حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اس کے گرویدہ اور شیدائی ہیں تو قرآن شریف پڑھئے اور جتنا چاہے کمال پیدا کیجئے۔ اسی طرح اگر آپ بہترین اخلاق پر جان دینے کو تیار ہیں تو بھی تلاوت کی کثرت کیجئے۔ حدیث (۳۶) اگر آپ کا مچلا ہوا دل ہمیشہ شملہ اور منصوری کی چوٹیوں ہی پر تفریح میں بہلتا ہے اور سَو جان سے آپ ایک پہاڑ کے سفر پر قربان ہیں تو قرآنِ پاک مُشک کے پہاڑوں پر ایسے وقت میں تفریح کراتا ہے کہ تمام عالم میں نفسانفسی کا زور ہو۔ حدیث (۳۷، ۳۸، ۳۹) اگر آپ زاہدوں کی اعلیٰ فہرست میں شمار چاہتے ہیں اور رات دن نوافل سے آپ کو فرصت نہیں تو کلامِ پاک سیکھنا، سکھانا اس سے پیش پیش ہے۔ حدیث نمبر (۴۰) اگر دنیا کے ہر جھگڑے سے آپ نجات چاہتے ہیں، ہر مخمصہ سے آپ علیحدہ رہنے کے دلدادہ ہیں تو صرف قرآنِ پاک ہی میں ان سے مخلصی ہے۔

حدیثِ خاتمہ

حدیث (۱) اگر آپ کسی طبیب کے ساتھ وابستگی چاہتے ہیں تو سورۂ فاتحہ میں ہر بیماری کی شفاہے۔

حدیث (۲) اگر آپ کی بے نہایت غرضیں پوری نہیں ہوتیں تو کیوں روزانہ سورۂ یٰسٓ کی تلاوت آپ نہیں کرتے؟۔

حدیث (۳) اگر آپ کو پیسہ کی محبّت ایسی ہے کہ اس کے بغیر آپ کسی کے بھی نہیں تو کیوں روزانہ سورۂ واقعہ کی تلاوت نہیں کرتے۔ حدیث (۴) اگر آپ کو عذابِ قبر کا خوف دامن گیر ہے اور آپ اس کے متحمل نہیں تو اس کے لئے بھی کلامِ پاک میں نجات ہے۔ حدیث (۵) اور اگر آپ کو کوئی دائمی مشغلہ درکار ہے کہ جس میں آپ کے مبارک اوقات ہمیشہ مصروف رہیں تو قرآنِ پاک سے بڑھ کر نہ ملے گا۔ حدیث (۶، ۷) مگر ایسا نہ ہو کہ یہ دولت حاصل ہونے کے بعد چھن جاوے کہ سلطنت ہاتھ آنے کے بعد پھر ہاتھ سے نکل جانا زیادہ حسرت وخسران کا سبب ہوتا ہے اور کوئی حرکت ایسی بھی نہ کر جایئے کہ نیکی برباد گناہ لازم۔ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ۔

مجھ سا ناکارہ قرآنِ پاک کی خوبیوں پر کیا متنبہ ہوسکتا ہے۔ ناقص سمجھ کے موافق جو ظاہری طور پر سمجھ میں آیا ظاہر کردیا، مگر اہلِ فہم کے لئے غور کا راستہ ضرور کھل گیا، اس لئے کہ اسبابِ محبت جن کو اہلِ فن نے کسی کے ساتھ محبّت کا ذریعہ بتلایا ہے پانچ چیز میں منحصر ہے: اول اپنا وجود کہ طبعًا آدمی اس کو محبوب رکھتا ہے، قرآن شریف میں حوادث سے امن ہے اس لئے وہ اپنی حیات وبقا کا سبب ہے، دوسرے طبعی مناسبت جس کے متعلق اس سے زیادہ وضاحت کیا کرسکتا ہوں کہ کلام، صفتِ الٰہی ہے اور مالک اور مملوک، آقا اور بندہ میں جو مناسبت ہے وہ واقفوں سے مخفی نہیں۔

ہست رَبّ النّاس رابا جانِ ناس اِتصال بے تکیف و بے قیاس
سب سے ربطِ آشنائی ہے اسے دِل میں ہر اک کے رسائی ہے اسے

تیسرے جمال، چوتھے کمال، پانچویں احسان۔ ان ہر سہ امور کے متعلق احادیث بالا

میں اگر غور فرمائیں گے تو نہ صرف اس جمال وکمال پر جس کی طرف ایک ناقصُ الفہم نے اشارہ کیا ہے اقتصار کریں گے بلکہ وہ خود بے تردُّد اس اَمر تک پہنچیں گے کہ عزت وافتخار، شوق وسکون، جمال وکمال، اکرام واحسان، لذت وراحت، مال ومتاع غرض کوئی بھی ایسی چیز نہ پاویں گے جو محبت کے اسباب میں ہوسکتی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر تنبیہ فرما کر قرآن شریف کو اسی نوع میں اس سے افضل ارشاد نہ فرمایا ہو، البتہ حجاب میں مستور ہونا دنیا کے لوازمات میں سے ہے، لیکن عقلمند شخص اس وجہ سے کہ لیچی[1] کا چھلکا خاردار ہے اس کے گودہ سے اعراض نہیں کرتا اور کوئی دل کھویا ہوا اپنی محبوبہ سے اس لئے نفرت نہیں کرتا کہ وہ اس وقت برقعہ میں ہے، پردہ کے ہٹانے کی ہر ممکن سے ممکن کوشش کرے گا اور کامیاب نہ بھی ہوسکا تو اس پردہ کے اوپر ہی سے آنکھیں ٹھنڈی کرے گا۔ اس کا یقین ہوجاوے کہ جس کی خاطر برسوں سے سرگرداں ہوں وہ اسی چادر میں ہے، ممکن نہیں کہ پھر اس چادر سے نگاہ ہٹ سکے۔ اسی طرح قرآنِ پاک کے ان فضائل ومناقب اور کمالات کے بعد اگر وہ کسی حجاب کی وجہ سے محسوس نہیں ہوتے تو عاقل کا کام نہیں کہ اس سے بے توجہی اور لاپرواہی کرے، بلکہ اپنی تقصیر اور نقصان پر افسوس کرے اور کمالات میں غور۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اگر قلوب نجاست سے پاک ہوجاویں تو تلاوتِ کلام اللہ سے کبھی بھی سیری نہ ہو۔ ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بیس برس میں نے کلامِ پاک کو مشقت سے پڑھا اور بیس برس سے مجھے اس کی ٹھنڈک پہنچ رہی ہے، پس جو شخص بھی معاصی سے توبہ کے بعد غور کرے گا کلامِ پاک کو ''آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری'' کا مصداق پائے گا۔ اے کاش! کہ ان الفاظ کے معنی مجھ پر بھی صادق آتے۔ میں ناظرین سے یہ بھی درخواست کروں گا کہ کہنے والے کی طرف التفات نہ فرمائیں کہ میری ناکارگی آپ کو اہم مقصود سے نہ روکے، بلکہ بات کی طرف توجہ فرمائیں اور جہاں سے یہ امور ماخوذ ہیں اس کی طرف التفات کیجئے کہ میں درمیان میں صرف نقل کا واسطہ ہوں۔

یہاں تک پہنچنے کے بعد اللہ کی ذات سے بعید نہیں کہ وہ کسی دل میں حفظِ قرآن پاک کا ولولہ پیدا کردے۔ پس اگر بچہ کو حفظ کرانا ہے تو اس کے لئے کسی عمل کی ضرورت نہیں کہ

[1] لیچی:- ایک کھردرے چھلکے والا سرخی مائل شیریں پھل۔

بچپن کی عمر خود حفظ کے لئے مُعین و مُجرّب ہے، البتہ اگر کوئی شخص بڑی عمر میں حفظ کا ارادہ کرے تو اس کیلئے حضورِ اقدس ﷺ کا ارشاد فرمایا ہوا ایک مجرب عمل لکھتا ہوں جس کو ترمذی حاکم وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں حضورِ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جاویں قرآنِ پاک میرے سینے سے نکل جاتا ہے، جو یاد کرتا ہوں وہ محفوظ نہیں رہتا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں تجھے ایسی ترکیب بتلاؤں کہ جو تجھے بھی نفع دے اور جس کو تو بتلا دے اس کے لئے بھی نافع ہو اور جو کچھ تو سیکھے وہ محفوظ رہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دریافت کرنے پر حضورِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب جمعہ کی شب آوے تو اگر یہ ہو سکتا ہو کہ رات کے اخیر تہائی حصہ میں اُٹھے تو یہ بہت ہی اچھا ہے کہ یہ وقت ملائکہ کے نازل ہونے کا ہے اور دعا اس وقت میں خاص طور سے قبول ہوتی ہے۔ اسی وقت کے انتظار میں حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے کہا تھا "سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَکُمْ رَبِّیْ" عنقریب میں تمہارے لئے اپنے رب سے مغفرت طلب کروں گا (یعنی جمعہ کی رات کے آخری حصہ میں)۔ پس اگر اس وقت میں جاگنا دشوار ہو تو آدھی رات کے وقت، اور یہ بھی نہ ہو سکے تو پھر شروع ہی رات میں کھڑا ہو اور چار رکعت نفل اس طرح پڑھے کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ یٰسٓ شریف پڑھے اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ دُخان اور تیسری رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ الٓمّٓ سجدہ[1] اور چوتھی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ ملک پڑھے اور جب التحیات سے فارغ ہو جاوے تو اوّل حق تعالیٰ شانہٗ کی خوب حمد و ثنا کر، اس کے بعد مجھ پر درود و سلام بھیج، اس کے بعد تمام انبیاء علیہم السلام پر درود بھیج، اس کے بعد تمام مومنین کے لئے اور ان تمام مسلمان بھائیوں کے لئے جو تجھ سے پہلے مر چکے ہیں استغفار کر اور اس کے بعد یہ دعا پڑھ۔

ف: دعا آگے آرہی ہے اس کے ذکر سے قبل مناسب ہے کہ حمد و ثنا وغیرہ جن کا

[1] ترتیب قرآن میں یہ سورت پہلی دونوں سورتوں سے مقدم ہے۔ مگر اول تو نوافل میں فقہاء نے اس قسم کی گنجائش فرمائی ہے، دوسرے نوافل کا ہر شفعہ مستقل نماز کا حکم رکھتا ہے اور اس شفعہ کی دونوں سورتیں آپس میں مرتب ہیں اس لئے کوئی کراہت نہیں۔ ھکذا فی الکوکب الدری وھامشہ۔

حضور ﷺ نے حکم فرمایا ہے دوسری روایات سے جن کو شُروح حِصن اور مُناجاتِ مقبول وغیرہ میں نقل کیا ہے، مختصر طور پر ایک ایک دعا نقل کر دی جاوے تاکہ جو لوگ اپنے طور سے نہیں پڑھ سکتے وہ اس کو پڑھیں اور جو حضرات خود پڑھ سکتے ہیں وہ اس پر قناعت نہ کریں بلکہ حمد و صلوٰۃ کو بہت اچھی طرح سے مبالغہ سے پڑھیں۔ دعا یہ ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ عَدَدَ خَلْقِهٖ، وَرِضَا نَفْسِهٖ، وَزِنَةَ عَرْشِهٖ، وَ مِدَادَ كَلِمٰتِهٖ، اَللّٰهُمَّ لَآ اُحْصِيْ ثَنَآءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الْهَاشِمِيِّ، وَعَلٰى اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهِ الْبَرَرَةِ الْكِرَامِ، وَعَلٰى سَائِرِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَالْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ، رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۝ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِجَمِيْعِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ، اِنَّكَ سَمِيْعٌ مُّجِيْبُ الدَّعْوَاتِ ط	تمام تعریف جہانوں کے پروردگار کے لئے ہے ایسی تعریف جو اس کی مخلوقات کے اعداد کے برابر ہو، اس کی مرضی کے موافق ہو، اس کے عرش کے وزن کے برابر ہو، اس کے کلمات کی سیاہیوں کے برابر ہو۔ اے اللہ! میں تیری تعریف کا احاطہ نہیں کر سکتا، تو ایسا ہی ہے جیسا کہ تو نے اپنی تعریف خود بیان کی۔ اے اللہ! ہمارے سردار نبی امی اور ہاشمی پر درود و سلام اور برکات نازل فرما اور تمام نبیوں اور رسولوں اور ملائکہ مقربین پر بھی۔ اے ہمارے رب! ہماری اور ہم سے پہلے مسلمانوں کی مغفرت فرما اور ہمارے دلوں میں مومنین کی طرف سے کینہ پیدا نہ کر۔ اے ہمارے رب! تو مہربان اور رحیم ہے۔ اے اِلٰہ العالمین! میری اور میرے والدین کی اور تمام مومنین اور مسلمانوں کی مغفرت فرما، بیشک تو دعاؤں کو سننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔

اس کے بعد وہ دعا پڑھے جو حضورِ اقدس ﷺ نے حدیثِ بالا میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تعلیم فرمائی اور وہ یہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ [1] ارْحَمْنِيْ بِتَرْكِ الْمَعَاصِيْ اَبَدًا مَّا اَبْقَيْتَنِيْ، وَارْحَمْنِيْ اَنْ اَتَكَلَّفَ مَالَا يَعْنِيْنِيْ، وَارْزُقْنِيْ حُسْنَ النَّظْرِ فِيْمَا يُرْضِيْكَ عَنِّيْ، اَللّٰهُمَّ بَدِيْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ذَاالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ وَالْعِزَّةِ الَّتِيْ لَا تُرَامُ، اَسْئَلُكَ يَا اَللّٰهُ! يَا رَحْمٰنُ! بِجَلَالِكَ وَنُوْرِ وَجْهِكَ اَنْ تُلْزِمَ قَلْبِيْ حِفْظَ كِتَابِكَ كَمَا عَلَّمْتَنِيْ، وَارْزُقْنِيْ اَنْ اَقْرَاَهٗ عَلَى النَّحْوِ الَّذِيْ يُرْضِيْكَ عَنِّيْ، اَللّٰهُمَّ بَدِيْعَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ذَاالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ وَالْعِزَّةِ الَّتِيْ لَا تُرَامُ، اَسْئَلُكَ يَا اَللّٰهُ! يَا رَحْمٰنُ! بِجَلَالِكَ وَنُوْرِ وَجْهِكَ اَنْ تُنَوِّرَ بِكِتَابِكَ بَصَرِيْ، وَاَنْ تُطْلِقَ بِهٖ لِسَانِيْ، وَ اَنْ تُفَرِّجَ بِهٖ عَنْ قَلْبِيْ، وَاَنْ تَشْرَحَ بِهٖ صَدْرِيْ، وَ اَنْ تَغْسِلَ بِهٖ بَدَنِيْ؛ فَاِنَّهٗ لَا يُعِيْنُنِيْ عَلَى الْحَقِّ غَيْرُكَ وَلَا يُؤْتِيْهِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ط

اے اِلٰہَ الْعَالَمِین! مجھ پر رحم فرما کہ جب تک میں زندہ رہوں گناہوں سے بچتا رہوں اور مجھ پر رحم فرما کہ میں بیکار چیزوں میں کلفت نہ اٹھاؤں، اور اپنی مرضیات میں خوش نظری مرحمت فرما۔ اے اللہ! اے زمین اور آسمان کے بے نمونہ پیدا کرنے والے! اے عظمت و بزرگی والے اور اس غلبہ یا عزت کے مالک جس کے حصول کا ارادہ بھی ناممکن ہے۔ اے اللہ! اے رحمٰن! میں تیری بزرگی اور تیری ذات کے نور کے طفیل تجھ سے مانگتا ہوں کہ جس طرح تو نے اپنی کلام پاک مجھے سکھا دی اسی طرح اس کی یاد بھی میرے دل سے چسپاں کر دے اور مجھے توفیق عطا فرما کہ میں اس کو اس طرح پڑھوں جس سے تو راضی ہو جاوے۔ اے اللہ! زمین اور آسمانوں کے بے نمونہ پیدا کرنے والے، اے عظمت اور بزرگی والے اور اس غلبہ یا عزت کے مالک جس کے حصول کا ارادہ بھی ناممکن۔ اے اللہ! اے رحمٰن! میں تیری بزرگی اور تیری ذات کے نور کے طفیل تجھ سے مانگتا ہوں کہ تو میری نظر کو اپنی کتاب کے نور سے منور کر دے اور میری زبان کو اس پر جاری کر دے اور اس کی برکت سے میرے دل کی تنگی کو دور کر دے اور میرے سینے کو کھول دے اور اس کی برکت سے میرے جسم کے گناہوں کا میل دھو دے کہ حق پر تیرے سوا میرا کوئی مددگار نہیں اور تیرے سوا میری

[1] حضور ﷺ کی ارشاد فرمائی ہوئی دعا یہ ہے۔

یہ آرزو کوئی پوری نہیں کرسکتا، اور گناہوں سے بچنا یا عبادت پر قدرت نہیں ہوسکتی، مگر اللہ برتر و بزرگی والے کی مدد سے۔

پھر حضورِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے علی! اس عمل کو تین جمعہ یا پانچ جمعہ یا سات جمعہ کر، ان شاء اللہ دعا ضرور قبول کی جائے گی۔ قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے مجھے نبی بنا کر بھیجا ہے کسی مومن سے بھی قبولیتِ دعا نہ چوکے گی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ کو پانچ یا سات ہی جمعہ گذرے ہونگے کہ وہ حضور ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! پہلے میں تقریباً چار آیتیں پڑھتا تھا اور وہ بھی مجھے یاد نہ ہوتی تھیں اور اب تقریباً چالیس آیتیں پڑھتا ہوں اور ایسی از بر ہو جاتی ہیں کہ گویا قرآن شریف میرے سامنے کھلا ہوا رکھا ہے اور پہلے میں حدیث سنتا تھا اور جب اس کو دوبارہ کہتا تھا تو ذہن میں نہیں رہتی تھی اور اب احادیث سنتا ہوں اور جب دوسروں سے نقل کرتا ہوں تو ایک لفظ بھی نہیں چھوٹتا۔

حق تعالیٰ شانہٗ اپنے نبی ﷺ کی رحمت کے طفیل مجھے بھی قرآن و حدیث کے حفظ کی توفیق عطا فرماویں اور تمہیں بھی۔ وَصَلَّى اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

تَکْمِلَہ

اوپر جو چہل حدیث لکھی گئی ہے ایک خاص مضمون کے ساتھ مخصوص ہونے کی وجہ سے اس میں اختصار کی رعایت نہیں ہوسکی۔ اس زمانے میں چونکہ ہمتیں نہایت پست ہوگئی ہیں، دین کے لئے کسی معمولی سی مشقت کا بھی برداشت کرنا گراں ہے اس لئے ایک اس جگہ دوسری چہل حدیث نقل کرتا ہوں جو نہایت ہی مختصر ہے اور نبی کریم ﷺ سے ایک ہی جگہ منقول ہے، اس کے ساتھ ہی بڑی خوبی اس میں یہ ہے کہ مُہمّاتِ دینیہ کو ایسی جامع ہے کہ اس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ ''کنزالعمال'' میں قُدمائے محدثین کی ایک جماعت کی طرف اس کا انتساب کیا ہے اور متاخرین میں سے مولانا قطبُ الدین صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے

بھی اس کو ذکر فرمایا ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ دین کے ساتھ وابستگی رکھنے والے حضرات کم از کم اس کو ضرور حفظ کر لیں کہ کوڑیوں میں لعل (موتی) ملتے ہیں۔ وہ حدیث یہ ہے:

عَنْ سَلْمَانَ ﷺ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْاَرْبَعِيْنَ حَدِيْثًا الَّتِيْ قَالَ: مَنْ حَفِظَهَا مِنْ اُمَّتِيْ دَخَلَ الْجَنَّةَ، قُلْتُ: وَمَا هِيَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: [۱] اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ [۲] وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ [۳] وَالْمَلٰئِكَةِ [۴] وَالْكُتُبِ [۵] وَالنَّبِيِّيْنَ [۶] وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ [۷] وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَاَنْ [۸] تَشْهَدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ [۹] وَتُقِيْمَ الصَّلٰوةَ بِوُضُوْءٍ سَابِغٍ كَامِلٍ لِوَقْتِهَا [۱۰] وَتُؤْتِيَ الزَّكٰوةَ [۱۱] وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ [۱۲] وَتَحُجَّ الْبَيْتَ اِنْ كَانَ لَكَ مَالٌ [۱۳] وَتُصَلِّيَ اثْنَتَيْ عَشَرَةَ رَكْعَةً فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ [۱۴] وَالْوِتْرَ لَا تَتْرُكْهُ فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ [۱۵] وَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ شَيْئًا [۱۶] وَلَا تَعُقَّ وَالِدَيْكَ [۱۷] وَلَا تَاْكُلْ مَالَ الْيَتِيْمِ ظُلْمًا [۱۸] وَّ لَا تَشْرَبِ الْخَمْرَ [۱۹] وَلَا تَزْنِ [۲۰] وَلَا تَحْلِفْ بِاللّٰهِ كَاذِبًا [۲۱] وَّ لَا تَشْهَدْ شَهَادَةَ زُوْرٍ [۲۲] وَّلَا تَعْمَلْ بِالْهَوٰى [۲۳] وَلَا تَغْتَبْ اَخَاكَ الْمُسْلِمَ [۲۴] وَلَا تَقْذِفِ الْمُحْصَنَةَ [۲۵] وَلَا تَغُلَّ اَخَاكَ الْمُسْلِمَ [۲۶] وَلَا تَلْعَبْ [۲۷] وَلَا تَلْهُ مَعَ اللَّاهِيْنَ [۲۸] وَلَا تَقُلْ لِلْقَصِيْرِ: يَاقَصِيْرُ، تُرِيْدُ بِذٰلِكَ عَيْبَهٗ [۲۹] وَلَا تَسْخَرْ بِاَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ [۳۰] وَلَا تَمْشِ بِالنَّمِيْمَةِ بَيْنَ الْاَخَوَيْنِ [۳۱] وَاشْكُرِ اللّٰهَ تَعَالٰى عَلٰى نِعْمَتِهٖ [۳۲] وَاصْبِرْ عَلَى الْبَلَاءِ وَالْمُصِيْبَةِ [۳۳] وَلَا تَاْمَنْ مِنْ عِقَابِ اللّٰهِ [۳۴] وَلَا تَقْطَعْ اَقْرِبَائَكَ [۳۵] وَصِلْهُمْ [۳۶] وَلَا تَلْعَنْ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِ اللّٰهِ [۳۷] وَاَكْثِرْ مِنَ التَّسْبِيْحِ وَالتَّكْبِيْرِ وَالتَّهْلِيْلِ [۳۸] وَلَا تَدَعْ حُضُوْرَ الْجُمُعَةِ وَالْعِيْدَيْنِ [۳۹] وَاعْلَمْ اَنَّ مَا اَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَكَ وَمَا اَخْطَاَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيْبَكَ [۴۰] وَلَا تَدَعْ قِرَاءَةَ الْقُرْاٰنِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ. (رواه الحافظ أبو القاسم بن عبدالرحمن بن محمد بن إسحاق بن مندة، والحافظ ابو الحسن على بن أبي القاسم بن بابويه الرازي في الاربعين وابن عساكر والرافعي عن سلمان)

ترجمہ: سلمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ وہ چالیس حدیثیں جن کے بارے میں یہ کہا ہے کہ جو ان کو یاد کر لے جنّت میں داخل ہوگا وہ کیا ہیں؟ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(۱) اللہ پر ایمان لاوے یعنی اس کی ذات وصفات پر (۲) اور آخرت کے دن پر (۳) اور فرشتوں کے وجود پر (۴) اور کتابوں پر (۵) اور تمام انبیاء علیہم السلام پر (۶) اور مرنے کے بعد دوبارہ زندگی پر (۷) اور تقدیر پر کہ بھلا اور بُرا جو کچھ ہوتا ہے سب اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ (۸) اور گواہی دے تو اس امر کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سچے رسول ہیں۔ (۹) ہر نماز کے وقت کامل وضو کر کے نماز کو قائم کرے۔ کامل وضو وہ کہلاتا ہے جس میں آداب ومستحبات کی رعایت رکھی گئی ہو اور ہر نماز کے وقت اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ نیا وضو ہر نماز کے لئے کرے، اگرچہ پہلے سے وضو ہو کہ یہ مستحب ہے۔ اور نماز قائم کرنے سے اس کے تمام سُنَن اور مستحبات کا اہتمام کرنا مراد ہے، چنانچہ دوسری روایت میں وارد ہے اِنَّ تَسْوِيَةَ الصُّفُوْفِ مِنْ اِقَامَةِ الصَّلٰوةِ یعنی جماعت میں صفوں کا ہموار کرنا کہ کسی قسم کی کجی یا درمیان میں خلا نہ رہے، یہ بھی نماز قائم کرنے کے مفہوم میں داخل ہے۔ (۱۰) زکوٰۃ ادا کرے (۱۱) اور رمضان کے روزے رکھے۔ (۱۲) اگر مال ہو تو حج کرے یعنی اگر جانے کی قدرت رکھتا ہو تو حج بھی کرے، چونکہ اکثر مانع مال ہی ہوتا ہے اس لئے اسی کو ذکر فرمادیا، ورنہ مقصود یہ ہے کہ حج کی شرائط پائے جاتے ہوں تو حج کرے (۱۳) بارہ رکعات سنت مؤکدہ روزانہ ادا کرے (اس کی تفصیل دوسری روایات میں اس طرح آئی ہے کہ صبح سے پہلے دو رکعت، ظہر سے قبل چار، ظہر کے بعد دو رکعت، مغرب کے بعد دو رکعت، عشاء کے بعد دو رکعت (۱۴) اور وتر کو کسی رات میں نہ چھوڑے (چونکہ وہ واجب ہے اور اس کا اہتمام سنتوں سے زیادہ ہے اس لئے اس کو تاکیدی لفظ سے ذکر فرمایا (۱۵) اور اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرے (۱۶) اور والدین کی نافرمانی نہ کرے (۱۷) اور ظلم سے یتیم کا مال نہ کھاوے (یعنی اگر کسی وجہ سے یتیم کا مال کھانا جائز ہو جیسا کہ بعض صورتوں میں ہوتا ہے تو مضائقہ نہیں) (۱۸) اور شراب نہ پیئے (۱۹) زنا نہ کرے (۲۰) جھوٹی قسم نہ کھاوے (۲۱) جھوٹی گواہی نہ دے (۲۲) خواہشاتِ نفسانیہ پر عمل نہ کرے (۲۳) مسلمان بھائی کی غیبت نہ کرے (۲۴) عَفِیفہ عورت کو تہمت نہ لگائے (اسی طرح

عفیف مرد کو)(۲۵) اپنے مسلمان بھائی سے کینہ نہ رکھے(۲۶) لَہو ولَعب میں مشغول نہ ہو۔(۲۷) تماشائیوں میں شریک نہ ہو۔(۲۸) کسی پستہ قد کو عیب کی نیت سے ٹھگنا مت کہو (یعنی اگر کوئی عیب دار لفظ ایسا مشہور ہو گیا ہو کہ اس کے کہنے سے نہ عیب سمجھا جاتا ہو نہ عیب کی نیت سے کہا جاتا ہو جیسا کہ کسی کا نام بدھو پڑ جاوے تو مضائقہ نہیں، لیکن طعن کی غرض سے کسی کو ایسا کہنا جائز نہیں)۔(۲۹) کسی کا مذاق مت اڑا۔ (۳۰) نہ مسلمانوں کے درمیان چغل خوری کر۔(۳۱) اور ہر حال میں اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی نعمتوں پر اس کا شکر کر(۳۲) بلا اور مصیبت پر صبر کر۔(۳۳) اور اللہ کے عذاب سے بے خوف مت ہو(۳۴) اَعِزَّہ سے قطع تعلّق مت کر(۳۵) بلکہ ان کے ساتھ صلہ رحمی کر (۳۶) اللہ کی کسی مخلوق کو لعنت مت کر(۳۷) سُبْحَانَ اللّٰهِ ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ ان الفاظ کا اکثر ورد رکھا کر۔(۳۸) جمعہ اور عیدین میں حاضری مت چھوڑ۔(۳۹) اور اس بات کا یقین رکھ کہ جو تکلیف وراحت تجھے پہنچی وہ مقدر میں تھی، جو ٹلنے والی نہ تھی اور جو کچھ نہیں پہنچا وہ کسی طرح بھی پہنچنے والا نہ تھا۔(۴۰) اور کلامُ اللہ شریف کی تلاوت کسی حال میں بھی مت چھوڑ۔

سلمان رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کہتے ہیں: میں نے حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے پوچھا کہ جو شخص اس کو یاد کر لے اس کو کیا اجر ملے گا؟ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ حق سبحانہٗ وتقدس اس کا انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَامُ اور علماء کے ساتھ حشر فرماویں گے۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ ہماری سَیِّئات سے درگذر فرما کر اپنے نیک بندوں میں محض اپنے لطف سے شامل فرمائیں تو اس کی کریمی شان سے کچھ بھی بعید نہیں۔ پڑھنے والے حضرات سے بڑی ہی لجاجت کے ساتھ اِستدعا ہے کہ دعائے خیر سے اس سیہ کار کی بھی دستگیری فرماویں۔وَمَا تَوْفِيْقِيْۤ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ۔

محمد زکریا کاندھلوی عُفِیَ عَنْہُ

مقیم مدرسہ مظاہر العلوم، سہارن پور، ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۴۸ھ پنجشنبہ

فضائلِ نماز

تالیف

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب قدس اللہ سرہٗ

مکتبۃ البشریٰ
کراچی - پاکستان

خطبہ وتمہید

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنَشْكُرُهٗ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ، وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَاَتْبَاعِهِ الْحُمَاةِ لِلدِّيْنِ الْقَوِيْمِ، وَبَعْدُ: فَهٰذِهٖ اَرْبَعُوْنَةٌ فِيْ فَضَائِلِ الصَّلٰوةِ جَمَعْتُهَا اِمْتِثَالًا لِاَمْرِ عَمِّيْ وَصِنْوِ اَبِيْ، رَقَاهُ اللّٰهُ اِلَى الْمَرَاتِبِ الْعُلْيَا وَوَفَّقَنِيْ وَاِيَّاهُ لِمَا يُحِبُّ وَيَرْضٰى. اَمَّا بَعْدُ:

اس زمانہ میں دین کی طرف سے جتنی بے توجہی اور بے اِلتفاتی کی جا رہی ہے وہ محتاجِ بیان نہیں، حتیٰ کہ اہم ترین عبادت نماز جو بالاتفاق سب کے نزدیک ایمان کے بعد تمام فرائض پر مقدم ہے اور قیامت میں سب سے اوّل اسی کا مطالبہ ہوگا اس سے بھی نہایت غفلت اور لاپرواہی ہے، اس سے بڑھ کر یہ کہ دین کی طرف متوجہ کرنے والی کوئی آواز کانوں تک نہیں پہنچتی، تبلیغ کی کوئی صورت بارآور نہیں ہوتی۔ تجربہ سے یہ بات خیال میں آئی ہے کہ نبیِ اکرم ﷺ کے پاک اِرشادات لوگوں تک پہنچانے کی سعی کی جائے، اگرچہ اس میں بھی جو مزاحمتیں حائل ہیں وہ بھی مجھ سے بے بضاعت کیلئے کافی ہیں، تاہم اُمید یہ ہے کہ جو لوگ خالیُ الذہن ہیں اور دین کا مقابلہ نہیں کرتے ہیں، یہ پاک الفاظ ان شاءاللہ تعالیٰ ان پر ضرور اثر کریں گے اور کلام وصاحبِ کلام کی برکت سے نفع کی توقع ہے، نیز دوسرے دوستوں کو اس میں کامیابی کی اُمیدیں زیادہ ہیں جن کی وجہ سے مخلصین کا اصرار بھی ہے، اس لئے اس رسالہ میں صرف نماز کے متعلق چند احادیث کا ترجمہ پیش کرتا ہوں۔ چونکہ نفسِ تبلیغ کے متعلق بندۂ ناچیز کا ایک مضمون رسالہ فضائلِ تبلیغ کے نام سے شائع ہو چکا ہے، اس وجہ سے اس کو سلسلۂ تبلیغ کا نمبر۲ قرار دے کر فضائلِ نماز کے نام کیساتھ موسوم کرتا ہوں۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ.

نماز کے بارے میں تین قسم کے حضرات عام طور سے پائے جاتے ہیں: ایک جماعت وہ ہے جو سرے سے نماز ہی کی پرواہ نہیں کرتی، دوسرا گروہ وہ ہے جو نماز تو پڑھتا ہے،

مگر جماعت کا اہتمام نہیں کرتا، تیسرے وہ لوگ ہیں جو نماز بھی پڑھتے ہیں اور جماعت کا بھی اہتمام بھی کرتے ہیں، مگر لاپروائی اور بُری طرح سے پڑھتے ہیں۔ اس لئے اس رسالہ میں تینوں مضامین کی مناسبت سے تین باب ذکر کئے گئے ہیں اور ہر باب میں نبی اکرم ﷺ کے پاک ارشادات اور ان کا ترجمہ پیش کر دیا ہے، مگر ترجمہ میں وضاحت اور سہولت کا لحاظ کیا ہے، لفظی ترجمہ کی زیادہ رعایت نہیں کی، نیز چونکہ نماز کی تبلیغ کرنیوالے اکثر اہل علم بھی ہوتے ہیں اس لئے حدیث کا حوالہ اور اس کے متعلق جو مضامین اہلِ علم سے تعلّق رکھتے تھے وہ عربی میں لکھ دیئے گئے ہیں کہ عوام کو اُن سے کچھ فائدہ نہیں ہے اور تبلیغ کرنیوالے حضرات کو بسا اوقات ضرورت پڑ جاتی ہے اور ترجمہ وفوائد وغیرہ اردو میں لکھ دیئے گئے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

بابِ اوّل

نماز کی اہمیّت کے بیان میں

اس باب میں دو فصلیں ہیں: فصلِ اوّل میں نماز کی فضیلت کا بیان ہے اور دوسری فصل میں نماز کے چھوڑنے پر جو وعید اور عتاب حدیث میں آیا ہے اس کا بیان ہے۔

فصل اوّل

نماز کی فضیلت کے بیان میں

(۱) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، وَإِقَامِ الصَّلٰوةِ، وَإِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ، وَالْحَجِّ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ

(متفق علیہ) ۔ وقال المنذری فی الترغیب: رواہ البخاری ومسلم وغیرھما عن غیر واحد من الصحابۃ رضی اللہ عنہم

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر ہے۔ سب سے اول لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی گواہی دینا، یعنی اس بات کا اقرار کرنا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اس کے بعد نماز کا قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، حج کرنا، رمضانُ المبارک کے روزے رکھنا۔

ف: یہ پانچوں چیزیں ایمان کے بڑے اُصول اور اہم ارکان ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے اس پاک حدیث میں بطور مثال کے اسلام کو ایک خیمہ کے ساتھ تشبیہ دی ہے جو پانچ ستونوں پر قائم ہوتا ہے، پس کلمۂ شہادت خیمہ کی درمیانی لکڑی کی طرح ہے اور بقیہ چاروں اَرکان بمنزلہ ان چار ستونوں کے ہیں جو چاروں کونوں پر ہوں، اگر درمیانی لکڑی نہ ہو تو خیمہ کھڑا ہو ہی نہیں سکتا اور اگر یہ لکڑی موجود ہو اور چاروں طرف کے کونوں میں کوئی سی لکڑی نہ ہو تو خیمہ قائم تو ہو جائے گا، لیکن جونسے کونے کی لکڑی نہیں ہوگی وہ جانب ناقص اور گری ہوئی ہوگی۔ اس پاک ارشاد کے بعد اب ہم لوگوں کو اپنی حالت پر خود ہی غور کر لینا

چاہئے کہ اسلام کے اس خیمہ کو ہم نے کس درجہ تک قائم کر رکھا ہے اور اسلام کا کونسا رکن ایسا ہے جس کو ہم نے پورے طور پر سنبھال رکھا ہے، اسلام کے یہ پانچوں ارکان نہایت اہم ہیں، حتیٰ کہ اسلام کی بنیاد انہی کو قرار دیا گیا ہے اور ایک مسلمان کے لئے بحیثیت مسلمان ہونے کے ان سب کا اہتمام نہایت ضروری ہے، مگر ایمان کے بعد سب سے اہم چیز نماز ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کے یہاں سب سے زیادہ محبوب عمل کونسا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ نماز۔ میں نے عرض کیا: کہ اس کے بعد کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ والدین کے ساتھ حُسنِ سُلوک۔ میں نے عرض کیا اس کے بعد کونسا ہے؟ ارشاد فرمایا: جہاد۔ مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں علماء کے اس قول کی دلیل ہے کہ ایمان کے بعد سب سے مُقدّم نماز ہے۔ اس کی تائید اس حدیث صحیح سے بھی ہوتی ہے جس میں اِرشاد ہے "اَلصَّلٰوۃُ خَیْرُ مَوْضُوْعٍ" یعنی بہترین عمل جو اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لئے مُقرَّر فرمایا وہ نماز ہے، اور احادیث میں کثرت سے یہ مضمون صاف اور صحیح حدیثوں میں نقل کیا گیا ہے کہ تمہارے سب اعمال میں سب سے بہتر عمل نماز ہے، چنانچہ جامع صغیر میں حضرت ثَوبان، اِبنِ عَمرو، سَلمہ، ابواُمامہ، عُبادہ رضی اللہ عنہم پانچ صحابہ سے یہ حدیث نقل کی گئی ہے اور حضرت اِبنِ مسعود و اَنس رضی اللہ عنہما سے اپنے وقت پر نماز کا پڑھنا افضل ترین عمل نقل کیا گیا ہے۔[1] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور اُمِّ فروہ رضی اللہ عنہا سے اوّل وقت نماز پڑھنا نقل کیا گیا ہے۔ مقصد سب کا قریب قریب ایک ہی ہے۔

(۲) عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رضی اللہ عنہ: اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ خَرَجَ فِی الشِّتَاءِ وَالْوَرَقُ یَتَھَافَتُ، فَاَخَذَ بِغُصْنٍ مِّنْ شَجَرَةٍ، قَالَ: فَجَعَلَ ذٰلِكَ الْوَرَقُ یَتَھَافَتُ، فَقَالَ: یَا اَبَا ذَرٍّ! قُلْتُ: لَبَّیْكَ، یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: اِنَّ الْعَبْدَ الْمُسْلِمَ لَیُصَلِّی الصَّلٰوةَ یُرِیْدُ بِھَا وَجْهَ اللّٰهِ، فَتَھَافَتُ عَنْهُ

حضرت اَبو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سردی کے موسم میں باہر تشریف لائے اور پتے درختوں پر سے گر رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک درخت کی ٹہنی ہاتھ میں لی اس کے پتے اور بھی گرنے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر! مسلمان بندہ جب اخلاص سے اللہ کے

[1] جامع الصغیر

ذُنُوْبُهُ كَمَا تَهَافَتَ هٰذَا الْوَرَقُ عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ. (رواه احمد باسناد حسن، كذافي الترغيب)

لئے نماز پڑھتا ہے تو اس سے اس کے گناہ ایسے ہی گرتے ہیں جیسے یہ پتے درخت سے گر رہے ہیں۔

ف: سردی کے موسم میں درختوں کے پتے ایسی کثرت سے گرتے ہیں کہ بعضے درختوں پر ایک بھی پتہ نہیں رہتا، نبی اکرم ﷺ کا پاک ارشاد ہے کہ اخلاص سے نماز پڑھنے کا اثر بھی یہی ہے کہ اس کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، ایک بھی نہیں رہتا، مگر ایک بات قابلِ لحاظ ہے۔ علماء کی تحقیق آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ کی وجہ سے یہ ہے کہ نماز وغیرہ عبادات سے صرف گناہِ صغیرہ مُعاف ہوتے ہیں، کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے مُعاف نہیں ہوتا، اس لئے نماز کے ساتھ توبہ و استغفار کا اہتمام بھی کرنا چاہئے، اس سے غافل نہ ہونا چاہئے، البتہ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے فضل سے کسی کے گناہ کبیرہ بھی معاف فرمادیں تو دوسری بات ہے۔

(۳) عَنْ اَبِىْ عُثْمَانَ رضي الله عنه قَالَ: كُنْتُ مَعَ سَلْمَانَ رضي الله عنه تَحْتَ شَجَرَةٍ، فَاَخَذَ غُصْنًا مِّنْهَا يَابِسًا، فَهَزَّهٗ حَتّٰى تَحَاتَّ وَرَقُهٗ، ثُمَّ قَالَ: يَا اَبَا عُثْمَانَ! اَلَا تَسْئَلُنِىْ لِمَ اَفْعَلُ هٰذَا، قُلْتُ: وَلِمَ تَفْعَلُهٗ؟ قَالَ: هٰكَذَا فَعَلَ بِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَاَنَا مَعَهٗ تَحْتَ الشَّجَرَةِ، وَاَخَذَ مِنْهَا غُصْنًا يَابِسًا، فَهَزَّهٗ حَتّٰى تَحَاتَّ وَرَقُهٗ، فَقَالَ يَا سَلْمَانُ: اَلَا تَسْئَلُنِىْ لِمَ اَفْعَلُ هٰذَا، قُلْتُ: وَلِمَ تَفْعَلُهٗ؟ قَالَ: اِنَّ الْمُسْلِمَ اِذَا تَوَضَّاَ، فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ، ثُمَّ صَلَّى الصَّلَوٰتِ الْخَمْسَ تَحَاتَّتْ خَطَايَاهُ

ابُو عثمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کیساتھ ایک درخت کے نیچے تھا، انہوں نے اس درخت کی ایک خشک ٹہنی پکڑ کر اس کو حرکت دی، جس سے اس کے پتے گر گئے۔ پھر مجھ سے کہنے لگے کہ ابُو عثمان! تم نے مجھ سے یہ نہ پوچھا کہ میں نے یہ کیوں کیا۔ میں نے کہا: بتا دیجئے، کیوں کیا؟ اُنہوں نے کہا کہ میں ایک دفعہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک درخت کے نیچے تھا۔ آپ ﷺ نے بھی درخت کی ایک خشک ٹہنی پکڑ کر اسی طرح کیا تھا جس سے اس ٹہنی کے پتے جھڑ گئے تھے، پھر حضور ﷺ نے

كَمَا تَحَاتُّ هٰذَا الْوَرَقُ، وَقَالَ: اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ط اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ط ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذَّاكِرِيْنَ (هود:١١٤)
(رواه أحمد والنسائي والطبراني، ورُواةُ أحمد محتج بهم في الصحيح إلا علي بن زيد، كذا في الترغيب)

ارشاد فرمایا تھا کہ سَلمان! پوچھتے نہیں کہ میں نے اس طرح کیوں کیا، میں نے عرض کیا کہ بتا دیجئے، کیوں کیا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب مسلمان اچھی طرح وضو کرتا ہے، پھر پانچوں نمازیں پڑھتا ہے تو اس کی خطائیں اس سے ایسے ہی گر جاتی ہیں جیسے یہ پتے گرتے ہیں،

پھر آپ ﷺ نے قرآن کی آیت "اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ" تلاوت فرمائی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ قائم کر نماز کو دن کے دونوں سروں میں اور رات کے کچھ حصوں میں، بیشک نیکیاں دور کر دیتی ہیں گناہوں کو، یہ نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کے لئے۔

ف: حضرت سَلمان رضی اللہ عنہ نے جو عمل کر کے دکھلایا، یہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے تعشق کی ادنیٰ مثال ہے۔ جب کسی شخص کو کسی سے عشق ہوتا ہے اس کی ہر اَدا بھاتی ہے اور اسی طرح ہر کام کے کرنے کو جی چاہا کرتا ہے جس طرح محبوب کو کرتے دیکھتا ہے، جو لوگ محبت کا ذائقہ چکھ چکے ہیں وہ اس کی حقیقت سے اچھی طرح واقف ہیں۔ اسی طرح صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نبی اکرم ﷺ کے ارشادات نقل کرنے میں اکثر ان افعال کی بھی نقل کرتے تھے جو اس اِرشاد کے وقت حضور ﷺ نے کئے تھے۔ نماز کا اہتمام اور اس کی وجہ سے گناہوں کا مُعاف ہونا جس کثرت سے روایات میں ذکر کیا گیا ہے اس کا اِحاطہ دشوار ہے۔ پہلے بھی مُتعدد روایات میں یہ مضمون گذر چکا ہے، علماء نے اس کو صغیرہ گناہوں کے ساتھ مخصوص کیا ہے، جیسا پہلے معلوم ہو چکا، مگر اَحادیث میں صغیرہ کبیرہ کی کچھ قید نہیں ہے، مطلق گناہوں کا ذکر ہے۔ میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیم کے وقت اس کی دو وجہیں اِرشاد فرمائی تھیں: ایک یہ کہ مسلمان کی شان سے یہ بعید ہے کہ اس کے ذمہ کوئی کبیرہ ہو، اوّلاً تو اس سے گناہِ کبیرہ کا صادر ہونا ہی مُشکل ہے اور اگر ہو بھی گیا تو بغیر توبہ کے اس کو چین آنا مشکل ہے۔ مسلمان کی مسلمانی شان کا مُقتضیٰ یہ ہے کہ جب اس سے کبیرہ صادر ہو جائے تو اتنے

رو پیٹ کر اس کو دھونہ لے اس کو چین نہ آئے، البتہ صغیرہ گناہ ایسے ہیں کہ ان کی طرف بسا اوقات التفات نہیں ہوتا ہے اور ذمہ پر رہ جاتے ہیں، جو نماز وغیرہ سے معاف ہو جاتے ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جو شخص اخلاص سے نماز پڑھے گا اور آداب و مُستحبّات کی رعایت رکھے گا، وہ خود ہی نہ معلوم کتنی مرتبہ توبہ استغفار کرے گا اور نماز میں التحیات کی اخیر دعا "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ" الخ میں تو توبہ و استغفار خود ہی موجود ہے۔ ان روایات میں وضو کو بھی اچھی طرح سے کرنے کا حکم ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے آداب و مُستحبّات کی تحقیق کر کے ان کا اہتمام کرے، مثلاً ایک سنت اس کی مسواک ہی ہے جس کی طرف عام طور پر بے توجہی ہے، حالانکہ حدیث میں وارد ہے کہ جو نماز مسواک کر کے پڑھی جائے وہ اس نماز سے جو بلا مسواک پڑھی جائے سَتّر درجہ افضل ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ مسواک کا اہتمام کیا کرو، اس میں دس فائدے ہیں: (۱) منہ کو صاف کرتی ہے، (۲) اللہ کی رضا کا سبب ہے۔ (۳) شیطان کو غصہ دلاتی ہے۔ (۴) مسواک کرنے والے کو اللہ تعالیٰ محبوب رکھتے ہیں اور فرشتے محبوب رکھتے ہیں۔ (۵) مسوڑھوں کو قوت دیتی ہے۔ (۶) بلغم کو قطع کرتی ہے۔ (۷) منہ میں خوشبو پیدا کرتی ہے۔ (۸) صَفرا[1] کو دور کرتی ہے۔ (۹) نگاہ کو تیز کرتی ہے۔ (۱۰) منہ کی بدبو کو زائل کرتی ہے اور اس سب کے علاوہ یہ ہے کہ سنت ہے۔ (مُنبّہات اِبْنِ حَجَر رحمۃ اللہ علیہ)۔

علماء نے لکھا ہے کہ مسواک کے اہتمام میں ستّر فائدے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ مرتے وقت کلمۂ شہادت پڑھنا نصیب ہوتا ہے اور اس کے بالمقابل افیون کھانے میں ستر مَضرّتیں ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ مرتے وقت کلمہ یاد نہیں آتا۔ اچھی طرح وضو کرنے کے فضائل احادیث میں بڑی کثرت سے آئے ہیں۔ وضو کے اعضاء قیامت کے دن روشن اور چمک دار ہوں گے اور اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فوراً اپنے امتی کو پہچان جائیں گے۔

(۴) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ: اَرَاَیْتُمْ لَوْ اَنَّ نَهْرًا بِبَابِ اَحَدِكُمْ، یَغْتَسِلُ فِیْهِ كُلَّ یَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ، هَلْ یَبْقَى مِنْ دَرَنِهٖ

حضرت ابُو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: بتاؤ اگر کسی شخص کے دروازہ پر ایک نہر جاری ہو جس میں وہ پانچ

[1] صَفرا: - پِت، اخلاطِ اربعہ میں سے ایک زرد رنگ کا کڑوا مادہ۔

شَيْءٌ؟ قَالُوْا: لَايَبْقٰى مِنْ دَرَنِهٖ شَيْءٌ، قَالَ: فَكَذٰلِكَ مَثَلُ الصَّلَوٰتِ الْخَمْسِ يَمْحُو اللّٰهُ بِهِنَّ الْخَطَايَا. (رواه البخاری ومسلم والترمذی والنسائی ورواه ابن ماجة من حديث عثمان، كذافی الترغيب).

مرتبہ روزانہ غسل کرتا ہو، کیا اس کے بدن پر کچھ میل باقی رہے گا؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ کچھ بھی باقی نہیں رہے گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہی حال پانچوں نمازوں کا ہے کہ اللہ جلّ شانُہٗ ان کی وجہ سے گناہوں کو زائل کر دیتے ہیں۔

(۴ب) عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَثَلُ الصَّلَوٰتِ الْخَمْسِ، كَمَثَلِ نَهْرٍ جَارٍ غَمْرٍ عَلٰى بَابِ اَحَدِكُمْ، يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ. (رواه مسلم، كذافی الترغيب)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ پانچوں نمازوں کی مثال ایسی ہے کہ کسی کے دروازے پر ایک نہر ہو جس کا پانی جاری ہو اور بہت گہرا ہو، اس میں روزانہ پانچ دفعہ غسل کرے۔

ف: جاری پانی گندگی وغیرہ سے پاک ہوتا ہے اور پانی جتنا بھی گہرا ہوگا اتنا ہی صاف اور شفاف ہوگا، اسی لئے اس حدیث میں اس کا جاری ہونا اور گہرا ہونا فرمایا گیا ہے، اور جتنے صاف پانی سے آدمی غسل کریگا اتنی ہی صفائی بدن پر آئے گی۔ اسی طرح نمازوں کی وجہ سے اگر آداب کی رعایت رکھتے ہوئے پڑھی جائیں تو گناہوں سے صفائی حاصل ہوتی ہے۔ جس قسم کا مضمون ان دو حدیثوں میں ارشاد ہوا ہے اس قسم کا مضمون کئی حدیثوں میں مختلف صحابہ رضی اللہ عنہم سے مختلف الفاظ میں نقل کیا گیا ہے۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پانچوں نمازیں درمیانی اوقات کے لئے کفّارہ ہیں، یعنی ایک نماز سے دوسری نماز تک جو صغیرہ گناہ ہوتے ہیں وہ نماز کی برکت سے معاف ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مثلاً ایک شخص کا کوئی کارخانہ ہے، جس میں وہ کچھ کاروبار کرتا ہے، جس کی وجہ سے اس کے بدن پر کچھ گرد و غبار، میل کچیل لگ جاتا ہے اور اس کے کارخانے اور مکان کے درمیان میں پانچ نہریں پڑتی ہیں، جب وہ کارخانے سے گھر جاتا ہے تو ہر نہر پر غسل کرتا ہے۔ اسی طرح سے پانچوں نمازوں کا حال ہے کہ جب

کبھی درمیانی اوقات میں کچھ خطا اور لغزش وغیرہ ہو جاتی ہے تو نمازوں میں دُعا استغفار کرنے سے اللہ جَلَّ شَانُہٗ بالکل اس کو مُعاف فرما دیتے ہیں ۔ نبی اکرم ﷺ کا مقصود اس قسم کی مثالوں سے اس امر کا سمجھا دینا ہے کہ اللہ جَلَّ شَانُہٗ نے نماز کو گناہوں کی معافی میں بہت قوی تاثیر عطا فرمائی ہے اور چونکہ مثال سے بات ذرا اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے اس لئے مختلف مثالوں سے حضور ﷺ نے اس مضمون کو واضح فرما دیا ہے ۔ اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی اس رحمت اور وُسعتِ مغفرت اور لُطف وانعام اور کرم سے ہم لوگ فائدہ نہ اٹھائیں تو کسی کا کیا نقصان ہے، اپنا ہی کچھ کھوتے ہیں ۔ ہم لوگ گناہ کرتے ہیں، نافرمانیاں کرتے ہیں، حکم عدولیاں کرتے ہیں، تعمیلِ ارشاد میں کوتاہیاں کرتے ہیں، اس کا مُقتضٰی یہ تھا کہ قادر، عادل بادشاہ کے یہاں ضرور سزا ہوتی اور اپنے کئے کو بھگتتے، مگر اللہ کے کرم پر قربان کہ جس نے اپنی نافرمانیاں اور حکم عدولیاں کرنے کی تلافی کا طریقہ بھی بتا دیا، اگر ہم اس سے نفع حاصل نہ کریں تو ہماری حماقت ہے ۔ حق تعالیٰ شانہٗ کی رحمت اور لُطف تو عطا کے واسطے بہانے ڈھونڈتے ہیں ۔ ایک حدیث میں اِرشاد ہے کہ جو شخص سوتے ہوئے یہ ارادہ کرے کہ تہجّد پڑھونگا اور پھر آنکھ نہ کھلے تو اس کا ثواب اس کو ملے گا اور سونا مفت میں رہا[1] کیا ٹھکانا ہے اللہ کی دَین اور عطا کا ؟ اور جو کریم اس طرح عطائیں کرتا ہو اس سے نہ لینا کتنی سخت محرومی اور کتنا زبردست نقصان ہے ۔

(۵) عَنْ حُذَيْفَةَ رضي الله عنه قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: إِذَا حَزَبَهُ اَمْرٌ، فَزَعَ اِلَى الصَّلٰوةِ . (أخرجه أحمد و أبو داود وابن جرير، كذا في الدر المنثور)

حضرت حُذیفہ رضی اللہ عنہ اِرشاد فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کو جب کوئی سخت امر پیش آتا تھا تو نماز کی طرف فوراً متوجہ ہوتے تھے ۔

ف: نماز اللہ کی بڑی رحمت ہے، اس لئے ہر پریشانی کے وقت میں ادھر مُتوجّہ ہو جانا گویا اللہ کی رحمت کی طرف مُتوجّہ ہو جانا ہے اور جب رحمتِ الٰہی مُساعد و مددگار ہو تو پھر کیا مَجال ہے کسی پریشانی کی کہ باقی رہے ۔ بہت سی روایتوں میں مختلف طور سے یہ مضمون وارد ہوا ہے ۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جو ہر قدم پر حضور ﷺ کا اِتباع فرمانے والے ہیں ان کے

[1] ترغیب

حالات میں بھی یہ چیز نقل کی گئی ہے۔ حضرت ابودَرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آندھی چلتی تو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فوراً مسجد میں تشریف لے جاتے تھے اور جب تک آندھی بند نہ ہو جاتی مسجد سے نہ نکلتے۔ اسی طرح جب سورج یا چاند گرہن ہو جاتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فوراً نماز کی طرف مُتوجّہ ہو جاتے۔ حضرت صُہَیب رضی اللہ عنہ، حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ پہلے انبیاء علیہم السلام کا بھی یہی معمول تھا کہ ہر پریشانی کے وقت نماز کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے۔

حضرت ابنِ عبّاس رضی اللہ عنہما ایک مرتبہ سفر میں تھے، راستہ میں اطلاع ملی کہ بیٹے کا انتقال ہو گیا، اونٹ سے اترے، دو رکعت نماز پڑھی پھر "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن" پڑھا اور پھر فرمایا کہ ہم نے وہ کیا جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے اور قرآن پاک کی آیت "وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ" (البقرہ:۴۵) تلاوت کی۔

ایک اور قصّہ اِسی قسم کا نقل کیا گیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تشریف لے جا رہے تھے، راستہ میں ان کے بھائی قُثَم کے انتقال کی خبر ملی، راستہ سے ایک طرف کو ہو کر اونٹ سے اُترے، دو رکعت نماز پڑھی اور التحیات میں بہت دیر تک دعائیں پڑھتے رہے۔ اس کے بعد اٹھے اور اونٹ پر سوار ہوئے اور قرآنِ پاک کی آیت "وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخَاشِعِيْنَ" (البقرہ:۴۵) تلاوت فرمائی۔ (ترجمہ) اور مدد حاصل کرو صبر کے ساتھ اور نماز کے ساتھ، اور بیشک وہ نماز دُشوار ضرور ہے، مگر جن کے دلوں میں خشوع ہے ان پر کچھ دشوار نہیں۔ خشوع کا بیان تیسرے باب میں مُفصّل آ رہا ہے۔

انہیں کا ایک اور قصّہ ہے کہ اَزواجِ مطہّرات رضی اللہ عنہن میں سے کسی کے انتقال کی خبر ملی تو سجدہ میں گر گئے، کسی نے دریافت کیا کہ یہ کیا بات تھی؟ آپ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم کو یہی ارشاد ہے کہ جب کوئی حادثہ دیکھو تو سجدہ میں (یعنی نماز میں) مشغول ہو جاؤ، اس سے بڑا حادثہ اور کیا ہوگا کہ اُم المومنین کا انتقال ہو گیا۔[1]

حضرت عُبادہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کا وقت جب قریب آیا تو جو لوگ وہاں موجود تھے ان سے فرمایا کہ میں ہر شخص کو اس سے روکتا ہوں کہ وہ مجھے روئے اور جب میری رُوح نکل جائے تو ہر شخص وضو کرے اور اچھی طرح سے آداب کی رعایت رکھتے ہوئے وضو کرے،

[1] ابوداؤد

پھر مسجد میں جائے اور نماز پڑھ کر میرے واسطے استغفار کرے، اس لئے کہ اللہ جَلَّ شَانُہٗ نے "وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ" (البقرہ:۴۵) کا حکم فرمایا ہے۔ اس کے بعد مجھے قبر کے گڑھے میں پہنچا دینا۔ حضرت اُمِّ کلثوم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کے خاوند حضرت عبدالرحمٰن رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ بیمار تھے اور ایک دفعہ ایسی سکتہ کی سی حالت ہوگئی کہ سب نے انتقال ہو جانا تجویز کر لیا۔ حضرت اُمِّ کلثوم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا اٹھیں اور نماز کی نیت باندھ لی، نماز سے فارغ ہوئیں تو حضرت عبدالرحمٰن رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو بھی اِفاقہ ہوا۔ لوگوں سے پوچھا: کیا میری حالت موت کی سی ہوگئی تھی؟ لوگوں نے عرض کیا: جی ہاں۔ فرمایا کہ دو فرشتے میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا کہ چلو اَحْکَمُ الْحَاکِمِین کی بارگاہ میں تمہارا فیصلہ ہونا ہے، وہ مجھے لے جانے لگے تو ایک تیسرے فرشتے آئے اور ان دونوں سے کہا کہ تم چلے جاؤ، یہ ان لوگوں میں ہیں جن کی قسمت میں سعادت اسی وقت لکھ دی گئی تھی جب یہ ماں کے پیٹ میں تھے اور ابھی ان کی اولاد کو ان سے اور فوائد حاصل کرنے ہیں۔ اس کے بعد ایک مہینہ تک حضرت عبدالرحمٰن رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ زندہ رہے، پھر انتقال ہوا۔[1]

حضرت نضر رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ کہتے ہیں کہ دن میں ایک مرتبہ سخت اندھیرا ہوگیا۔ میں دوڑا ہوا حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دریافت کیا کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے زمانہ میں بھی کبھی ایسی نوبت آئی ہے۔ انہوں نے فرمایا: خدا کی پناہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے زمانہ میں تو ذرا بھی ہوا تیز چلتی تھی تو ہم سب مسجدوں کو دوڑ جاتے تھے کہ کہیں قیامت تو نہیں آگئی۔[2] عبداللہ بن سلام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کہتے ہیں کہ جب نبیِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے گھر والوں پر کسی قسم کی تنگی پیش آتی تو ان کو نماز کا حکم فرمایا کرتے اور یہ آیت تلاوت فرماتے "وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ط لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا" (طٰہٰ:۱۳۲) اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کرتے رہئے اور خود بھی اس کا اہتمام کیجئے، ہم آپ سے روزی کموانا نہیں چاہتے، روزی تو آپ کو ہم دیں گے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جس شخص کو کوئی بھی ضرورت پیش آئے، دینی ہو یا دُنیوی، اس کا تعلق مالِکُ الملک سے ہو یا کسی آدمی سے، اس کو چاہئے کہ بہت اچھی طرح وضو کرے، پھر دو رکعت نماز پڑھے، پھر اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی حمد وثنا کرے اور پھر درود شریف پڑھے، اس کے بعد یہ دعا پڑھے تو ان شاء اللہ اس کی حاجت ضرور پوری ہوگی۔ دعا یہ ہے:

---

[1] درّ منثور [2] ابوداؤد

"لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، اَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ، وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ، وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ، لَا تَدَعْ لِيْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ يَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ! وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ، وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا اِلَّا قَضَيْتَهَا يَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ!

وَہب بن مُنَبِّہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے حاجتیں نماز کے ذریعہ طلب کی جاتی ہیں اور پہلے لوگوں کو جب کوئی حادثہ پیش آتا تھا وہ نماز ہی کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ جس پر بھی کوئی حادثہ گذرتا وہ جلدی سے نماز کی طرف رجوع کرتا۔

کہتے ہیں کہ کوفہ میں ایک قُلی تھا جس پر لوگوں کو بہت اعتماد تھا۔ امین ہونے کی وجہ سے تاجروں کا سامان روپیہ وغیرہ بھی لے جاتا۔ ایک مرتبہ وہ سفر میں جا رہا تھا، راستہ میں ایک شخص اس کو ملا۔ پوچھا: کہاں کا ارادہ ہے؟ قلی نے کہا: فلاں شہر کا۔ وہ کہنے لگا کہ مجھے بھی جانا ہے، میں پاؤں چل سکتا تو تیرے ساتھ ہی چلتا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک دینار کرایہ پر مجھے خچر پر سوار کرلے؟ قلی نے اس کو منظور کرلیا، وہ سوار ہوگیا، راستہ میں ایک دوراہہ ملا۔ سوار نے پوچھا: کدھر کو چلنا چاہئے؟ قلی نے شارع عام کا راستہ بتایا۔ سوار نے کہا: یہ دوسرا راستہ قریب کا ہے اور جانور کے لئے بھی سہولت کا ہے کہ سبزہ اس پر خوب ہے۔ قلی نے کہا: میں نے یہ راستہ دیکھا نہیں۔ سوار نے کہا: میں بارہا اس راستہ پر چلا ہوں۔ قلی نے کہا: اچھی بات ہے اسی راستہ کو چلے۔ تھوڑی دیر چل کر وہ راستہ ایک وحشت ناک جنگل پر ختم ہوگیا، جہاں بہت سے مردے پڑے تھے۔ وہ شخص سواری سے اُترا اور کمر سے خنجر نکال کر قلی کے قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ قلی نے کہا کہ ایسا نہ کر۔ یہ خچر اور سامان سب کچھ لے لے، یہی تیرا مقصود ہے، مجھے قتل نہ کر۔ اس نے نہ مانا اور قسم کھالی کہ پہلے تجھے ماروں گا، پھر یہ سب کچھ لوں گا۔ اس نے بہت عاجزی کی، مگر اس ظالم نے ایک بھی نہ مانی۔ قلی نے کہا: اچھا مجھے دو رکعت آخری نماز پڑھنے دے۔ اس نے قبول کیا اور ہنس کر کہا: جلدی سے پڑھ لے، ان مُردوں نے بھی یہی درخواست کی تھی، مگر ان کی نماز نے کچھ بھی کام نہ دیا۔ اس قلی نے نماز شروع کی۔ اَلْحَمْدُ شریف پڑھ کر سورت بھی یاد نہ آئی۔ اُدھر وہ ظالم کھڑا تقاضا کر رہا تھا کہ

جلدی ختم کر، بے اختیار اس کی زبان پر یہ آیت جاری ہوئی: "اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ." (النمل:۶۲) یہ پڑھ رہا تھا اور رو رہا تھا کہ ایک سوار نمودار ہوا جس کے سر پر چمکتا ہوا خود (لوہے کی ٹوپی) تھا، اس نے نیزہ مار کر اس ظالم کو ہلاک کر دیا۔ جس جگہ وہ ظالم مر کر گرا آگ کے شعلے اس جگہ سے اٹھنے لگے۔ یہ نمازی بے اختیار سجدہ میں گر گیا، اللہ کا شکر ادا کیا۔ نماز کے بعد اس سوار کی طرف دوڑا۔ اس سے پوچھا کہ خدا کے واسطے اتنا بتادو کہ تم کون ہو؟ کیسے آئے؟ اس نے کہا کہ میں اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ کا غلام ہوں۔ اب تم مامون ہو، جہاں چاہے جاؤ۔[1] یہ کہہ کر چلا گیا۔

درحقیقت نماز ایسی ہی بڑی دولت ہے کہ اللہ کی رضا کے علاوہ دنیا کے مصائب سے بھی اکثر نجات کا سبب ہوتی ہے اور سکونِ قلب تو حاصل ہوتا ہی ہے۔ ابنِ سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اگر مجھے جنّت کے جانے میں اور دو رکعت نماز پڑھنے میں اختیار دے دیا جائے تو میں دو رکعت ہی کو اختیار کروں گا، اس لئے کہ جنّت میں جانا میری اپنی خوشی کے واسطے ہے اور دو رکعت نماز میں میرے مالک کی رضا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: بڑا قابلِ رشک ہے وہ مسلمان جو ہلکا پھلکا ہو (یعنی اہل وعیال کا زیادہ بوجھ نہ ہو) نماز سے وافر حصّہ اس کو ملا ہو۔ روزی صرف گُزارے کے قابل ہو جس پر صبر کر کے عمر کو گزار دے، اللہ کی عبادت اچھی طرح کرتا ہو، گمنامی میں پڑا ہو، جلدی سے مر جاوے، نہ میراث زیادہ ہو، نہ رونے والے زیادہ ہوں۔[2] ایک حدیث میں آیا ہے کہ اپنے گھر میں نماز کثرت سے پڑھا کرو، گھر کی خیر میں اضافہ ہوگا۔[3]

(٦) عَنْ اَبِیْ مُسْلِمٍ ﹿالتَّغْلَبِیِّ قَالَ: دَخَلْتُ عَلٰی اَبِیْ اُمَامَةَ رضی اللہ عنہ وَهُوَ فِی الْمَسْجِدِ، فَقُلْتُ: يَا اَبَا اُمَامَةَ! اِنَّ رَجُلًا حَدَّثَنِیْ مِنْكَ اَنَّكَ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: مَنْ تَوَضَّاَ، فَاَسْبَغَ الْوُضُوْءَ، غَسَلَ يَدَيْهِ وَوَجْهَهٗ،

ابو مسلم کہتے ہیں کہ میں حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، وہ مسجد میں تشریف فرما تھے میں نے عرض کیا کہ مجھ سے ایک صاحب نے آپ کی طرف سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشاد سنا ہے جو شخص اچھی طرح

[1] نزھۃ المجالس، [2] جامع الصغیر، [3] جامع الصغیر

وَمَسَحَ عَلٰی رَأْسِهٖ وَأُذُنَيْهِ، ثُمَّ قَامَ اِلٰی صَلٰوةٍ مَّفْرُوْضَةٍ، غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ فِیْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ مَا مَشَتْ اِلَيْهِ رِجْلَاهُ، وَ قَبَضَتْ عَلَيْهِ يَدَاهُ، وَسَمِعَتْ اِلَيْهِ اُذُنَاهُ، وَنَظَرَتْ اِلَيْهِ عَيْنَاهُ، وَحَدَّثَ بِهٖ نَفْسُهٗ مِنْ سُوْءٍ، فَقَالَ: وَاللّٰهِ لَقَدْ سَمِعْتُهٗ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ مِرَارًا. (رواه أحمد والغالب على سنده الحسن و تقدم له شواهد في الوضوء، كذا في الترغيب قلت: و قد روى معنى الحديث عن أبي امامة ﷺ بطرق في مجمع الزوائد)

وضو کرے اور پھر فرض نماز پڑھے تو حق تعالیٰ جَلَّ شَانُہٗ اس دن وہ گناہ جو چلنے سے ہوئے ہوں اور وہ گناہ جن کو اس کے ہاتھوں نے کیا ہو اور وہ گناہ جو اس کے کانوں سے صادر ہوئے ہوں اور وہ گناہ جن کو اس نے آنکھوں سے کیا ہو، اور وہ گناہ جو اس کے دل میں پیدا ہوئے ہوں سب کو معاف فرما دیتے ہیں۔ حضرت اَبواُمامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے یہ مضمون نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی دفعہ سنا ہے۔

ف: یہ مضمون بھی کئی صحابہ رضی اللہ عنہم سے نقل کیا گیا ہے، چنانچہ حضرت عثمان، حضرت ابو ہریرہ، حضرت انس، حضرت عبداللہ صُنابحی، حضرت عَمرو بن عبَسہ رضوان اللہ علیہم اجمعین وغیرہ حضرات سے مختلف الفاظ کے ساتھ مُتعدد روایات میں ذکر کیا گیا ہے اور جو حضرات اہلِ کشف ہوتے ہیں ان کو گناہوں کا زائل ہو جانا محسوس بھی ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ مشہور ہے کہ وضو کا پانی گرتے ہوئے یہ محسوس فرما لیتے تھے کہ کونسا گناہ اس میں دُھل رہا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی نقل کیا گیا ہے کہ ''کسی شخص کو اس بات سے مغرور نہیں ہونا چاہئے'' اس کا مطلب یہ ہے کہ اس گھمنڈ پر کہ نماز سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں گناہوں پر جرأت نہیں کرنا چاہئے، اس لئے کہ ہم لوگوں کی نماز اور عبادات جیسی ہوتی ہیں ان کو اگر حق تعالیٰ جَلَّ شَانُہٗ اپنے لطف و کرم سے قبول فرمالیں تو ان کا لطف، احسان و انعام ہے، ورنہ ہماری عبادتوں کی حقیقت ہمیں خوب معلوم ہے۔ اگرچہ نماز کا یہ اثر ضروری ہے کہ اس سے گناہ معاف ہوتے ہیں، مگر ہماری نماز بھی اس قابل ہے، اس کا علم اللہ ہی کو ہے اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ اس وجہ سے گناہ کرنا کہ میرا مالک کریم ہے، معاف کرنے والا ہے، انتہائی بے غیرتی ہے۔ اس کی مثال تو ایسی ہوئی

کہ کوئی شخص یوں کہے کہ اپنے ان بیٹوں سے جوفلاں کام کریں درگذر کرتا ہوں تو وہ نالائق بیٹے اس وجہ سے کہ باپ نے درگذر کرنے کو کہہ دیا ہے جان جان کر اس کی نافرمانیاں کریں۔

(۷) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ ﷺ قَالَ: كَانَ رَجُلَانِ مِنْ بَلِيٍّ، حَيٌّ مِّنْ قُضَاعَةَ اَسْلَمَامَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: فَاسْتُشْهِدَ أحدُهُ وَاُخِّرَ الْاٰخَرُ سَنَةً، قَالَ طَلْحَةُ ابْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ ﷺ: فَرَأَيْتُ الْمُؤَخَّرَ مِنْهُمَا اُدْخِلَ الْجَنَّةَ قَبْلَ الشَّهِيْدِ، فَتَعَجَّبْتُ لِذٰلِكَ، فَاَصْبَحْتُ، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ اَوْذُكِرَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَلَيْسَ قَدْ صَامَ بَعْدَهُ رَمَضَانَ، وَصَلّٰى سِتَّةَ اٰلَافِ رَكْعَةٍ، وَكَذَا وَكَذَا رَكْعَةً صَلٰوةَ سَنَةٍ. (رواه أحمد بإسناد حسن، ورواه ابن ماجة وابن حبان فى صحيحه والبيهقى، كلهم عن طلحة بنحوه أطول منه، وزاد ابن ماجة وابن حبان فى آخره: فلما بينهما أطول ما بين السماء والارض، كذافى الترغيب، ولفظ أحمد فى النسخة التى بأيدينا أوكذا وكذا ركعة بلفظ أو. وفى الدر: أخرجه مالك و احمدو النسائى وابن خزيمة والحاكم وصححه والبيهقى

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک قبیلہ کے دوصحابی ایک ساتھ مسلمان ہوئے، ان میں سے ایک صاحب جہاد میں شہید ہوگئے اور دوسرے صاحب کا ایک سال بعد انتقال ہوا۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ وہ صاحب جن کا ایک سال بعد انتقال ہوا تھا ان شہید سے بھی پہلے جنّت میں داخل ہوگئے، تو مجھے بڑا تعجب ہوا کہ شہید کا درجہ تو بہت اونچا ہے، وہ پہلے جنّت میں داخل ہوتے۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خود عرض کیا یا کسی اور نے عرض کیا تو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جن صاحب کا بعد میں انتقال ہوا ان کی نیکیاں نہیں دیکھتے کتنی زیادہ ہوگئیں۔ ایک رمضان المبارک کے پورے روزے بھی ان کے زیادہ ہوئے اور چھ ہزار اور اتنی اتنی رکعتیں نماز کی ایک سال میں ان کی بڑھ گئیں۔

فى شعب الإيمان عن عامر بن سعد. قال سمعتُ سعداً و ناساً من الصحابة يقولون: كان رجلان اخوان

فی عھدِ رسول اللہ ﷺ، وکان احدھما افضل من الآخر فتوفی الذی ھو افضلھما، ثم عُمّر الآخر بعدہ أربعین لیلۃ الحدیث. وقد أخرج أبوداود بمعنی حدیث الباب من حدیث عبید بن خالد بلفظ "قتل أحدھما ومات الآخر بعدہ بجمعۃ" الحدیث)

ف: اگر ایک سال کے تمام مہینے انتیس دن کے لگائے جائیں اور صرف فرض اور وتر کی بیس رکعتیں شمار کی جائیں تب بھی چھ ہزار نو سو ساٹھ رکعتیں ہوتی ہیں اور جتنے مہینے تیس دن کے ہوں گے بیس بیس رکعتوں کا اضافہ ہوتا رہے گا اور سنتیں اور نوافل بھی شمار کیے جائیں تو کیا ہی پوچھنا۔ ابنِ ماجہ میں یہ قصہ اور بھی مُفصَّل آیا ہے، اس میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ جو خواب دیکھنے والے ہیں وہ خود بیان کرتے ہیں کہ ایک قبیلہ کے دو آدمی حضورِ اقدس ﷺ کی خدمت میں ایک ساتھ آئے اور اکٹھے ہی مسلمان ہوئے۔ ایک صاحب بہت زیادہ مُستعِد اور ہمّت والے تھے، وہ ایک لڑائی میں شہید ہو گئے اور دوسرے صاحب کا ایک سال بعد انتقال ہوا، میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنّت کے دروازے پر کھڑا ہوں اور وہ دونوں صاحب بھی وہاں ہیں۔ اندر سے ایک شخص آئے اور ان صاحب کو جن کا ایک سال بعد انتقال ہوا تھا اندر جانے کی اجازت ہو گئی اور جو صاحب شہید ہوئے تھے وہ کھڑے رہ گئے۔ تھوڑی دیر بعد پھر اندر سے ایک شخص آئے اور ان شہید کو بھی اجازت ہو گئی اور مجھ سے یہ کہا کہ تمہارا ابھی وقت نہیں آیا، تم واپس چلے جاؤ۔ میں نے صبح کو لوگوں سے اپنے خواب کا تذکرہ کیا، سب کو اس پر تعجب ہوا کہ ان شہید کو بعد میں اجازت کیوں ہوئی، ان کو تو پہلے ہونی چاہیے تھی؟ آخر حضور ﷺ سے لوگوں نے اس کا تذکرہ کیا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسولَ اللہ! وہ شہید بھی ہوئے اور بہت زیادہ مُستعِد اور ہمت والے بھی تھے اور جنّت میں یہ دوسرے صاحب پہلے داخل ہو گئے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا انہوں نے ایک سال عبادت زیادہ نہیں کی؟ عرض کیا: بیشک کی۔ اِرشاد فرمایا: کیا انہوں نے پورے ایک رمضان کے روزے ان سے زیادہ نہیں رکھے؟ عرض کیا گیا: بیشک رکھے۔ ارشاد فرمایا: کیا انہوں نے اتنے اتنے سجدے ایک سال کی نمازوں کے زیادہ نہیں کیے؟ عرض کیا گیا: بیشک

کئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: پھر ان دونوں میں آسمان زمین کا فرق ہوگیا۔

اس نوع کے قصّے کئی لوگوں کے ساتھ پیش آئے۔ ابوداؤد شریف میں دو صحابہ کا قصّہ اسی قسم کا صرف آٹھ دن کے فرق سے ذکر کیا گیا ہے کہ دوسرے صاحب کا انتقال ایک ہفتہ بعد ہوا، پھر بھی وہ جنّت میں پہلے داخل ہوگئے۔ حقیقت میں ہم لوگوں کو اس کا اندازہ نہیں کہ نماز کتنی قیمتی چیز ہے۔ آخر کوئی بات تو ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ نے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں بتلائی ہے۔ حضور ﷺ کی آنکھ کی ٹھنڈک جو انتہائی محبت کی علامت ہے، معمولی چیز نہیں۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ کہ دو بھائی تھے، ان میں سے ایک چالیس روز پہلے انتقال کر گئے، دوسرے بھائی کا چالیس روز بعد انتقال ہوا۔ پہلے بھائی زیادہ بزرگ تھے، لوگوں نے ان کو بہت بڑھانا شروع کر دیا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا دوسرے بھائی مسلمان نہ تھے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ بیشک مسلمان تھے مگر معمولی درجہ میں تھے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہیں کیا معلوم کہ ان چالیس دن کی نمازوں نے ان کو کس درجہ تک پہنچا دیا ہے۔ نماز کی مثال ایک میٹھی اور گہری نہر کی سی ہے جو دروازہ پر جاری ہو اور آدمی پانچ دفعہ اسی میں نہاتا ہو تو اس کے بدن پر کیا میل رہ سکتا ہے۔ اس کے بعد پھر دوبارہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں کیا معلوم کہ اس کی نمازوں نے جو بعد میں پڑھی گئیں اس کو کس درجہ تک پہنچا دیا ہے۔[1]

(۸) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ ﷺ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنَّهٗ قَالَ: يُبْعَثُ مُنَادٍ عِنْدَ حَضْرَةِ كُلِّ صَلٰوةٍ فَيَقُوْلُ: يَا بَنِيْ اٰدَمَ! قُوْمُوْا فَاَطْفِئُوْا مَا اَوْقَدْتُمْ عَلٰى اَنْفُسِكُمْ، فَيَقُوْمُوْنَ، فَيَتَطَهَّرُوْنَ، وَيُصَلُّوْنَ الظُّهْرَ، فَيُغْفَرُ لَهُمْ مَا بَيْنَهُمَا، فَاِذَا حَضَرَتِ الْعَصْرُ فَمِثْلُ ذٰلِكَ، فَاِذَا حَضَرَتِ الْمَغْرِبُ فَمِثْلُ ذٰلِكَ فَاِذَا حَضَرَتِ

حضورِ اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب نماز کا وقت آتا ہے تو ایک فرشتہ اعلان کرتا ہے کہ اے آدم کی اولاد! اٹھو اور جہنّم کی اس آگ کو جسے تم نے (گناہوں کی بدولت) اپنے اوپر جلانا شروع کر دیا ہے بجھاؤ، چنانچہ (دیندار لوگ) اٹھتے ہیں، وضو کرتے ہیں، ظہر کی نماز پڑھتے ہیں جس کی وجہ سے ان کے گناہوں کی (صبح سے ظہر تک کی)

[1] قال المنذري: رواه مالك واللفظ له وأحمد باسناد حسن والنسائي وابن خزيمة في صحيحه.

الْعَتَمَةُ فَمِثْلُ ذٰلِكَ، فَيَنَا مُوْنَ، فَمُدْلِجٌ فِيْ خَيْرٍ وَمُدْلِجٌ فِيْ شَرٍّ. (رواه الطبراني في الكبير، كذا في الترغيب)

مغفرت کر دی جاتی ہے۔ اسی طرح پھر عصر کے وقت، پھر مغرب کے وقت، پھر عشاء کے وقت (غرض ہر نماز کے وقت یہی صورت ہوتی ہے) عشاء کے بعد لوگ سونے میں مشغول ہو جاتے ہیں، اس کے بعد اندھیری میں بعض لوگ برائیوں (زنا کاری بدکاری چوری وغیرہ) کی طرف چل دیتے ہیں اور بعض لوگ بھلائیوں (نماز، وظیفہ، ذکر وغیرہ) کی طرف چلنے لگتے ہیں۔

ف: حدیث کی کتابوں میں بہت کثرت سے یہ مضمون آیا ہے کہ اللہ جَلَّ شَانُہٗ اپنے لُطف سے نماز کی بدولت گناہوں کو مُعاف فرماتے ہیں اور نماز میں چونکہ اِستغفار خود موجود ہے جیسا کہ اوپر گذرا، اس لئے صغیرہ اور کبیرہ ہر قسم کے گناہ اس میں داخل ہو جاتے ہیں، بشرطیکہ دل سے گناہوں پر ندامت ہو۔ خود حق تعالیٰ شانہٗ کا اِرشاد ہے۔ "اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ؕ" جیسا کہ حدیث ۳ میں گذرا۔

حضرت سلمان رَضِیَ اللہُ عَنْہُ ایک بڑے مشہور صحابی ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ جب عشاء کی نماز ہو لیتی ہے تو تمام آدمی تین جماعتوں میں مُنقَسِم ہو جاتے ہیں: ایک وہ جماعت ہے جس کے لئے یہ رات نعمت ہے اور کمائی ہے اور بھلائی ہے۔ یہ وہ حضرات ہیں جو رات کی فرصت کو غنیمت سمجھتے ہیں اور جب لوگ اپنے اپنے راحت و آرام اور سونے میں مشغول ہو جاتے ہیں تو یہ لوگ نماز میں مشغول ہو جاتے ہیں، ان کی رات ان کے لئے اجر و ثواب بن جاتی ہے۔ دوسری وہ جماعت ہے جس کیلئے رات وَبال ہے، عذاب ہے۔ یہ وہ جماعت ہے جو رات کی تنہائی اور فرصت کو غنیمت سمجھتی ہے اور گناہوں میں مشغول ہو جاتی ہے، ان کی رات ان پر وبال بن جاتی ہے۔ تیسری وہ جماعت ہے جو عشاء کی نماز پڑھ کر سو جاتی ہے، اس کے لئے نہ وبال ہے نہ کمائی، نہ کچھ گیا نہ آیا۔[1]

(۹) عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ بْنِ رِبْعِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى:

حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا اِرشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے یہ فرمایا کہ میں نے تمہاری اُمّت پر پانچ

[1] درمنثور

" اِنِّی افْتَرَضْتُ عَلٰی اُمَّتِكَ خَمْسَ صَلَوَاتٍ، وَعَهِدْتُ عِنْدِیْ عَهْدًا اَنَّهٗ مَنْ حَافَظَ عَلَیْهِنَّ لِوَقْتِهِنَّ اَدْخَلْتُهُ الْجَنَّةَ فِی عَهْدِی وَمَنْ لَّمْ یُحَافِظْ عَلَیْهِنَّ فَلَا عَهْدَلَهٗ عِنْدِیْ." (کذا فی الدر المنثور بروایة أبی داود و ابن ماجة، وفیه أیضاً أخرج مالك و ابن أبی شیبة وأحمد و أبو داود، والنسائی و ابن ماجة و ابن حبان والبیهقی عن عبادة بن الصامت، فذکر معنی حدیث الباب مرفوعا بأطول منه)

نمازیں فرض کی ہیں اور اس کا میں نے اپنے لئے عہد کر لیا ہے کہ جو شخص ان پانچوں نمازوں کو ان کے وقت پر ادا کرنے کا اہتمام کرے اس کو اپنی ذِمہ داری پر جنّت میں داخل کرونگا اور جو ان نمازوں کا اہتمام نہ کرے تو مجھ پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں۔

ف: ایک دوسری حدیث میں یہ مضمون اور وضاحت سے آیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے پانچ نمازیں فرض فرمائی ہیں، جو شخص ان میں لاپروائی سے کسی قسم کی کوتاہی نہ کرے، اچھی طرح وضو کرے اور وقت پر ادا کرے، خشوع وخضوع سے پڑھے، حق تعالیٰ شانہٗ کا عہد ہے کہ اس کو جنّت میں ضرور داخل فرمائیں گے اور جو شخص ایسا نہ کرے اللہ تعالیٰ کا کوئی عہد اس سے نہیں، چاہے اس کی مغفرت فرمائیں چاہے عذاب دیں۔ کتنی بڑی فضیلت ہے نماز کی کہ اس کے اہتمام سے اللہ کے عہد میں اور ذِمہ داری میں آدمی داخل ہوتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی معمولی سا حاکم یا دولت مند کسی شخص کو اطمینان دلا دے یا کسی مطالبہ کا ذِمہ دار ہو جائے یا کسی قسم کی ضمانت کرے تو وہ کتنا مطمئن اور خوش ہوتا ہے اور اس حاکم کا کس قدر احسان مند اور گرویدہ بن جاتا ہے۔ یہاں ایک معمولی عبادت پر جس میں کچھ مشقّت بھی نہیں ہے، مالکُ الملک دو جہاں کا بادشاہ عہد کرتا ہے، پھر بھی لوگ اس چیز سے غفلت اور لاپروائی کرتے ہیں، اس میں کسی کا کیا نقصان ہے، اپنی ہی کم نصیبی اور اپنا ہی ضرر ہے۔

(١٠) عَنِ ابْنِ سَلْمَانَ اَنَّ رَجُلًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ حَدَّثَهٗ، قَالَ: لَمَّا فَتَحْنَا خَیْبَرَ، اَخْرَجُوْا غَنَائِمَهُمْ مِنَ الْمَتَاعِ وَالسَّبْیِ، فَجَعَلَ النَّاسُ

ایک صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ لڑائی میں جب خیبر کو فتح کر چکے تو لوگوں نے اپنے مالِ غنیمت کو نکالا جس میں مُتفرق سامان تھا اور قیدی تھے اور خرید وفروخت

يَتَبَايَعُوْنَ غَنَائِمَهُمْ، فَجَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! لَقَدْ رَبِحْتُ رِبْحًا مَا رَبِحَ الْيَوْمَ مِثْلَهُ اَحَدٌ مِنْ اَهْلِ الْوَادِيْ. قَالَ: وَيْحَكَ! وَمَا رَبِحْتَ؟ قَالَ: مَازِلْتُ اَبِيْعُ وَاَبْتَاعُ حَتّٰى رَبِحْتُ ثَلٰثَمِائَةِ اُوْقِيَةٍ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَنَا اُنَبِّئُكَ بِخَيْرِ رَجُلٍ رَبِحَ. قَالَ: مَا هُوَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ. (اخرجه ابوداود وسكت عنه المنذرى)

شروع ہوگئی (کہ ہر شخص اپنی ضروریات خریدنے لگا اور دوسری زائد چیزیں فروخت کرنے لگا) اتنے میں ایک صحابی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے آج کی اس تجارت میں اس قدر نفع ہوا کہ ساری جماعت میں سے کسی کو بھی اتنا نفع نہیں مل سکا۔ حضور ﷺ نے تعجب سے پوچھا کہ کتنا کمایا؟ انہوں نے عرض کیا کہ حضور! میں سامان خریدتا رہا اور بیچتا رہا جس میں تین سو اوقیہ چاندی نفع میں بچی۔ حضور ﷺ نے اِرشاد فرمایا: میں تمہیں بہترین نفع کی چیز بتاؤں؟ انہوں نے عرض کیا: حضور! ضرور بتائیں۔ ارشاد فرمایا کہ فرض نماز کے بعد دو رکعت نفل۔

ف: ایک اُوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے اور ایک درہم تقریباً چار آنہ کا، تو اس حساب سے تین ہزار روپیہ ہوا جس کے مقابلہ میں دو جہاں کے بادشاہ کا ارشاد ہے کہ یہ کیا نفع ہوا۔ حقیقی نفع وہ ہے جو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہنے والا ہے اور کبھی نہ ختم ہونے والا ہے، اگر حقیقت میں ہم لوگوں کے ایمان ایسے ہی ہو جائیں اور دو رکعت نماز کے مقابلہ میں تین ہزار روپے کی وقعت نہ رہے تو پھر واقعی زندگی کا لُطف ہے، اور حق یہ ہے کہ نماز ہے ہی ایسی دولت۔ اسی وجہ سے حضورِ اقدس، سیدُ البَشَر، فخرِ رُسل ﷺ نے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں بتلائی ہے اور وصال کے وقت آخری وصیّت جو فرمائی ہے اس میں نماز کے اہتمام کا حکم فرمایا ہے (کنز العُمّال)۔ متعدّد حدیثوں میں اس کی وصیت مذکور ہے، منجملہ ان کے حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ آخری وقت میں جب زبان مبارک سے پورے لفظ نہیں نکل رہے تھے، اس وقت بھی حضور ﷺ نے نماز اور غلاموں کے حقوق کی تاکید فرمائی تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی یہی نقل کیا گیا کہ آخری کلام حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز کی تاکید اور غلاموں کے بارے میں اللہ سے ڈرنے کا حکم تھا (جامع الصغیر)۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی طرف ایک مرتبہ جہاد کے لئے لشکر بھیجا جو بہت ہی جلدی واپس لوٹ آیا اور ساتھ ہی بہت سارا مالِ غنیمت لے کر آیا۔ لوگوں کو بڑا تعجب ہوا کہ اتنی ذرا سی مدت میں ایسی بڑی کامیابی اور مال و دولت کے ساتھ واپس آ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں اس سے بھی کم وقت میں اس مال سے بہت زیادہ غنیمت اور دولت کمانے والی جماعت بتاؤں؟ یہ وہ لوگ ہیں جو صبح کی نماز میں جماعت میں شریک ہوں اور آفتاب نکلنے تک اسی جگہ بیٹھے رہیں۔ آفتاب نکلنے کے بعد (جب مکروہ وقت جو تقریباً بیس منٹ رہتا ہے نکل جائے) تو دو رکعت (اشراق کی) نماز پڑھیں، یہ لوگ بہت تھوڑے سے وقت میں بہت زیادہ دولت کمانے والے ہیں۔ حضرت شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ مشہور صوفی بزرگ ہیں، فرماتے ہیں کہ ہم نے پانچ چیزیں تلاش کیں ان کو پانچ جگہ پایا: (۱) روزی کی برکت چاشت کی نماز میں ملی (۲) اور قبر کی روشنی تہجد کی نماز میں ملی۔ (۳) منکر نکیر کے سوال کا جواب طلب کیا تو اس کو قراءت میں پایا (۴) اور پل صراط کا سہولت سے پار ہونا روزہ اور صدقہ میں پایا (۵) اور عرش کا سایہ خلوت میں پایا (نزہۃ المجالس)۔

حدیث کی کتابوں میں نماز کے بارے میں بہت ہی تاکید اور بہت سے فضائل وارد ہوئے ہیں، ان سب کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔ تبرکاً چند احادیث کا صرف ترجمہ لکھا جاتا ہے۔

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ جَلَّ شَانُہٗ نے میری امّت پر سب چیزوں سے پہلے نماز فرض کی اور قیامت میں سب سے پہلے نماز ہی کا حساب ہوگا۔ (۲) نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو، نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو، نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ (۳) آدمی کے اور شرک کے درمیان نماز ہی حائل ہے۔ (۴) اسلام کی علامت نماز ہے جو شخص دل کو فارغ کر کے اوقات اور مستحبات کی رعایت رکھ کر نماز پڑھے وہ مومن ہے۔ (۵) حق تعالیٰ جَلَّ شَانُہٗ نے کوئی چیز ایمان اور نماز سے افضل فرض نہیں کی، اگر اس سے افضل کسی اور چیز کو فرض کرتے تو فرشتوں کو اس کا حکم دیتے، فرشتے دن رات کوئی رکوع میں ہے،

کوئی سجدے میں۔ (۶) نماز دین کا ستون ہے۔ (۷) نماز شیطان کا منہ کالا کرتی ہے۔ (۸) نماز مومن کا نور ہے۔ (۹) نماز افضل جہاد ہے۔ (۱۰) جب آدمی نماز میں داخل ہوتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کی طرف پوری توجہ فرماتے ہیں، جب وہ نماز سے ہٹ جاتا ہے تو وہ بھی توجہ ہٹا لیتے ہیں۔ (۱۱) جب کوئی آفت آسمان سے اترتی ہے تو مسجد کے آباد کرنے والوں سے ہٹ جاتی ہے۔ (۱۲) اگر آدمی کسی وجہ سے جہنّم میں جاتا ہے تو اس کی آگ سجدے کی جگہ کو نہیں کھاتی۔ (۱۳) اللہ نے سجدہ کی جگہ کو آگ پر حرام فرمادیا ہے۔ (۱۴) سب سے زیادہ پسندیدہ عمل اللہ کے نزدیک وہ نماز ہے جو وقت پر پڑھی جائے۔ (۱۵) اللہ جَلَّ شَانُہٗ کو آدمی کی ساری حالتوں میں سب سے زیادہ پسند یہ ہے کہ اس کو سجدہ میں پڑا ہوا دیکھیں کہ پیشانی زمین سے رگڑ رہا ہے۔ (۱۶) اللہ جَلَّ شَانُہٗ کے ساتھ آدمی کو سب سے زیادہ قُرب سجدہ میں ہوتا ہے۔ (۱۷) جنّت کی کنجیاں نماز ہیں۔ (۱۸) جب آدمی نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو جنّت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور اللہ جَلَّ شَانُہٗ کے اور اس نمازی کے درمیان پردے ہٹ جاتے ہیں جب تک کہ کھانسی وغیرہ میں مشغول نہ ہو۔ (۱۹) نمازی شہنشاہ کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جو دروازہ کھٹکھٹاتا ہی رہے تو کھلتا ہی ہے۔ (۲۰) نماز کا مرتبہ دین میں ایسا ہی ہے جیسا کہ سر کا درجہ ہے بدن میں۔

(۲۱) نماز دل کا نور ہے، جو اپنے دل کو نورانی بنانا چاہے (نماز کے ذریعہ سے) بنالے۔ (۲۲) جو شخص اچھی طرح وضو کرے اس کے بعد خشوع وخضوع سے دو یا چار رکعت نماز فرض یا نفل پڑھ کر اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہے اللہ تعالیٰ شانہٗ معاف فرما دیتے ہیں۔ (۲۳) زمین کے جس حصّہ پر نماز کے ذریعہ سے اللہ کی یاد کی جاتی ہے وہ حصّہ زمین کے دوسرے ٹکڑوں پر فخر کرتا ہے۔ (۲۴) جو شخص دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا مانگتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ وہ دعا قبول فرما لیتے ہیں، خواہ فوراً ہو یا کسی مصلحت سے کچھ دیر کے بعد، مگر قبول ضرور فرماتے ہیں۔ (۲۵) جو شخص تنہائی میں دو رکعت نماز پڑھے جس کو اللہ اور اس کے فرشتوں کے سوا کوئی نہ دیکھے تو اس کو جہنّم کی آگ سے بَری ہونے کا پروانہ مل جاتا ہے۔ (۲۶) جو شخص ایک فرض نماز ادا کرے اللہ جَلَّ شَانُہٗ کے یہاں ایک مقبول

دعا اس کی ہوجاتی ہے۔ (۲۷) جو پانچوں نمازوں کا اہتمام کرتا رہے، ان کے رکوع وسجود اور وضو وغیرہ کو اہتمام کے ساتھ اچھی طرح سے پورا کرتا رہے جنّت اس کے لئے واجب ہوجاتی ہے اور دوزخ اس پر حرام ہوجاتی ہے۔ (۲۸) مسلمان جب تک پانچوں نمازوں کا اہتمام کرتا رہتا ہے شیطان اس سے ڈرتا رہتا ہے اور جب وہ نمازوں میں کوتاہی کرنے لگتا ہے تو شیطان کو اس پر جرأت ہوجاتی ہے اور اس کے بہکانے کی طمع کرنے لگتا ہے۔ (۲۹) سب سے افضل عمل اوّل وقت نماز پڑھنا ہے۔ (۳۰) نماز ہر متقی کی قربانی ہے۔ (۳۱) اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ عمل نماز کو اول وقت پڑھنا ہے۔ (۳۲) صبح کو جو شخص نماز کو جاتا ہے اس کے ہاتھ میں ایمان کا جھنڈا ہوتا ہے اور جو بازار کو جاتا ہے اس کے ہاتھ میں شیطان کا جھنڈا ہوتا ہے۔ (۳۳) ظہر کی نماز سے پہلے چار رکعتوں کا ثواب ایسا ہے جیسا کہ تہجّد کی چار رکعتوں کا۔ (۳۴) ظہر سے پہلے چار رکعتیں تہجّد کی چار رکعتوں کے برابر شمار ہوتی ہیں۔ (۳۵) جب آدمی نماز کو کھڑا ہوتا ہے تو رحمتِ الٰہیہ اس کی طرف متوجہ ہوجاتی ہے۔ (۳۶) افضل ترین نماز آدھی رات کی ہے مگر اس کے پڑھنے والے بہت ہی کم ہیں۔ (۳۷) میرے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہنے لگے: اے محمد! خواہ کتنا ہی آپ زندہ رہیں۔ آخر ایک دن مرنا ہے اور جس سے چاہے محبّت کریں۔ آخر ایک دن اس سے جدا ہونا ہے اور آپ جس قسم کا بھی عمل کریں (بھلا یا بُرا) اس کا بدلہ ضرور ملے گا، اس میں کوئی تردد نہیں کہ مومن کی شرافت تہجّد کی نماز ہے اور مومن کی عزت لوگوں سے اِستِغنَاء ہے۔ (۳۸) اخیر رات کی دو رکعتیں تمام دنیا سے افضل ہیں، اگر مجھے مَشَقَّت کا اندیشہ نہ ہوتا تو امت پر فرض کر دیتا۔ (۳۹) تہجّد ضرور پڑھا کرو کہ تہجّد صالحین کا طریقہ ہے اور اللہ کے قرب کا سبب ہے، تہجّد گناہوں سے روکتا ہے اور خطاؤں کی معافی کا ذریعہ ہے، اس سے بدن کی تندرستی بھی ہوتی ہے۔ (۴۰) حق تعالٰی شانہٗ کا ارشاد ہے کہ اے آدم کی اولاد! تُو دن کے شروع میں چار رکعتوں سے عاجز نہ بن، میں تمام دن تیرے کاموں کی کفایت کروں گا۔

حدیث کی کتابوں میں بہت کثرت سے نماز کے فضائل اور ترغیبیں ذکر کی گئی ہیں۔

چالیس کے عدد کی رعایت سے اتنے پر کفایت کی گئی کہ اگر کوئی شخص ان کو حفظ یاد کر لے تو چالیس حدیثیں یاد کرنے کی فضیلت حاصل کر لے گا۔ حق یہ ہے کہ نماز ایسی بڑی دولت ہے کہ اس کی قدر وہی کر سکتا ہے جس کو اللہ جَلَّ شَانُہٗ نے اس کا مزہ چکھا دیا ہو۔ اسی دولت کی وجہ سے حضور ﷺ نے اپنی آنکھ کی ٹھنڈک اس میں فرمائی اور اسی لذت کی وجہ سے حضورِ اقدس ﷺ رات کو اکثر حصہ نماز ہی میں گذار دیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے وصال کے وقت خاص طور پر نماز کی وصیّت فرمائی اور اس کے اہتمام کی تاکید فرمائی۔ مُتعدد احادیث میں اِرشادِ نبوی نقل کیا گیا: اِتَّقُوا اللّٰهَ فِي الصَّلٰوةِ'' ''نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو'' حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ عَنْہُ حضور ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ تمام اعمال میں مجھے نماز سب سے زیادہ محبوب ہے۔

ایک صحابی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کہتے ہیں کہ میں ایک رات مسجد نبوی پر گذرا، حضورِ اقدس ﷺ نماز پڑھ رہے تھے، مجھے بھی شوق ہوا، حضور ﷺ کے پیچھے نیت باندھ لی۔ حضور ﷺ سورۂ بقرہ پڑھ رہے تھے۔ میں نے خیال کیا کہ سو آیتوں پر رکوع کر دیں گے، مگر جب وہ گذر گئیں اور رکوع نہ کیا تو میں نے سوچا دو سو پر رکوع کریں گے، مگر وہاں بھی نہ کیا تو مجھے خیال ہوا کہ سورت کے ختم ہی پر کریں گے۔ جب سورت ختم ہوئی تو حضور ﷺ نے کئی مرتبہ ''اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ. اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ'' پڑھا اور سورۂ آل عمران شروع کر دی۔ میں سوچ میں پڑ گیا، آخر میں نے خیال کیا کہ آخر اس کے ختم پر تو رکوع کریں گے۔ حضور ﷺ نے اس کو ختم فرمایا اور تین مرتبہ ''اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ'' پڑھا اور سورۂ مائدہ شروع کر دی، اس کو ختم کر کے رکوع کیا اور رکوع میں ''سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ'' پڑھتے رہے اور اس کے ساتھ کچھ اور بھی پڑھتے رہے، جو سمجھ میں نہ آیا۔ اس کے بعد اسی طرح سجدہ میں ''سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى'' بھی پڑھتے رہے، اس کے ساتھ کچھ اور بھی پڑھتے تھے۔ اس کے بعد دوسری رکعت میں سوءَ اَنعام شروع کر دی۔ میں حضور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھنے کی ہمت نہ کر سکا اور مجبور ہو کر چلا آیا۔ پہلی رکعت میں تقریباً پانچ سپارے ہوئے اور پھر حضورِ اقدس ﷺ کا پڑھنا جو نہایت اطمینان سے تجوید اور ترتیل کے ساتھ ایک ایک آیت جدا جدا کر کے پڑھتے تھے۔ ایسی

صورت میں کتنی لانبی رکعت ہوئی ہوگی۔ انہیں وجوہ سے آپ ﷺ کے پاؤں پر نماز پڑھتے پڑھتے ورم آ جاتا تھا، مگر جس چیز کی لذت دل میں اتر جاتی ہے اس میں مَشَقَّت اور تکلیف دشوار نہیں رہتی۔ ابو اسحٰق سَبیعی رحمۃ اللہ علیہ مشہور محدّث ہیں، سو برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔ اس پر افسوس کیا کرتے تھے کہ بڑھاپے اور ضعف کی وجہ سے نماز کا لطف جاتا رہا۔ دو رکعتوں میں صرف دو سورتیں سورۂ بقرہ اور سورۂ آلِ عمران پڑھی جاتی ہیں، زیادہ نہیں پڑھا جاتا (تہذیب التہذیب)۔ یہ دو سورتیں بھی پونے چار پاروں کی ہیں۔ محمد بن سَمّاک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کوفہ میں میرا ایک پڑوسی تھا، اس کے ایک لڑکا تھا جو دن کو ہمیشہ روزہ رکھتا اور رات بھر نماز میں اور شوقیہ اشعار میں رہتا تھا۔ وہ سوکھ کر ایسا ہو گیا کہ صرف ہڈی اور چمڑہ رہ گیا۔ اس کے والد نے مجھ سے کہا کہ تم اس کو ذرا سمجھاؤ۔ میں ایک مرتبہ اپنے دروازہ پر بیٹھا ہوا تھا، وہ سامنے سے گذرا، میں نے اسے بلایا، وہ آیا سلام کر کے بیٹھ گیا۔ میں نے کہنا شروع ہی کیا تھا کہ وہ کہنے لگا: چچا! شاید آپ محنت میں کمی کا مشورہ دیں گے۔ چچا جان! میں نے اس محلے کے چند لڑکوں کے ساتھ یہ طے کیا تھا کہ دیکھیں کون شخص عبادت میں زیادہ کوشش کرے۔ انہوں نے کوشش اور محنت کی اور اللہ تعالیٰ کی طرف بلا لئے گئے۔ جب وہ بلائے گئے تو بڑی خوشی اور سُرور کے ساتھ گئے۔ ان میں سے میرے سوا کوئی باقی نہیں رہا۔ میرا عمل دن میں دو بار ان پر ظاہر ہوتا ہوگا، وہ کیا کہیں گے جب اس میں کوتاہی پائیں گے۔ چچا جان! ان جوانوں نے بڑے بڑے مُجاہدے کئے، ان کی محنتیں اور مجاہدے بیان کرنے لگا جن کو سن کر ہم لوگ مُتحیّر رہ گئے۔ اس کے بعد وہ لڑکا اٹھ کر چلا گیا۔ تیسرے دن ہم نے سنا کہ وہ بھی رخصت ہو گئے رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً (نزہۃ)۔

اب بھی اس گئے گذرے زمانے میں اللہ کے بندے ایسے دیکھے جاتے ہیں جو رات کا اکثر حصہ نماز میں گذار دیتے ہیں اور دن میں دین کے دوسرے کاموں تبلیغ و تعلیم میں مُنہمِک رہتے ہیں۔ حضرت مُجَدِّدِ الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے نامِ نامی سے کون شخص ہندوستان میں ناواقف ہوگا، ان کے ایک خلیفہ مولانا عبد الواحد لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن ارشاد فرمایا کہ کیا جنّت میں نماز نہ ہوگی؟ کسی نے عرض کیا کہ حضرت جنّت میں نماز کیوں ہو، وہ تو اعمال کے بدلہ کی جگہ ہے نہ کہ عمل کرنے کی۔ اس پر ایک آہ کھینچی اور رونے لگے اور فرمایا کہ

بغیر نماز کے جنّت میں کیونکر گذرے گی؟ ایسے ہی لوگوں سے دنیا قائم ہے اور زندگی کو وصول کرنے والی حقیقت میں یہی مبارک ہستیاں ہیں۔ اللہ جَلّ شَانُہٗ اپنے لُطف اور اپنے پر مر مٹنے والوں کے طفیل اس روسیاہ کو بھی نواز دے تو اس کے لطفِ عام سے کیا بعید ہے۔

ایک پُرلطف قصہ پر اس فصل کو ختم کرتا ہوں۔ حافظ اِبنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ''منبہات'' میں لکھا ہے: ایک مرتبہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے دنیا میں تین چیزیں محبوب ہیں: خوشبو، عورتیں، اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چند صحابہ رضی اللہ عنہم تشریف فرما تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: آپ نے سچ فرمایا اور مجھے تین چیزیں محبوب ہیں: آپ کے چہرہ کا دیکھنا، اپنے مال کو آپ پر خرچ کرنا اور یہ کہ میری بیٹی آپ کے نکاح میں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سچ ہے اور مجھے تین چیزیں محبوب ہیں: اَمر بالمعرُوف، نہی عن المنکر (اچھے کاموں کا حکم کرنا اور بری باتوں سے روکنا) اور پرانا کپڑا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ نے سچ کہا اور مجھے تین چیزیں محبوب ہیں: بھوکوں کو کھانا کھلانا، ننگوں کو کپڑا پہنانا اور قرآن پاک کی تلاوت کرنا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ نے سچ فرمایا اور مجھے تین چیزیں پسند ہیں: مہمان کی خدمت، گرمی کا روزہ اور دُشمن پر تلوار۔ اتنے میں جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کیا کہ مجھے حق تعالیٰ شانہٗ نے بھیجا ہے اور فرمایا کہ اگر میں (یعنی جبرئیل) دنیا والوں میں ہوتا تو بتاؤں مجھے کیا پسند ہوتا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بتاؤ۔ عرض کیا: بھولے ہوؤں کو راستہ بتانا، غریب عبادت کرنے والوں سے محبّت رکھنا اور عیال دار مفلسوں کی مدد کرنا اور اللہ جَلّ جَلَالُہٗ کو بندوں کی تین چیزیں پسند ہیں: (اللہ کی راہ میں) طاقت کا خرچ کرنا (مال سے ہو یا جان سے) اور (گناہ پر) ندامت کے وقت رونا اور فاقہ پر صبر کرنا۔

حافظِ اِبنِ قیم ''زادُالمعاد'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ نماز روزی کو کھینچنے والی ہے، صحت کی مُحافظ ہے، بیماریوں کو رفع کرنے والی ہے، دل کو تقویت پہنچاتی ہے، چہرہ کو خوبصورت اور مُنور کرتی ہے، جان کو فرحت پہنچاتی ہے، اَعضا میں نشاط پیدا کرتی ہے، کاہلی کو دفع کرتی ہے، شرحِ صدر کا سبب ہے، روح کی غذا ہے، دل کو منور کرتی ہے۔ اللہ کے انعام کی محافظ ہے اور

عذابِ الٰہی سے حفاظت کا سبب ہے۔ شیطان کو دور کرتی ہے اور رحمٰن سے قرب پیدا کرتی ہے۔ غرض روح اور بدن کی صحت کی حفاظت میں اس کو خاص دخل ہے اور دونوں چیزوں میں اس کی عجیب تاثیر ہے، نیز دنیا اور آخرت کی مضرتوں کے دور کرنے میں اور دونوں جہاں کے منافع پیدا کرنے میں اس کو بہت خصوصیّت ہے۔

فصلِ دوم

نماز کے چھوڑنے پر جو وعید اور عتاب حدیث میں آیا ہے اس کا بیان

حدیث کی کتابوں میں نماز نہ پڑھنے پر بہت سخت سخت عذاب ذکر کئے گئے ہیں۔ نمونے کے طور پر چند حدیثیں ذکر کی جاتی ہیں۔ سچّی خبر دینے والے کا ایک ارشاد بھی سمجھ دار کے لئے کافی تھا، مگر حضورِ اقدس ﷺ کی شفقت کے قربان کہ آپ نے کئی کئی طرح سے اور بار بار اس چیز کی طرف متوجہ فرمایا کہ اُن کے نام لیوا، ان کی امت کہیں اس میں کوتاہی نہ کرنے لگے۔ پھر افسوس ہے ہمارے حال پر کہ ہم حضور ﷺ کے اس اہتمام کے باوجود نماز کا اہتمام نہیں کرتے اور بے غیرتی اور بے حیائی سے اپنے کو امتی اور متّبعِ رسول اور اسلام کا دھنی بھی سمجھتے ہیں۔

(۱) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ . (رواه احمد، ومسلم) وَقَالَ: بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ.

حضورِ اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ نماز چھوڑنا آدمی کو کفر سے ملا دیتا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ بندہ کو اور کفر کو ملانے والی چیز صرف نماز چھوڑنا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ ایمان اور کفر کے درمیان نماز چھوڑنے کا فرق ہے۔

(أبو داود والنسائي ولفظه: "ليس بين العبد و بين الكفر الاترك الصّلٰوة" والترمذى و لفظه قال: "بين الكفر والايمان ترك الصلوة" وابن ماجة ولفظه قال: "بين العبد وبين الكفر ترك الصلوة" كذا فى الترغيب للمنذرى، وقال السيوطى فى الدر لحديث جابر أخرجه ابن أبى شيبة وأحمد و مسلم و أبو داود والترمذى والنسائى و ابن ماجة، ثم قال: وأخرج ابن أبى

شيبة و أحمد و أبو داود والترمذي و صححه والنسائي وابن ماجة و ابن حبان والحاكم وصححه عن بُرَيْدَةَ مَرْفُوعًا، "اَلْعَهْدُ الَّذِيْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلٰوةُ، فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ")

ف: اس قسم کا مضمون اور بھی کئی حدیثوں میں آیا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اَبر کے دن نماز جلدی پڑھا کرو کیونکہ نماز چھوڑنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے، یعنی کہیں ایسا نہ ہو کہ اَبر کی وجہ سے وقت کا پتہ نہ چلے اور نماز قضا ہو جائے، اس کو بھی نماز کا چھوڑنا ارشاد فرمایا۔ کتنی سخت بات ہے کہ نبی اکرم ﷺ نماز کے چھوڑنے والے پر کفر کا حکم لگاتے ہیں۔ گو علماء نے اس حدیث کو انکار کے ساتھ مقید فرمایا ہے، مگر حضور ﷺ کے اِرشاد کی فکر اتنی سخت چیز ہے کہ جس کے دل میں ذرا بھی حضورِ اقدس ﷺ کی وُقعت اور حضور ﷺ کے اِرشاد کی اہمیّت ہو گی، اس کے لئے یہ ارشادات نہایت سخت ہیں۔ اس کے علاوہ بڑے بڑے صحابہ جیسا کہ حضرت عمر، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس رضوان اللہ علیہم اجمعین وغیرہ حضرات کا یہی مذہب ہے کہ بلا عذر جان کر نماز چھوڑنے والا کافر ہے۔ آئمہ میں سے حضرت امام احمد بن حنبل، اسحٰق بن راہویہ، ابن مبارک رحمہم اللہ کا بھی یہی مذہب نقل کیا جاتا ہے۔ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْهُ [1]

(۲) عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رضی اللہ عنہ قَالَ: اَوْصَانِيْ خَلِيْلِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِسَبْعِ خِصَالٍ فَقَالَ: لَا تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّاِنْ قُطِعْتُمْ اَوْ حُرِّقْتُمْ اَوْ صُلِّبْتُمْ، وَلَا تَتْرُكُوا الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدِيْنَ، فَمَنْ تَرَكَهَا مُتَعَمِّدًا فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْمِلَّةِ، وَلَا تَرْكَبُوا الْمَعْصِيَةَ فَاِنَّهَا سَخَطُ اللّٰهِ، وَلَا تَشْرَبُوا الْخَمْرَ، فَاِنَّهَا رَأْسُ الْخَطَايَا كُلِّهَا. (الحديث رواه الطبراني و محمد بن نصر في كتاب الصلٰوة بإسناد بن

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے میرے محبوب حضورِ اقدس ﷺ نے سات نصیحتیں کی ہیں جن میں سے چار یہ ہیں: اوّل یہ کہ اللہ کا شریک کسی کو نہ بناؤ چاہے تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جاویں یا تم جلا دیئے جاؤ یا تم سولی چڑھا دیئے جاؤ۔ دوسری یہ کہ جان کر نماز نہ چھوڑو۔ جو جان بوجھ کر نماز چھوڑ دے وہ مذہب سے نکل جاتا ہے۔ تیسری یہ کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرو کہ اس سے حق تعالیٰ ناراض ہو جاتے ہیں۔ چوتھی یہ کہ شراب نہ پیو

[1] ترغیب

لابأس بهما كذا في الترغيب، وهكذا ذكره السيوطي في الدر المنثور وعزاه إليهما في المشكوة برواية ابن ماجة عن ابن أبي الدرداء نحوه) کہ وہ ساری خطاؤں کی جڑ ہے۔

ف: ایک دوسری حدیث میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بھی اسی قسم کا مضمون نقل فرماتے ہیں کہ مجھے میرے محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ اللہ کا شریک کسی کو نہ کرنا خواہ تیرے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جاویں یا آگ میں جلا دیا جائے، دوسری نماز جان بوجھ کر نہ چھوڑنا، جو شخص جان بوجھ کر نماز چھوڑتا ہے اس سے اللہ تعالیٰ شانہٗ بَری الذمہ ہیں۔ تیسری شراب نہ پینا کہ یہ ہر برائی کی کنجی ہے۔

(۳) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: اَوْصَانِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِعَشْرِ كَلِمَاتٍ، قَالَ: لَاتُشْرِكْ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّاِنْ قُتِلْتَ اَوْ حُرِّقْتَ، وَلَا تَعُقَّنَّ وَالِدَيْكَ وَاِنْ اَمَرَاكَ اَنْ تَخْرُجَ مِنْ اَهْلِكَ وَمَالِكَ، وَلَا تَتْرُكَنَّ صَلٰوةً مَّكْتُوْبَةً مُّتَعَمِّدًا، فَاِنَّ مَنْ تَرَكَ صَلٰوةً مَّكْتُوْبَةً مُّتَعَمِّدًا، فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ ذِمَّةُ اللّٰهِ، وَلَا تَشْرَبَنَّ خَمْرًا، فَاِنَّهٗ رَأْسُ كُلِّ فَاحِشَةٍ، وَاِيَّاكَ وَالْمَعْصِيَةَ، فَاِنَّ بِالْمَعْصِيَةِ حَلَّ سَخَطُ اللّٰهِ، وَاِيَّاكَ وَالْفِرَارَ مِنَ الزَّحْفِ وَاِنْ هَلَكَ النَّاسُ، وَاِنْ اَصَابَ النَّاسَ مَوْتٌ فَاثْبُتْ، وَاَنْفِقْ عَلٰى اَهْلِكَ مِنْ طَوْلِكَ، وَلَا تَرْفَعْ عَنْهُمْ عَصَاكَ اَدَبًا وَاَخِفْهُمْ فِي اللّٰهِ.

(رواه أحمد والطبراني في الكبير وإسناد أحمد

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دس باتوں کی وصیت فرمائی: (۱) یہ کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا گو تو قتل کر دیا جائے یا جلا دیا جائے۔ (۲) والدین کی نافرمانی نہ کرنا گو وہ تجھے اس کام کا حکم کریں کہ بیوی کو چھوڑ دے یا سارا مال خرچ کر دے۔ (۳) فرض نماز جان کر نہ چھوڑنا۔ جو شخص فرض نماز جان کر چھوڑ دیتا ہے اللہ کا ذمہ اس سے بَری ہے۔ (۴) شراب نہ پینا کہ یہ ہر برائی اور فحش کی جڑ ہے۔ (۵) اللہ کی نافرمانی نہ کرنا کہ اس سے اللہ تعالیٰ کا غضب اور قہر نازل ہوتا ہے۔ (۶) لڑائی میں نہ بھاگنا چاہے سب ساتھی مر جائیں۔ (۷) اگر کسی جگہ وَبا پھیل جاوے (جیسے طاعون وغیرہ) تو وہاں سے نہ بھاگنا۔ (۸) اپنے گھر والوں پر اپنی طاقت کے مطابق خرچ کرنا۔

صحیح لوسلم من الانقطاع فان عبدالرحمن ابن جبیر لم یسمع من معاذ کذافی الترغیب، والیھما

(۹) تنبیہ کے واسطے ان پر سے لکڑی نہ ہٹانا۔ (۱۰) اللہ تعالیٰ سے ان کو ڈراتے رہنا۔

عزاہ السیوطی فی الدرولم یذکر الانقطاع، ثم قال: وأخرج الطبرانی عن أمیمة مولاة رسول اللہ ﷺ قالت: کنت أصب علی رسول اللہ ﷺ وضوءہ، فدخل رجل فقال: أوصنی، فقال: لا تشرك باللہ شیئا وإن قطعت أوحرقت ولاتعص والدیك وإن أمراك أن تخلی من أهلك ودنیاك فتخله، ولاتشربن خمرا؛ فإنه مفتاح کل شر، ولاتترکن صلوٰة متعمدا، فمن فعل ذلك فقد برأت منه ذمة اللہ و رسوله)

ف: لکڑی نہ ہٹانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس سے بے فکر نہ ہوں کہ باپ تنبیہ نہیں کرتا اور مارتا نہیں جو چاہے کرتے رہو، بلکہ ان کو حدودِ شرعیہ کے تحت کبھی کبھی مارتے رہنا چاہئے کہ بغیر مار کے اکثر تنبیہ نہیں ہوتی۔ آج کل اولاد کو شروع میں تو محبت کے جوش میں تنبیہ نہیں کی جاتی، جب وہ بری عادتوں میں پختہ ہو جاتے ہیں تو پھر روتے پھرتے ہیں، حالانکہ یہ اولاد کے ساتھ محبت نہیں، سخت دشمنی ہے کہ اس کو بری باتوں سے روکا نہ جائے اور مار پیٹ کو محبت کے خلاف سمجھا جائے۔ کون سمجھدار اس کو گوارا کر سکتا ہے کہ اولاد کے پھوڑے پھنسی کو بڑھایا جائے اور اس وجہ سے کہ نشتر لگانے سے زخم اور تکلیف ہوگی عملِ جراحی نہ کرایا جائے بلکہ لاکھ بچہ روئے، منہ بنائے، بھاگے، بہرحال نشتر لگانا ہی پڑتا ہے۔ بہت سی حدیثوں میں حضور ﷺ کا اِرشاد نقل کیا گیا ہے کہ بچہ کو سات برس کی عمر میں نماز کا حکم کرو اور دس برس کی عمر میں نماز نہ پڑھنے پر مارو[۱]۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بچوں کی نماز کی نگرانی کیا کرو اور اچھی باتوں کی ان کو عادت ڈالو۔ حضرت لقمان حکیم کا ارشاد ہے کہ باپ کی مار اولاد کے لئے ایسی ہے جیسا کہ کھیتی کے لئے پانی[۲]۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ کوئی شخص اپنی اولاد کو تنبیہ کرے یہ ایک صاع صدقہ سے بہتر ہے[۳]۔ ایک صاع تقریباً ساڑھے تین سیر غلّہ کا ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحمت کرے جو گھر والوں کو تنبیہ کے واسطے گھر میں کوڑا لٹکائے رکھے[۴]۔ ایک حدیث میں اِرشاد ہے کہ کوئی باپ اپنی اولاد کو اس سے افضل عطیہ نہیں دے سکتا کہ اس کو اچھا طریقہ تعلیم کرے[۵]۔

---

[۱] درمنثور، [۲] درمنثور، [۳] جامع الصغیر، [۴] ایضاً، [۵] ایضاً

(۴) عَنْ نَوْفَلِ بْنِ مُعٰوِيَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: مَنْ فَاتَتْهُ صَلٰوةٌ فَكَاَنَّمَا وُتِرَ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ. (رواه ابن حبان في صحيحه كذا في الترغيب، زاد السيوطي في الدر والنسائي أيضا، قلت: و رواه أحمد في مسنده)

حضورِ اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس شخص کی ایک نماز بھی فوت ہو گئی وہ ایسا ہے کہ گویا اس کے گھر کے لوگ اور مال ودولت سب چھین لیا گیا ہو۔

ف: نماز کا ضائع کرنا اکثر یا بال بچوں کیوجہ سے ہوتا ہے کہ ان کی خیر خبر میں مشغول رہے یا مال ودولت کمانے کے لالچ میں ضائع کی جاتی ہے۔ حضورِ اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ نماز کا ضائع کرنا انجام کے اعتبار سے ایسا ہی ہے گویا بال بچے اور مال ودولت سب ہی چھین لیا گیا اور اکیلا کھڑا رہ گیا، یعنی جتنا خسارہ اور نقصان اس حالت میں ہے اتنا ہی نماز کے چھوڑنے میں ہے یا جس قدر رنج وصدمہ اس حالت میں ہوا اتنا ہی نماز کے چھوٹنے میں ہونا چاہئے۔ اگر کسی شخص سے کوئی معتبر آدمی یہ کہہ دے اور اسے یقین آ جائے کہ فلاں راستہ لُٹتا ہے اور جو رات کو اس راستہ سے جاتا ہے تو ڈاکو اس کو قتل کر دیتے ہیں اور مال چھین لیتے ہیں، تو کون بہادر ہے کہ اس راستہ سے رات کو چلے، رات کو تو درکنار دن کو بھی مشکل سے اس راستہ کو چلے گا، مگر اللہ کے سچے رسول ﷺ کا یہ پاک ارشاد ایک دو نہیں، کئی کئی حدیثوں میں وارد ہوا ہے اور ہم مسلمان حضور ﷺ کے سچے ہونے کا دعویٰ بھی جھوٹی زبانوں سے کرتے ہیں، مگر اس پاک ارشاد کا ہم پر اثر کیا ہے؟ ہر شخص کو معلوم ہے۔

(۵) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ جَمَعَ بَيْنَ الصَّلٰوتَيْنِ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ، فَقَدْ اَتٰى بَابًا مِنْ اَبْوَابِ الْكَبَائِرِ. (رواه الحاكم وقال: حنش

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص دو نمازوں کو بلا کسی عذر کے ایک وقت میں پڑھے وہ کبیرہ گناہوں کے دروازوں میں سے ایک دروازہ پر پہنچ گیا۔

هو ابن قيس ثقة، وقال الحافظ: بل واه بمرة لانعلم أحداً وثقه غير حصين بن نمير كذا في الترغيب، زاد السيوطي في الدر والترمذي أيضا و ذكر في اللآلي له شواهد، وكذا في التعقبات وقال: الحديث أخرجه الترمذي و قال: حنش ضعيف ضعفه أحمد وغيره، والعمل على هذا عند أهل العلم فأشار بذلك إلى أن

الحدیث اعتضد بقول أهل العلم، وقد صرح غیر واحد بان من دلیل صحة الحدیث قولَ أهل العلم به و إن لم یکن له إسناد یعتمد علیٰ مثله)

ف: حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزوں میں تاخیر نہ کر، ایک نماز جب اس کا وقت ہوجائے۔ دوسری جنازہ جب تیار ہوجائے۔ تیسری بے نکاحی عورت جب اس کے جوڑ کا خاوند مل جائے (یعنی فوراً نکاح کردینا)۔ بہت سے لوگ جو اپنے کو دیندار بھی سمجھتے ہیں اور گویا نماز کے پابند بھی سمجھے جاتے ہیں وہ کئی کئی نمازیں معمولی بہانہ سے، سفر کا ہو، دوکان کا ہو، ملازمت کا ہو، گھر آکر اکٹھی ہی پڑھ لیتے ہیں۔ یہ گناہِ کبیرہ ہے کہ بلا کسی عذر بیماری وغیرہ کے نماز کو اپنے وقت پر نہ پڑھا جاوے، گو بالکل نماز نہ پڑھنے کے برابر گناہ نہ ہو، لیکن بے وقت پڑھنے کا بھی سخت گناہ ہے، اس سے خلاصی نہ ہوئی۔

(۲) عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّہٗ ذَکَرَ الصَّلٰوۃَ یَوْمًا فَقَالَ: مَنْ حَافَظَ عَلَیْھَا کَانَتْ لَہٗ نُوْرًا وَّبُرْھَانًا وَّ نَجَاۃً یَّوْمَ الْقِیَامَۃِ. وَمَنْ لَّمْ یُحَافِظْ عَلَیْھَا لَمْ یَکُنْ لَّہٗ نُوْرٌ وَّلَا بُرْھَانٌ وَّلَا نَجَاۃٌ، وَّکَانَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مَعَ فِرْعَوْنَ وَھَامَانَ وَاُبَیِّ بْنِ خَلْفٍ.

(أخرجه أحمد و ابن حبان والطبرانی، کذا فی الدر المنثور للسیوطی، وقال الهیثمی: رواه أحمد و الطبرانی فی الکبیر والأوسط ورجال أحمد ثقات،

ایک مرتبہ حضورِ اقدس ﷺ نے نماز کا ذکر فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص نماز کا اہتمام کرے تو نماز اس کے لئے قیامت کے دن نور ہوگی اور حساب پیش ہونے کے وقت حجّت ہوگی اور نجات کا سبب ہوگی اور جو شخص نماز کا اہتمام نہ کرے اس کیلئے قیامت کے دن نہ نور ہوگا اور نہ اس کے پاس کوئی حجّت ہوگی اور نہ نجات کا کوئی ذریعہ۔ اس کا حشر فرعون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔

وقال ابن حجر فی الزواجر: أخرجه أحمد بسند جید، وزادفیه قارون أیضا مع فرعون وغیره، وکذا زاده فی منتخب الکنز بروایة ابن نصر والمشکوة أیضا بروایة أحمد والدارمی والبیهقی فی الشعب وابن قیم فی کتاب الصلوة).

ف: فرعون کو تو ہر شخص جانتا ہے کہ کس درجہ کا کافر تھا حتیٰ کہ خدائی کا دعویٰ کیا تھا

اور ہامان اس کے وزیر کا نام ہے اور اُبَیّ بن خَلَف مکّہ کے مشرکین میں سے بڑا دشمن اسلام تھا۔ ہجرت سے پہلے نبیِ اکرم ﷺ سے کہا کرتا تھا کہ میں نے ایک گھوڑا پالا ہے، اس کو بہت کچھ کھلاتا ہوں، اس پر سوار ہو کر (نعوذ باللہ) تم کو قتل کروں گا۔ حضور ﷺ نے ایک مرتبہ اس سے فرمایا تھا کہ ان شاء اللہ میں ہی تجھ کو قتل کروں گا۔ اُحد کی لڑائی میں وہ حضورِ اقدس ﷺ کو تلاش کرتا پھرتا تھا اور کہتا تھا کہ اگر وہ آج بچ گئے تو میری خیر نہیں، چنانچہ حملہ کے ارادہ سے وہ حضور ﷺ کے قریب پہنچ گیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے ارادہ بھی فرمایا کہ دور ہی سے اس کو نمٹا دیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آنے دو، جب وہ قریب ہوا تو حضور ﷺ نے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں سے برچھا لے کر اس کے مارا جو اس کی گردن پر لگا اور ہلکا سا خراش اس کی گردن پر آ گیا، مگر اس کی وجہ سے گھوڑے سے لڑھکتا ہوا گرا اور کئی مرتبہ گرا اور بھاگتا ہوا اپنے لشکر میں پہنچ گیا اور چلّاتا تھا کہ خدا کی قسم! مجھے محمد ﷺ نے قتل کر دیا۔ کفار نے اس کو اطمینان دلایا کہ معمولی خراش ہے، کوئی فکر کی بات نہیں، مگر وہ کہتا تھا کہ محمد ﷺ نے مکّہ میں کہا تھا کہ میں تجھ کو قتل کروں گا۔ خدا کی قسم! اگر وہ مجھ پر تھوک بھی دیتے تو میں مرجاتا۔ لکھتے ہیں کہ اس کے چلّانے کی آواز ایسی ہوگئی تھی جیسا کہ بیل کی ہوتی ہے۔

ابُو سفیان نے جو اس لڑائی میں بڑے زوروں پر تھا اس کو شرم دلائی کہ اس ذرا سی خراش سے اتنا چلّاتا ہے۔ اس نے کہا تجھے خبر بھی ہے کہ یہ کس نے ماری ہے؟ یہ محمد کی مار ہے، مجھے اس سے جس قدر تکلیف ہو رہی ہے لات وعُزّٰی (دو مشہور بتوں کے نام ہیں) کی قسم! اگر یہ تکلیف سارے حجاز والوں کو تقسیم کر دی جائے تو سب ہلاک ہو جائیں۔ محمد نے مجھ سے مکّہ میں کہا تھا کہ میں تجھ کو قتل کروں گا۔ میں نے اسی وقت سمجھ لیا تھا کہ میں ان کے ہاتھ سے ضرور مارا جاؤں گا، میں ان سے چھوٹ نہیں سکتا، اگر وہ اس کہنے کے بعد مجھ پر تھوک بھی دیتے تو میں اس سے بھی مرجاتا، چنانچہ مکّہ مکرمہ پہنچنے سے ایک دن پہلے وہ راستہ ہی میں مر گیا۔[1] ہم مسلمانوں کے لئے نہایت غیرت اور عبرت کا مقام ہے کہ ایک کافر پکّے کافر اور سخت دشمن کو تو حضور ﷺ کے اِرشاد کے سچّا ہونے کا اس قدر یقین ہے کہ اس کو اپنے مارے جانے میں ذرا بھی تردُّد یا شک نہ تھا، لیکن ہم لوگ حضور ﷺ کو نبی ماننے کے

[1] خمیس

باوجود، حضور ﷺ کو سچا ماننے کے باوجود، حضور ﷺ کے اِرشادات کو یقینی کہنے کے باوجود، حضور ﷺ کے ساتھ محبّت کے دعوے کے باوجود، حضور ﷺ کی امت میں ہونے پر فخر کے باوجود، کتنے اِرشادات پر عمل کرتے ہیں اور جن چیزوں میں حضور ﷺ نے عذاب بتائے ہیں ان سے کتنا ڈرتے ہیں، کتنا کانپتے ہیں، یہ ہر شخص کے اپنے ہی گریبان میں منہ ڈال کر دیکھنے کی بات ہے۔ کوئی دوسرا کسی کے متعلق کیا کہہ سکتا ہے۔

اِبن حَجر رحمۃ اللہ علیہ نے ''کِتَابُ الزَّواجر'' میں قارون کا بھی فرعون وغیرہ کے ساتھ ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ ان کے ساتھ حشر ہونے کی یہ وجہ ہے کہ اکثر انہی وجوہ سے نماز میں سستی ہوتی ہے جو ان لوگوں میں پائی جاتی تھیں۔ پس اگر اس کی وجہ مال و دولت کی کثرت ہے تو قارون کے ساتھ حشر ہوگا اور اگر حکومت و سلطنت ہے تو فرعون کے ساتھ اور وزارت (یعنی ملازمت یا مصاحبت) ہے تو ہامان کے ساتھ اور تجارت ہے تو اُبَیّ بن خلف کے ساتھ اور جب ان لوگوں کے ساتھ اس کا حشر ہوگیا تو پھر جس قسم کے بھی عذاب احادیث میں وارد ہوئے، خواہ وہ حدیثیں متکلّم فیہ ہوں ان میں کوئی اشکال نہیں رہا کہ جہنّم کے عذاب سخت سے سخت ہیں، البتہ یہ ضرور ہے کہ اس کو اپنے ایمان کی وجہ سے ایک نہ ایک دن ان سے خلاصی ہو جائے گی اور وہ لوگ ہمیشہ کے لئے اس میں رہیں گے، لیکن خلاصی ہونے تک کا یہ زمانہ کیا کچھ ہنسی کھیل ہے، نہ معلوم کتنے ہزار برس ہوں گے۔

(۷) قَالَ بَعْضُهُمْ: وَرَدَفِي الْحَدِيْثِ اَنَّ مَنْ حَافَظَ عَلَى الصَّلٰوةِ اَكْرَمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِخَمْسِ خِصَالٍ: يَرْفَعُ عَنْهُ ضِيْقَ الْعَيْشِ، وَعَذَابَ الْقَبْرِ، وَيُعْطِيْهِ اللّٰهُ كِتَابَهٗ بِيَمِيْنِهٖ، وَيَمُرُّ عَلَى الصِّرَاطِ كَالْبَرْقِ، وَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ. وَمَنْ تَهَاوَنَ عَنِ الصَّلٰوةِ عَاقَبَهُ اللّٰهُ بِخَمْسَ عَشَرَةَ عُقُوْبَةً، خَمْسَةٌ فِي

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص نماز کا اہتمام کرتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ پانچ طرح سے اس کا اکرام و اعزاز فرماتے ہیں: ایک یہ کہ اس پر سے رزق کی تنگی ہٹا دی جاتی ہے۔ دوسرے یہ کہ اس سے عذابِ قبر ہٹا دیا جاتا ہے۔ تیسرے یہ کہ قیامت کو اس کے اعمال نامے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے (جن کا حال ''سورۃ الحاقّہ'' میں

الدُّنْيَا، وَثَلٰثَةٌ عِنْدَ الْمَوْتِ، وَ ثَلٰثٌ فِيْ قَبْرِهٖ، وَثَلَاثٌ عِنْدَ خُرُوْجِهٖ مِنَ الْقَبْرِ. فَاَمَّا اللَّوَاتِيْ فِي الدُّنْيَا، فَالْاُوْلٰى تُنْزَعُ الْبَرَكَةُ مِنْ عُمْرِهٖ، وَالثَّانِيَةُ تُمْحٰى سِيْمَاءُ الصَّالِحِيْنَ مِنْ وَجْهِهٖ، وَالثَّالِثَةُ كُلُّ عَمَلٍ يَعْمَلُهٗ لَا يَأْجُرُهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ، وَالرَّابِعَةُ لَا يُرْفَعُ لَهٗ دُعَاءٌ اِلَى السَّمَاءِ، وَالْخَامِسَةُ لَيْسَ لَهٗ حَقٌّ فِيْ دُعَاءِ الصَّالِحِيْنَ، وَاَمَّا الَّتِيْ تُصِيْبُهٗ عِنْدَ الْمَوْتِ فَاِنَّهٗ يَمُوْتُ ذَلِيْلًا، وَالثَّانِيَةُ يَمُوْتُ جُوْعًا، وَّ الثَّالِثَةُ يَمُوْتُ عَطْشَانًا، وَلَوْ سُقِيَ بِحَارَ الدُّنْيَا مَا رَوِيَ مِنْ عَطَشِهٖ، وَاَمَّا الَّتِيْ تُصِيْبُهٗ فِيْ قَبْرِهٖ فَالْاُوْلٰى يَضِيْقُ عَلَيْهِ الْقَبْرُ حَتّٰى تَخْتَلِفَ اَضْلَاعُهٗ، وَالثَّانِيَةُ يُوْقَدُ عَلَيْهِ الْقَبْرُ نَارًا، فَيَتَقَلَّبُ عَلَى الْجَمَرِ لَيْلًا وَنَهَارًا، وَالثَّالِثَةُ يُسَلَّطُ عَلَيْهِ فِيْ قَبْرِهٖ ثُعْبَانٌ اِسْمُهُ الشُّجَاعُ الْاَقْرَعُ عَيْنَاهُ مِنْ نَّارٍ، وَاَظْفَارُهٗ مِنْ حَدِيْدٍ، طُوْلُ كُلِّ ظُفُرٍ مَسِيْرَةُ يَوْمٍ، يُكَلِّمُ الْمَيِّتَ فَيَقُوْلُ: اَنَا الشُّجَاعُ الْاَقْرَعُ، وَصَوْتُهٗ مِثْلُ الرَّعْدِ الْقَاصِفِ، يَقُوْلُ: اَمَرَنِيْ

مفصّل مذکور ہے کہ جن لوگوں کے نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دیئے جائیں گے وہ نہایت خوش وخرم ہر شخص کو دکھاتے پھریں گے) اور چوتھے یہ کہ پُل صراط پر سے بجلی کی طرح گذر جائیں گے۔ پانچویں بغیر حساب جنّت میں داخل ہونگے اور جو شخص نماز میں سستی کرتا ہے اس کو پندرہ طریقہ سے عذاب ہوتا ہے، پانچ طرح دنیا میں اور تین طرح سے موت کے وقت اور تین طرح قبر میں اور تین طرح قبر سے نکلنے کے بعد۔ دنیا کے پانچ تو یہ ہیں: اول یہ کہ اس کی زندگی میں برکت نہیں رہتی۔ دوسرے یہ کہ صُلحاء کا نور اس کے چہرے سے ہٹا دیا جاتا ہے۔ تیسرے یہ کہ اس کے نیک کاموں کا اجر ہٹا دیا جاتا ہے۔ چوتھے اس کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ پانچویں یہ کہ نیک بندوں کی دعاؤں میں اس کا استحقاق نہیں رہتا اور موت کے وقت کے تین عذاب یہ ہیں کہ اول ذلت سے مرتا ہے۔ دوسرے بھوکا مرتا ہے۔ تیسرے پیاس کی شدت میں موت آتی ہے، اگر سمندر بھی پی لے تو پیاس نہیں بجھتی۔ قبر کے تین عذاب یہ

رَبِّیْ اَنْ اَضْرِبَكَ عَلٰی تَضْيِيْعِ صَلٰوةِ الصُّبْحِ اِلٰی بَعْدِ طُلُوْعِ الشَّمْسِ، وَاَضْرِبَكَ عَلٰی تَضْيِيْعِ صَلٰوةِ الظُّهْرِ اِلَی الْعَصْرِ، وَاَضْرِبَكَ عَلٰی تَضْيِيْعِ صَلٰوةِ الْعَصْرِ اِلَی الْمَغْرِبِ، وَاَضْرِبَكَ عَلٰی تَضْيِيْعِ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ اِلَی الْعِشَاءِ وَاَضْرِبَكَ عَلٰی تَضْيِيْعِ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ اِلَی الْفَجْرِ، فَكُلَّمَا ضَرَبَهٗ ضَرْبَةً يَغُوْصُ فِی الْاَرْضِ سَبْعِيْنَ ذِرَاعًا، فَلَا يَزَالُ فِی الْقَبْرِ مُعَذَّبًا اِلٰی يَوْمِ الْقِيَامَةِ. وَاَمَّا الَّتِیْ تُصِيْبُهٗ عِنْدَ خُرُوْجِهٖ مِنَ الْقَبْرِ فِیْ مَوْقِفِ الْقِيَامَةِ فَشِدَّةُ الْحِسَابِ، وَسَخَطُ الرَّبِّ وَدُخُوْلُ النَّارِ. وَفِیْ رِوَايَةٍ فَاِنَّهٗ يَاْتِیْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَعَلٰی وَجْهِهٖ ثَلَاثَةُ اَسْطُرٍ مَّكْتُوْبَاتٌ: اَلسَّطْرُ الْاَوَّلُ يَا مُضَيِّعَ حَقِّ اللّٰهِ! اَلسَّطْرُ الثَّانِیْ يَا مَخْصُوْصًا بِغَضَبِ اللّٰهِ! اَلثَّالِثُ كَمَا ضَيَّعْتَ فِی الدُّنْيَا حَقَّ اللّٰهِ فَاٰيِسْ الْيَوْمَ اَنْتَ مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ. (وما ذكر في هذا الحديث من تفصيل العدد لايطابق جملة لخمس عشرة لان المفصل اربع عشرة فقط، فلعل الراوي نسي

ہیں: اوّل اس پر قبر اتنی تنگ ہو جاتی ہے کہ پسلیاں ایک دوسری میں گھس جاتی ہیں۔ دوسرے قبر میں آگ جلا دی جاتی ہے۔ تیسرے قبر میں ایک سانپ اس پر ایسی شکل کا مُسلّط ہوتا ہے جس کی آنکھیں آگ کی ہوتی ہیں اور ناخن لوہے کے اتنے لانبے کہ ایک دن پورا چل کر اس کے ختم تک پہنچا جائے، اس کی آواز بجلی کی کڑک کی طرح ہوتی ہے، وہ یہ کہتا ہے کہ مجھے میرے ربّ نے تجھ پر مُسلّط کیا ہے کہ تجھے صبح کی نماز ضائع کرنے کی وجہ سے آفتاب کے نکلنے تک مارے جاؤں اور ظہر کی نماز ضائع کرنے کی وجہ سے عصر تک مارے جاؤں اور پھر عصر کی نماز ضائع کرنے کی وجہ سے غروب تک اور مغرب کی نماز کی وجہ سے عشاء تک اور عشاء کی نماز کی وجہ سے صبح تک مارے جاؤں، جب وہ ایک دفعہ اس کو مارتا ہے تو اس کی وجہ سے وہ مردہ ستر ہاتھ زمین میں دھنس جاتا ہے، اسی طرح قیامت تک اس کو عذاب ہوتا رہے گا اور قبر سے نکلنے کے بعد کے تین عذاب یہ ہیں کہ ایک حساب سختی سے کیا جائے گا۔ دوسرے حق تعالیٰ شانہٗ

کا اس پر غصہ ہوگا۔ تیسرے جہنم میں داخل کر دیا جائے گا۔ یہ کل میزان چودہ ہوئی، ممکن ہے کہ پندرھواں بھول سے رہ گیا ہو اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اس کے چہرہ پر تین سطریں لکھی ہوئی ہوتی ہیں: پہلی سطر: او اللہ کے حق کو ضائع کرنے والے! دوسری سطر: او اللہ کے غصے کے ساتھ مخصوص! تیسری سطر جیسا کہ تو نے دنیا میں اللہ کے حق کو ضائع کیا، آج تو اللہ کی رحمت سے مایوس ہے۔

الخامس عشر، كذافى الزواجر لابن حجر المكى قلت: وهو كذلك فان ابا الليث السمرقندى ذكر الحديث فى قرة العيون، فجعل ستة فى الدنيا فقال: الخامسة تمقته الخلائق فى الدار الدنيا، والسادس ليس له حظ فى دعاء الصالحين، ثم ذكر الحديث بتمامه، ولم يعزه الى احد. وفى تنبيه الغافلين للشيخ نصر بن محمد بن ابراهيم السمرقندى يقال: من داوم على الصلوة الخمس فى الجماعة اعطاه الله خمس خصال، ومن تهاون بهافى الجماعة عاقبه الله باثنى عشر خصلة، ثلاثة فى الدنيا، و ثلاثة عند الموت و ثلاثة فى القبر، و ثلاثةٌ يوم القيامة ثم ذكر نحوها، ثم قال: و روى عن ابى ذرعن النبى ﷺ نحو هذا، و ذكر السيوطى فى ذيل اللألى بعد ماالخرج بمعناه من تخريج ابن النجارفى تاريخ بغداد بسنده الى ابى هريرة رضى الله عنه، قال فى الميزان هذا حديث باطل ركبه محمد بن على بن عباس على ابى بكر بن زياد النيسا بورى، قلت: لكن ذكر الحافظ فى المنبهات عن ابى هريرة مرفوعاً، الصلوة عماد الدين وفيها عشر خصال، الحديث ذكرته فى الهندية وذكر الغزالى فى دقائق الاخبار بنحو هذا اتم منه وقال: من حافظ عليها اكرمه الله بخمس عشرة الخ مفصلاً)

ف: یہ حدیث پوری اگر چہ عام کتب حدیث میں مجھے نہیں ملی، لیکن اس میں جتنے قسم کے ثواب اور عذاب ذکر کئے گئے ہیں ان کی اکثر کی تائید بہت سی روایات سے ہوتی ہے جن میں سے بعض پہلے گذر چکی ہیں اور بعض آگے آ رہی ہیں اور پہلی روایات میں بے نمازی کا اسلام سے نکل جانا بھی مذکور ہے، تو پھر جس قدر عذاب ہو تھوڑا ہے، البتہ یہ ضرور ہے کہ یہ جو کچھ مذکور ہے اور آئندہ آ رہا ہے وہ سب اس فعل کی سزا ہے، اس کے مستحق سزا ہونے کے بعد اور اس دفعہ کی فردِ جرم کے ساتھ ہی ارشادِ خداوندی ہے "اِنَّ اللّٰهَ لَایَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ" کہ اللہ تعالیٰ شرک کی تو معافی نہیں فرمائیں گے، اس کے علاوہ جس کی دل چاہے معافی فرما دیں گے۔ اس آیتِ شریفہ اور اس جیسی آیات اور

احادیث کی بنا پر اگر معاف فرمادیں تو زہے قسمت۔ احادیث میں آیا ہے کہ قیامت میں تین عدالتیں ہیں، ایک کفر واسلام کی، اس میں بالکل بخشش نہیں۔ دوسری حقوق العباد کی، اس میں حق والے کا حق ضرور دلایا جائے گا، چاہے اس سے لیا جائے جس کے ذمہ ہے یا اس کو معاف فرمانے کی مرضی ہوتو اپنے پاس سے دیا جائے گا۔ تیسری عدالت اللہ تعالیٰ کے اپنے حقوق کی ہے، اس میں بخشش کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ اس بنا پر یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اپنے افعال کی سزائیں تو یہی ہیں جو احادیث میں وارد ہوئیں لیکن مراحمِ خسروانہ اس سے بالاتر ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی بعض قسم کے عذاب اور ثواب احادیث میں آئے ہیں۔

بخاری شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ کا معمول تھا کہ صبح کی نماز کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم سے دریافت فرماتے کہ کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ اگر کوئی دیکھتا تو بیان کر دیتا۔ حضور ﷺ اس کی تعبیر ارشاد فرما دیتے۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے حَسبِ معمول دریافت فرمایا۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ دو شخص آئے اور مجھے اپنے ساتھ لے گئے۔ اس کے بعد بہت لمبا خواب ذِکر فرمایا جس میں جنّت و دوزخ اور اس میں مختلف قسم کے عذاب لوگوں کو ہوتے ہوئے دیکھے۔ منجملہ ان کے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کا سر پتھر سے کچلا جا رہا ہے اور اس زور سے پتھر مارا جاتا ہے کہ وہ پتھر لڑھکتا ہوا دور جا پڑتا ہے۔ اتنے اس کو اٹھایا جاتا ہے وہ سر پھر ویسا ہی ہو جاتا ہے تو دوبارہ اس کو زور سے مارا جاتا ہے، اسی طرح اس کے ساتھ برتاؤ کیا جا رہا ہے۔ حضور ﷺ نے اپنے دونوں ساتھیوں سے دریافت فرمایا کہ یہ کون شخص ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ اس شخص نے قرآن شریف پڑھا تھا اور اس کو چھوڑ دیا تھا اور فرض نماز چھوڑ کر سو جاتا تھا۔ ایک دوسری حدیث میں اسی قسم کا ایک اور قصّہ ہے جس میں ہے کہ حضور ﷺ نے ایک جماعت کے ساتھ یہ برتاؤ دیکھا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کیا؟ انہوں نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو نماز میں سستی کرتے تھے[1] مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جو لوگ نماز کے اوقات معلوم کرنے کا اہتمام رکھتے ہیں ان میں ایسی برکت ہوتی ہے جیسی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی

[1] ترغیب

اولاد میں ہوئی [1] حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ جو شخص دنیا سے ایسے حال میں رخصت ہو کہ اخلاص کے ساتھ ایمان رکھتا ہو، اس کی عبادت کرتا ہو، نماز پڑھتا ہو، زکوۃ ادا کرتا ہو تو وہ ایسی حالت میں دنیا سے رخصت ہوگا کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس سے راضی ہوں گے [2] حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حق تعالیٰ شانہٗ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ میں کسی جگہ عذاب بھیجنے کا ارادہ کرتا ہوں مگر وہاں ایسے لوگوں کو دیکھتا ہوں جو مسجدوں کو آباد کرتے ہیں، اللہ کے واسطے آپس میں محبت رکھتے ہیں، اخیر راتوں میں استغفار کرتے ہیں تو عذاب کو موقوف کر دیتا ہوں [3] حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو ایک خط لکھا جس میں یہ لکھا کہ مسجد میں اکثر اوقات گذارا کرو۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مسجد متقی کا گھر ہے اور اللہ جَلَّ شَانُہٗ نے اس بات کا عہد فرمالیا ہے کہ جو شخص مسجد میں اکثر رہتا ہے اس پر رحمت کروں گا، اس کو راحت دونگا اور قیامت میں پل صراط کا راستہ آسان کردوں گا اور اپنی رضا نصیب کروں گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ مسجدیں اللہ کے گھر ہیں اور گھر آنے والے کا اکرام ہوتا ہی ہے، اس لئے اللہ پر ان کا اکرام ضروری ہے جو مسجدوں میں حاضر ہونے والے ہیں۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ جو شخص مسجد سے الفت رکھے حق تعالیٰ شانہٗ اس سے الفت رکھتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ جب مردہ قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو جو لوگ قبر تک ساتھ گئے تھے وہ ابھی تک واپس بھی نہیں ہوتے کہ فرشتے اس کے امتحان کے لئے آتے ہیں۔ اس وقت اگر وہ مومن ہے تو نماز اس کے سر کے قریب ہوتی ہے، اور زکوۃ دائیں جانب اور روزہ بائیں جانب اور باقی جتنے بھلائی کے کام کئے تھے وہ پاؤں کی جانب ہو جاتے ہیں اور ہر طرف سے اس کا احاطہ کر لیتے ہیں کہ اس کے قریب تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ فرشتے دور ہی سے کھڑے ہو کر سوال کرتے ہیں [4] ایک صحابی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں پر خرچ کی کچھ تنگی ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو نماز کا حکم فرماتے اور یہ آیت تلاوت فرماتے "وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ

[1] درمنثور، [2] درمنثور، [3] ایضاً، [4] ایضاً

لِلتَّقْوٰی" ط (طٰہٰ:۱۳۲) "اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کیجئے اور خود بھی اس کا اہتمام کرتے رہیے، ہم آپ سے روزی (کموانا) نہیں چاہتے، روزی تو ہم دیں گے اور بہترین انجام تو پرہیزگاری ہی کا ہے۔"

حضرت اَسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ قیامت کے دن سارے آدمی ایک جگہ جمع ہوں گے اور فرشتہ جو بھی آواز دے گا سب کو سنائی دے گی۔ اس وقت اعلان ہوگا کہاں ہیں وہ لوگ جو راحت اور تکلیف میں، ہر حال میں اللہ کی حمد کرتے تھے؟ یہ سن کر ایک جماعت اٹھے گی اور بغیر حساب و کتاب کے جنّت میں داخل ہو جائے گی۔ پھر اعلان ہوگا کہاں ہیں وہ لوگ جو راتوں کو عبادت میں مشغول رہتے تھے اور ان کے پہلو بستروں سے دور رہتے تھے؟ پھر ایک جماعت اٹھے گی اور بغیر حساب کتاب کے جنّت میں داخل ہو جائے گی۔ پھر اعلان ہوگا کہاں ہیں وہ لوگ جن کو تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی تھی؟ پھر ایک جماعت اٹھے گی اور بغیر حساب کتاب کے جنّت میں داخل ہو جائے گی۔ ایک اور حدیث میں بھی یہی قصہ آیا ہے اس میں یہ بھی ہے کہ اعلان ہوگا آج محشر والے دیکھیں گے کہ کریم لوگ کون ہیں اور اعلان ہوگا کہاں ہیں وہ لوگ جن کو تجارتی مشاغل اللہ کے ذکر اور نماز سے نہیں روکتے تھے[1]؟ شیخ نصر سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے "تنبیہ الغافلین" میں بھی یہ حدیث لکھی ہے، اس کے بعد لکھا ہے کہ جب یہ حضرات بغیر حساب کتاب چھوٹ چکیں گے تو جہنّم سے ایک (عُنُق) لمبی گردن ظاہر ہوگی جو لوگوں کو پھاندتی ہوئی چلی آئے گی، اس میں دو چمکدار آنکھیں ہوں گی اور نہایت فصیح زبان ہوگی، وہ کہے گی کہ میں ہر اس شخص پر مُسلّط ہوں جو مُتکبّر بدمزاج ہو اور مجمع میں سے ایسے لوگوں کو اس طرح چن لے گی جیسا کہ جانور دانہ چگتا ہے، ان سب کو چُن کر جہنّم میں پھینک دے گی۔ اس کے بعد پھر اسی طرح دوبارہ نکلے گی اور کہے گی کہ اب میں ہر اس شخص پر مُسلّط ہوں جس نے اللہ کو اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دی، ان لوگوں کو بھی جماعت سے چن کر لے جائے گی۔ اس کے بعد سہ بارہ پھر نکلے گی اور اس مرتبہ تصویر والوں کو چن کر لے جائے گی۔ اس کے بعد جب یہ تینوں قسم کے آدمی مجمع سے چَھٹ جائیں گے تو حساب کتاب شروع ہوگا۔ کہتے ہیں کہ پہلے زمانہ میں شیطان آدمیوں کو نظر آجاتا تھا۔ ایک صاحب نے اس سے کہا

[1] درمنثور

کہ کوئی ترکیب ایسی بتا کہ میں تجھ جیسا ہو جاؤں۔ شیطان نے کہا کہ ایسی فرمائش تو آج تک مجھ سے کسی نے بھی نہیں کی تجھے اس کی کیا ضرورت پیش آئی؟ انہوں نے کہا کہ میرا دل چاہتا ہے۔ شیطان نے کہا اس کی ترکیب یہ ہے کہ نماز میں سستی کر اور قسم کھانے میں ذرا پرواہ نہ کر، جھوٹی سچّی ہر طرح کی قسمیں کھایا کر۔ ان صاحب نے کہا کہ میں اللہ سے عہد کرتا ہوں کہ کبھی نماز نہ چھوڑوں گا اور کبھی قسم نہ کھاؤں گا، شیطان نے کہا کہ تیرے سوا مجھ سے چال کے ساتھ کسی نے کچھ نہیں لیا۔ میں نے بھی عہد کرلیا کہ آدمی کو کبھی نصیحت نہیں کروں گا۔

حضرت اُبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشادفرمایا: اس امت کو رِفعت وعزت اور دین کے فروغ کی بشارت دو، لیکن دین کے کسی کام کو جو شخص دنیا کے واسطے کرے آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں[1] ایک حدیث میں آیا ہے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اِرشاد فرماتے ہیں کہ میں نے حق تعالیٰ شانہٗ کی بہترین صورت میں زیارت کی، مجھ سے اِرشاد ہوا کہ محمد ملأ اعلیٰ والے یعنی فرشتے کس چیز میں جھگڑ رہے ہیں؟ میں نے عرض کیا: مجھے تو علم نہیں تو حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنا دستِ مبارک میرے سینہ پر رکھ دیا۔ جس کی ٹھنڈک سینہ کے اندر تک محسوس ہوئی اور اس کی برکت سے تمام عالم مجھ پر مُنکشف ہوگیا۔ پھر مجھ سے ارشادفرمایا: اب بتاؤ فرشتے کس چیز میں جھگڑ رہے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ درجہ بلند کرنے والی چیزوں میں اور ان چیزوں میں جو گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہیں اور جماعت کی نماز کی طرف جو قدم اٹھتے ہیں ان کے ثواب میں اور سردی کے وقت وضو کو اچھی طرح سے کرنے کے فضائل میں اور ایک نماز کے بعد سے دوسری نماز تک انتظار میں بیٹھے رہنے کی فضیلت میں۔ جو شخص ان کا اہتمام کرے گا، بہترین حالت میں زندگی گذارے گا اور بہترین حالت میں مرے گا۔ مُتعَدِّد احادیث میں آیا ہے حق تعالیٰ شانہٗ ارشادفرماتے ہیں: اے ابنِ آدم! تو دن کے شروع میں میرے لئے چار رکعت پڑھ لیا کر میں تمام دن کے تیرے کام بنادیا کروں گا۔

''تنبیہ الغافلین'' میں ایک حدیث لکھی ہے کہ نماز اللہ کی رضا کا سبب ہے، فرشتوں

[1] ترغیب

کی محبوب چیز ہے، انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے، اس سے معرفت کا نور پیدا ہوتا ہے۔ دعا قبول ہوتی ہے، رزق میں برکت ہوتی ہے، یہ ایمان کی جڑ ہے، بدن کی راحت ہے، دشمن کے لئے ہتھیار ہے، نمازی کے لئے سفارشی ہے۔ قبر میں چراغ ہے اور اسکی وحشت میں دل بہلانے والی ہے۔ منکر نکیر کے سوال کا جواب ہے اور قیامت کی دھوپ میں سایہ ہے اور اندھیرے میں روشنی ہے، جہنم کی آگ کے لئے آڑ ہے، اعمال کی ترازو کا بوجھ ہے، پل صراط پر جلدی سے گذارنے والی ہے۔ جنت کی کنجی ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "منبہات" میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ جو شخص نماز کی محافظت کرے، اوقات کی پابندی کے ساتھ اس کا اہتمام کرے حق تعالیٰ شانہٗ نو چیزوں کے ساتھ اس کا اکرام فرماتے ہیں: اول یہ کہ اس کو خود محبوب رکھتے ہیں۔ دوسرے تندرستی عطا فرماتے ہیں۔ تیسرے فرشتے اس کی حفاظت فرماتے ہیں۔ چوتھے اس کے گھر میں برکت عطا فرماتے ہیں۔ پانچویں اس کے چہرہ پر صلحاء کے انوار ظاہر ہوتے ہیں۔ چھٹے اس کا دل نرم فرماتے ہیں۔ ساتویں وہ پل صراط پر بجلی کی طرح سے گذر جائے گا۔ آٹھویں جہنم سے نجات فرمادیتے ہیں۔ نویں جنت میں ایسے لوگوں کا پڑوس نصیب ہوگا جن کے بارے میں "لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ" (یونس:۶۲) وارد ہے یعنی قیامت میں نہ ان کو کوئی خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے۔[1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نماز دین کا ستون ہے اور اس میں دس خوبیاں ہیں: چہرہ کی رونق ہے، دل کا نور ہے، بدن کی راحت اور تندرستی کا سبب ہے، قبر کا اُنس ہے، اللہ کی رحمت اترنے کا ذریعہ ہے، آسمان کی کنجی ہے، اعمال ناموں کی ترازو کا وزن ہے (کہ اس سے نیک اعمال کا پلڑا بھاری ہوجاتا ہے) اللہ کی رضا کا سبب ہے، جنت کی قیمت ہے اور دوزخ کی آڑ ہے۔ جس شخص نے اس کو قائم کیا اس نے دین کو قائم رکھا اور جس نے اس کو چھوڑا اپنے دین کو گرادیا[1] ایک حدیث میں وارد ہوا کہ گھر میں نماز پڑھنا نور ہے، نماز سے اپنے گھروں کو منور کیا کرو[2] اور یہ تو مشہور حدیث ہے کہ میری امت قیامت کے دن وضو اور سجدہ کی وجہ سے روشن ہاتھ پاؤں والی روشن چہرہ والی ہوگی، اسی علامت سے دوسری

[1] منبہات ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، [2] جامع الصغیر

امتوں سے پہچانی جائے گی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب آسمان سے کوئی بلا آفت نازل ہوتی ہے تو مسجد کے آباد کرنے والوں سے ہٹالی جاتی ہے[1] متعدد احادیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہنّم پر حرام کر دیا ہے کہ سجدہ کے نشان کو جلائے (یعنی اگر اپنے اعمال بد کی وجہ سے وہ جہنّم میں داخل ہوگا تو سجدہ کا نشان جس جگہ ہوگا اس پر آگ کا اثر نہ ہو سکے گا) ایک حدیث میں ہے کہ نماز شیطان کا منہ کالا کرتی ہے اور صدقہ اس کی کمر توڑ دیتا ہے[2] ایک جگہ ارشاد ہے کہ نماز شفا ہے[3] دوسری جگہ اس کے متعلق ایک قصّہ نقل کیا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ پیٹ کے بل لیٹے ہوئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: پیٹ میں درد ہے؟ عرض کیا: جی ہاں۔ فرمایا: اٹھ نماز پڑھ، نماز میں شفا ہے۔[4] حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ جنّت کو خواب میں دیکھا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے جوتوں کے گھسیٹنے کی آواز بھی سنائی دی۔ صبح کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تیرا وہ خصوصی عمل کیا ہے جس کی وجہ سے جنّت میں بھی تو (دنیا کی طرح سے) میرے ساتھ ساتھ چلتا رہا؟ عرض کیا کہ رات دن میں جس وقت بھی میرا وضو ٹوٹ جاتا ہے تو وضو کرتا ہوں اس کے بعد (تحیۃ الوضو کی) نماز جتنی مقدر ہو پڑھتا ہوں[5] سفیری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ صبح کی نماز چھوڑنے والے کو ملائکہ ''او فاجر!'' سے پکارتے ہیں اور ظہر کی نماز چھوڑنے والے کو ''او خاسر!'' (خسارہ والے) سے اور عصر کی نماز چھوڑنے والے کو عاصی سے اور مغرب کی نماز چھوڑنے والے کو کافر سے اور عشاء کی نماز چھوڑنے والے کو ''او مُضَیِّع!'' (اللہ کا حق ضائع کرنے والے) سے پکارتے ہیں[6]

علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ بات سمجھ لینا چاہئے کہ مصیبت ہر اس آبادی سے ہٹادی جاتی ہے کہ جہاں کے لوگ نمازی ہوں جیسا کہ ہر اس آبادی پر نازل ہوتی ہے جہاں کے لوگ نمازی نہ ہوں۔ ایسی جگہوں میں زلزلوں کا آنا، بجلیوں کا گرنا، مکانوں کا دھنس جانا کچھ بھی مستبعد نہیں اور کوئی یہ خیال نہ کرے کہ میں تو نمازی ہوں، مجھے دوسروں سے کیا غرض، اس لئے کہ جب بلا نازل ہوتی ہے تو عام ہوا کرتی ہے (خود حدیث شریف میں مذکور ہے کسی نے سوال کیا کہ ہم لوگ ایسی صورت میں ہلاک ہو سکتے ہیں کہ ہم میں صلحاء

[1] جامع الصغیر، [2] ایضاً، [3] ایضاً، [4] ابن کثیر، [5] فتح، [6] غالیۃ المواعظ

موجود ہوں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں! (جب خباثت کا غلبہ ہو جائے) اس لئے کہ ان کے ذمہ یہ بھی ضروری ہے کہ اپنی وسعت کے موافق دوسروں کو بری باتوں سے روکیں اور اچھی باتوں کا حکم کریں۔[1]

(۸) رُوِیَ اَنَّهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ قَالَ: مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ حَتّٰى مَضٰى وَقْتُهَا، ثُمَّ قَضٰى، عُذِّبَ فِي النَّارِ حُقْبًا، وَالْحُقْبُ ثَمَانُوْنَ سَنَةً، وَالسَّنَةُ ثَلٰثُمِائَةٍ وَّسِتُّوْنَ يَوْمًا، كُلُّ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ اَلْفَ سَنَةٍ. (كذافي مجالس الابرار، قلت: لم اجده فيما عندى من كتب الحديث الا ان مجالس الابرار مدحه شيخ مشايخنا الشاه عبدالعزيز الدهلوى، ثم قال

حضور ﷺ سے نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص نماز کو قضا کر دے، گو وہ بعد میں پڑھ بھی لے، پھر بھی اپنے وقت پر نہ پڑھنے کی وجہ سے ایک حقب جہنم میں جلے گا اور حقب کی مقدار اسی برس (۸۰) کی ہوتی ہے اور ایک برس تین سو ساٹھ دن کا اور قیامت کا ایک دن ایک ہزار برس کے برابر ہو گا (اس حساب سے ایک حقب کی مقدار دو کروڑ اٹھاسی لاکھ برس ہوئی ۲۸۸۰۰۰۰۰

الراغب في قوله تعالىٰ "لٰبِثِيْنَ فِيْهَا اَحْقَابًا" قيل: جمع الحقب اى الدهر،قيل والحقبة ثمانون عاماً والصحيح ان الحقبة مدة من الزمان مبهمة، واخرج ابن كثير فى تفسير قوله تعالىٰ "فويل للمصلين ○ الذين هم عن صلٰوتهم ساهون" عن ابن عباس ان فى جهنم لواديا تستعيذ جهنم من ذلك الوادى فى كل يوم اربعمائة مرة، اعد ذلك الوادى للمرائين من امة محمد، الحديث. و ذكر ابو الليث السمرقندى فى قرة العيون عن ابن عباس وهو مسكن من يؤخر الصلٰوة عن وقتها. وعن سعد بن ابى وقاص مرفوعا"الذين هم عن صلوتهم ساهون" قال: هم الذين يؤخرون الصلوة عن وقتها، وصحح الحاكم والبيهقى وقفه، واخرج الحاكم عن عبدالله فى قوله تعالىٰ "فسوف يلقون غيا" قال: واد فى جهنم بعيد القعر، خبيث الطعم، وقال صحيح الاسناد ۱۲)

ف: حُقُب کے معنی لغت میں بہت زیادہ زمانہ کے ہیں۔ اکثر حدیثوں میں اس کی مقدار یہی آئی ہے جو اوپر گذری یعنی اسّی سال۔ ''دُرِمنثور'' میں متعدد روایات سے یہی مقدار منقول ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہلال ہجری رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت فرمایا کہ حقب کی کیا مقدار ہے؟ انہوں نے کہا کہ حقب اسی برس کا ہوتا ہے اور ہر برس بارہ مہینے کا اور ہر مہینہ تیس دن کا اور ہر دن ایک ہزار برس کا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی صحیح

[1] لوامع الانوار

روایت سے اسّی بَرَس منقول ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے خود حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی نقل کیا ہے کہ ایک حقب اسّی سال کا ہوتا ہے اور ایک سال تین سو ساٹھ دن کا اور ایک دن تمہارے دنوں کے اعتبار سے (یعنی دنیا کے موافق) ایک ہزار دن کا۔ یہی مضمون حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرمایا ہے، اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس بھروسہ پر نہیں رہنا چاہئے کہ ایمان کی بدولت جہنّم سے آخر نکل جائیں گے۔ اتنے سال یعنی دو کروڑ اٹھاسی لاکھ برس جلنے کے بعد نکلنا ہوگا، وہ بھی جب ہی کہ اور وجہ زیادہ پڑے رہنے کی نہ ہو۔ اس کے علاوہ اور بھی کچھ مقدار اس سے کم زیادہ حدیث میں آئی ہے، مگر اول تو اوپر والی مقدار کئی حدیثوں میں آئی ہے اس لئے یہ مُقدَّم ہے، دوسرے یہ بھی ممکن ہے کہ آدمیوں کی حالت کے اعتبار سے کم وبیش ہو۔

اَبو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے ''قُرۃ العیون'' میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد نقل کیا ہے، جو شخص ایک فرض نماز بھی جان بوجھ کر چھوڑ دے اس کا نام جہنّم کے دروازہ پر لکھ دیا جاتا ہے اور اس کو اس میں جانا ضروری ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: یہ کہو کہ اے اللہ! ہم میں کسی کو شقی محروم نہ کر۔ پھر فرمایا: جانتے ہو، شقی محروم کون ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم کے استفسار پر ارشاد فرمایا کہ شقی محروم نماز کا چھوڑنے والا ہے، اس کا کوئی حصّہ اسلام میں نہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ دیدہ ودانستہ بلا عذر نماز چھوڑنے والے کی طرف حق تعالیٰ قیامت میں التفات ہی نہ فرمائیں گے اور عذابِ اَلیم (دکھ دینے والا عذاب) اس کو دیا جائے گا۔ ایک حدیث سے نقل کیا ہے کہ دس آدمیوں کو خاص طور سے عذاب ہوگا، منجملہ ان کے نماز کا چھوڑنے والا بھی ہے کہ اس کے ہاتھ بندھے ہوئے ہوں گے اور فرشتے منہ اور پشت پر ضرب لگا رہے ہوں گے۔ جنّت کہے گی کہ میرا تیرا کوئی تعلّق نہیں، نہ میں تیرے لئے، نہ تو میرے لئے۔ دوزخ کہے گی کہ آ جا میرے پاس آ جا، تو میرے لئے ہے، میں تیرے لئے۔ یہ بھی نقل کیا ہے کہ جہنّم میں ایک وادی (جنگل) ہے جس کا نام ہے لَملَم، اس میں سانپ ہیں جو اونٹ کی گردن کے برابر موٹے ہیں اور ان کی لمبائی ایک مہینہ کی مسافت کے برابر ہے، اس میں نماز چھوڑنے والوں کو عذاب

دیا جائے گا۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ایک میدان ہے جس کا نام "جُبُّ الحزن" ہے، وہ بچھوؤں کا گھر ہے اور ہر بچھو خچر کے برابر بڑا ہے وہ بھی نماز چھوڑنے والوں کو ڈسنے کے لئے ہیں۔ ہاں مولائے کریم معاف کر دے تو کون پوچھنے والا ہے، مگر کوئی معافی چاہے بھی تو۔ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے زواجر میں لکھا ہے کہ ایک عورت کا انتقال ہو گیا، اس کا بھائی دفن میں شریک تھا، اتفاق سے دفن کرتے ہوئے ایک تھیلی قبر میں گر گئی۔ اس وقت خیال نہیں آیا بعد میں یاد آئی تو بہت رنج ہوا، چپکے سے قبر کھول کر نکالنے کا ارادہ کیا، قبر کو کھولا تو وہ آگ کے شعلوں سے بھر رہی تھی۔ روتا ہوا ماں کے پاس آیا اور حال بیان کیا اور پوچھا کہ یہ بات کیا ہے؟ ماں نے بتایا کہ وہ نماز میں سستی کرتی تھی اور قضا کر دیتی تھی۔ اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهَا.

(۹) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَاسَهْمَ فِی الْاِسْلَامِ لِمَنْ لَّا صَلٰوةَ لَهٗ، وَلَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّا وُضُوْءَ لَهٗ. (اخرجه البزار، واخرج الحاكم عن عائشة رضی اللہ عنہا مرفوعا وصححه، ثلث احلف عليهن لايجعل الله من له سهم فی الاسلام كمن لاسهم له، وسهام الاسلام الصوم والصلوة والصدقة، الحديث. واخرج الطبرانی فی الاوسط عن ابن عمر مرفوعا، لادين لمن لاصلوة له، انما موضع الصلوة من الدين كموضع الراس من الجسد، كذا فی الدر المنثور)

حضورِ اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ اسلام میں کوئی بھی حصہ نہیں اس شخص کا جو نماز نہ پڑھتا ہو اور بے وضو کی نماز نہیں ہوتی۔ دوسری حدیث میں ہے کہ دین بغیر نماز کے نہیں ہے۔ نماز دین کے لئے ایسی ہے جیسا آدمی کے بدن کیلئے سر ہوتا ہے۔

ف: جو لوگ نماز نہ پڑھ کر اپنے کو مسلمان کہتے ہیں یا حمیّتِ اسلامی کے لمبے چوڑے دعوے کرتے ہیں، وہ حضورِ اقدس ﷺ کے ان ارشادات پر ذرا غور کر لیں اور جن اسلاف کی کامیابیوں تک پہنچنے کے خواب دیکھتے ہیں ان کے حالات کی بھی تحقیق کریں کہ وہ دین کو کس مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھے، پھر دنیا ان کے قدم کیوں نہ چومتی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی آنکھ میں پانی اُتر آیا، لوگوں نے عرض کیا کہ اس کا علاج تو ہو سکتا ہے مگر چند روز آپ نماز نہ پڑھ سکیں گے۔ انہوں نے فرمایا: یہ نہیں ہو سکتا، میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص نماز نہ پڑھے وہ اللہ جَلَّ شَانُہٗ کے یہاں ایسی حالت میں

حاضر ہوگا کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس پر ناراض ہوں گے۔ایک حدیث میں آیا ہے کہ لوگوں نے کہا: پانچ دن لکڑی پر سجدہ کرنا پڑے گا۔انہوں نے فرمایا کہ ایک رکعت بھی اس طرح نہیں پڑھوں گا۔عمر بھر بینائی کو صبر کر لینا ان حضرات کے یہاں اس سے سہل تھا کہ نماز چھوڑیں، حالانکہ اس عذر کی وجہ سے نماز کا چھوڑنا جائز بھی تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اخیر زمانہ میں جب برچھا مارا گیا تو ہر وقت خون جاری رہتا تھا اور اکثر اوقات غفلت رہتی تھی حتیٰ کہ اسی غفلت میں وِصال بھی ہو گیا،مگر بیماری کے ان دنوں میں جب نماز کا وقت ہوتا تو ان کو ہوشیار کیا جاتا اور نماز کی درخواست کی جاتی ۔وہ اسی حالت میں نماز ادا کرتے اور یہ فرماتے کہ ہاں!ہاں! ضرور جو شخص نماز نہ پڑھے اسلام میں اس کا کوئی حصّہ نہیں۔ ہمارے یہاں بیمار کی خیر خواہی ،راحت رسانی اس میں سمجھی جاتی ہے کہ اس کو نماز کی تکلیف نہ دی جائے۔ بعد میں فدِیہ دے دیا جائے گا۔ان حضرات کے یہاں خیر خواہی یہ تھی جو عبادت بھی چلتے چلاتے کر سکے دریغ نہ کیا جائے۔

ببیں تفاوُتِ رہ از کجا است تا بہ کجا

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک خادم مانگا کہ کاروبار میں مدد کرے ۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تین غلام ہیں جو پسند ہو لے لو،انہوں نے عرض کیا آپ ہی پسند فرما دیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے متعلق فرمایا کہ اس کو لے لو،یہ نمازی ہے مگر اس کو مارنا نہیں ،ہمیں نمازیوں کے مارنے کی ممانعت ہے۔اس قسم کا واقعہ ایک اور صحابی ابوالہیثم رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی ہوا ،انہوں نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے غلام مانگا تھا۔اس کے بالمقابل ہمارا ملازم نمازی بن جائے تو ہم اس کو طعن کرتے ہیں اور حماقت سے اس کی نماز میں اپنا حرج سمجھتے ہیں ۔حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ پر ایک مرتبہ غلبۂ حال ہوا تو سات روز تک گھر میں رہے، نہ کھاتے تھے نہ پیتے تھے نہ سوتے تھے۔شیخ کو اس کی اطلاع کی گئی دریافت کیا کہ نماز کے اوقات تو محفوظ رہتے ہیں (یعنی نماز کے اوقات کا تو اہتمام رہتا ہے)لوگوں نے عرض کیا کہ نماز کے اوقات بیشک محفوظ ہیں۔فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یَجْعَلْ لِلشَّیْطَانِ عَلَیْہِ سَبِیْلاً تمام تعریف اللہ ہی کے لئے جس نے شیطان کو اس پر مسلّط نہ ہونے دیا۔(بہجۃ النفوس)

دوسرا باب

جماعت کے بیان میں

جیسا کہ شروع رسالہ میں لکھا جا چکا ہے، بہت سے حضرات نماز پڑھتے ہیں، لیکن جماعت کا اہتمام نہیں کرتے حالانکہ نبی اکرم ﷺ سے جس طرح نماز کے بارے میں بہت سخت تاکید آئی ہے اسی طرح جماعت کے بارے میں بھی بہت سی تاکیدیں وارد ہوئی ہیں۔ اس باب میں بھی دو فصلیں ہیں: پہلی فصل جماعت کے فضائل میں، دوسری فصل جماعت کے چھوڑنے پر عتاب میں۔

فصلِ اوّل

جماعت کے فضائل میں

(۱) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: صَلٰوةُ الْجَمَاعَةِ اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوةِ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً.

حضورِ اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ جماعت کی نماز اکیلے کی نماز سے ستائیس درجہ زیادہ ہوتی ہے۔

(رواه مالك والبخاری ومسلم والترمذی والنسائی، كذا فی الترغيب)

ف: جب آدمی نماز پڑھتا ہے اور ثواب ہی کی نیت سے پڑھتا ہے تو معمولی سی بات ہے کہ گھر میں نہ پڑھے، مسجد میں جا کر جماعت سے پڑھ لے کہ نہ اس میں کچھ مشقت ہے نہ دِقت اور اتنا بڑا ثواب حاصل ہوتا ہے۔ کون شخص ایسا ہوگا جس کو ایک روپے کے ستائیس یا اٹھائیس روپے ملتے ہوں اور وہ ان کو چھوڑ دے؟ مگر دین کی چیزوں میں اتنے بڑے نفع سے بھی بے توجہی کی جاتی ہے۔ اس کی وجہ اس کے سوا کیا ہو سکتی ہے کہ ہم لوگوں کو دین کی پرواہ نہیں، اس کا نفع ہم لوگوں کی نگاہ میں نفع نہیں۔ دنیا کی تجارت جس میں ایک آنہ دو آنہ فی روپیہ نفع ملتا ہے اس کے پیچھے دن بھر خاک چھانتے ہیں۔ آخرت کی تجارت جس میں ستائیس گنا نفع ہے وہ ہمارے لئے مصیبت ہے۔ جماعت کی نماز کے لئے

جانے میں دکان کا نقصان سمجھا جاتا ہے، بکری کا بھی نقصان بتایا جاتا ہے، دکان کے بند کرنے کی بھی دقت کہی جاتی ہے، لیکن جن لوگوں کے یہاں اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی عظمت ہے، اللہ کے وعدوں پر ان کو اطمینان ہے، اس کے اجر وثواب کی کوئی قیمت ہے، ان کے یہاں یہ لچر عذر کچھ بھی وقعت نہیں رکھتے۔ ایسے ہی لوگوں کی اللہ جَلَّ شَانُہٗ نے کلام پاک میں تعریف فرمائی ہے "رِجَالٌ لَّاتُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ" (النور: ۳۷) تیسرے باب کے شروع میں پوری آیت مع ترجمہ موجود ہے اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا جو معمول اذان کے بعد اپنی تجارت کے ساتھ تھا وہ حکایاتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے پانچویں باب میں مختصر طور پر گذر چکا۔ سالم حدّاد رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ تھے، تجارت کرتے تھے، جب اذان کی آواز سنتے تو رنگ متغیر ہو جاتا اور زرد پڑ جاتا، بے قرار ہو جاتے، دکان کھلی چھوڑ کر کھڑے ہو جاتے اور یہ اشعار پڑھتے ؎

اِذَا مَادَعَادَاعِيْكُمْ قُمْتُ مُسْرِعًا مُجِيْبًا لِّمَوْلٰى جَلَّ لَيْسَ لَهٗ مِثْلُ

"جب تمہارا منادی (مؤذن) پکارنے کے واسطے کھڑا ہو جاتا ہے تو میں جلدی سے کھڑا ہو جاتا ہوں ایسے مالک کی پکار کو قبول کرتے ہوئے جس کی بڑی شان ہے، اس کا کوئی مثل نہیں"۔

اُجِيْبُ اِذَا نَادٰى بِسَمْعٍ وَّطَاعَةٍ وَبِيْ نَشْوَةٌ لَبَّيْكَ يَامَنْ لَّهُ الْفَضْلُ

"جب وہ منادی (مؤذن) پکارتا ہے تو میں بحالتِ نشاط، اطاعت وفرمانبرداری کے ساتھ جواب میں کہتا ہوں کہ اے فضل وبزرگی والے! لَبَّیک یعنی حاضر ہوتا ہوں"۔

وَيَصْفَرُّ لَوْنِيْ خِيْفَةً وَّمَهَابَةً وَيَرْجِعُ لِيْ عَنْ كُلِّ شُغْلٍ بِهٖ شُغْلُ

"اور میرا رنگ خوف اور ہیبت سے زرد پڑ جاتا ہے اور اس پاک ذات کی مشغولی مجھے ہر کام سے بے خبر کر دیتی ہے"۔

وَحَقِّكُمْ مَالَذَّلِيْ غَيْرُ ذِكْرِكُمْ وَذِكْرُ سِوَاكُمْ فِيْ فَمِيْ قَطُّ لَايَحْلُوْ

"تمہارے حق کی قسم تمہارے ذکر کے سوا مجھے کوئی چیز بھی لذیذ نہیں معلوم ہوتی اور تمہارے سوا کسی کے ذکر میں بھی مجھے مزہ نہیں آتا"۔

مَتٰى يَجْمَعُ الْاَيَّامُ بَيْنِىْ وَبَيْنَكُمْ وَيَفْرَحُ مُشْتَاقٌ اِذَا جَمَعَ الشَّمْلُ

''دیکھیے زمانہ مجھ کواور تم کو کب جمع کرے گا اور مشتاق تو جب ہی خوش ہوتا ہے جب اجتماع نصیب ہوتا ہے''۔

فَمَنْ شَاهَدَتْ عَيْنَاهُ نُوْرَ جَمَالِكُمْ يَمُوْتُ اشْتِيَاقًا نَحْوَكُمْ قَطُّ لَايَسْلُوْ

''جس کی آنکھوں نے تمہارے جمال کا نور دیکھ لیا ہے، تمہارے اشتیاق میں مرجائے گا، کبھی بھی تسلی نہیں پاسکتا''۔[1]

حدیث میں آیا ہے کہ جو لوگ کثرت سے مسجد میں جمع رہتے ہوں وہ مسجد کے کھونٹے ہیں، فرشتے ان کے ہمنشین ہوتے ہیں، اگر وہ بیمار ہو جائیں تو فرشتے ان کی عیادت کرتے ہیں اور وہ کسی کام کو جائیں تو فرشتے ان کی اعانت کرتے ہیں۔[2]

(۲) عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: صَلٰوةُ الرَّجُلِ فِىْ جَمَاعَةٍ تَضْعَفُ عَلٰى صَلٰوتِهٖ فِىْ بَيْتِهٖ وَفِىْ سُوْقِهٖ خَمْسًا وَّعِشْرِيْنَ ضِعْفًا، وَّذٰلِكَ اَنَّهٗ اِذَا تَوَضَّاَ، فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ خَرَجَ اِلَى الْمَسْجِدِ لَايُخْرِجُهٗ اِلَّا الصَّلٰوةُ، لَمْ يَخْطُ خُطْوَةً اِلَّا رُفِعَتْ لَهٗ بِهَا دَرَجَةٌ، وَحُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةٌ، فَاِذَا صَلّٰى لَمْ تَزَلِ الْمَلٰٓئِكَةُ تُصَلِّىْ عَلَيْهِ مَادَامَ فِىْ مُصَلَّاهُ مَا لَمْ يُحْدِثْ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ وَ لَايَزَالُ فِىْ صَلٰوةٍ مَا انْتَظَرَ الصَّلٰوةَ. (رواه البخاري واللفظ له، ومسلم وابو داود والترمذي وابن ماجة، كذا في الترغيب)

حضورِ اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ آدمی کی وہ نماز جو جماعت سے پڑھی گئی ہو اس نماز سے جو گھر میں پڑھ لی ہو یا بازار میں پڑھ لی ہو پچیس درجہ اَلْمُضَاعَفُ (زیادہ) ہوتی ہے اور بات یہ ہے کہ جب آدمی وضو کرتا ہے اور وضو کو کمال درجہ تک پہنچا دیتا ہے، پھر مسجد کی طرف صرف نماز کے ارادہ سے چلتا ہے، کوئی اور ارادہ اس کے ساتھ شامل نہیں ہوتا تو جو قدم بھی رکھتا ہے اس کی وجہ سے ایک نیکی بڑھ جاتی ہے اور ایک خطا معاف ہو جاتی ہے اور پھر جب نماز پڑھ کر اسی جگہ بیٹھا رہتا ہے تو جب تک وہ باوضو بیٹھا رہے گا فرشتے اس کے لئے

---

[1] نزہۃ [2] حاکم

مغفرت اور رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں اور جب تک آدمی نماز کے انتظار میں رہتا ہے وہ نماز کا ثواب پاتا رہتا ہے۔

ف: پہلی حدیث میں ستائیس درجہ کی زیادتی بتلائی گئی تھی اور اس حدیث میں پچیس درجہ کی، ان دونوں حدیثوں میں جو اختلاف ہوا ہے، علماء نے اس کے بہت سے جوابات تحریر فرمائے ہیں جو شروحِ حدیث میں مذکور ہیں۔ منجملہ ان کے یہ ہے کہ نمازیوں کے حال کے اختلاف کی وجہ سے ہے کہ بعضوں کو پچیس درجہ کی زیادتی ہوتی ہے اور بعضوں کو اِخلاص کی وجہ سے ستائیس کی ہو جاتی ہے۔ بعض علماء نے نماز کے اختلاف پر محمول فرمایا ہے کہ سِرّی نمازوں میں پچیس ہے اور جہری میں ستائیس ہے۔ بعض نے ستائیس عشاء اور صبح کے لئے بتایا ہے کہ ان دونوں نمازوں میں جانا مشکل معلوم ہوتا ہے اور پچیس باقی نمازوں میں۔ بعض شُرّاح نے لکھا ہے کہ اس امت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعامات کی بارش بڑھتی ہی چلی گئی جیسا کہ اور بھی بہت سی جگہ اس کا ظہور ہے، اس لئے اوّل پچیس درجہ تھا، بعد میں ستائیس ہو گیا۔ بعض شُرّاح نے ایک عجیب بات سمجھی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کا ثواب پہلی حدیث سے بہت زیادہ ہے، اس لئے کہ اس حدیث میں یہ ارشاد نہیں کہ وہ پچیس درجہ کی زیادتی ہے، بلکہ یہ ارشاد ہے کہ پچیس درجہ المضاعف ہوتی ہے جس کا ترجمہ دو چند اور دو گنا ہوتا ہے، یعنی یہ کہ پچیس مرتبہ تک دو گنا اجر ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس صورت میں جماعت کی ایک نماز کا ثواب تین کروڑ پینتیس لاکھ چوّن ہزار چار سو بتیس (۳۳۵۵۴۴۳۲) درجہ ہوا۔ حق تعالیٰ شانہٗ کی رحمت سے یہ ثواب کچھ بعید نہیں اور جب نماز کے چھوڑنے کا گناہ ایک حقب ہے جو پہلے باب میں گذرا تو اس کے پڑھنے کا ثواب یہ ہونا قرینِ قیاس بھی ہے۔

اس کے بعد حضور ﷺ نے اس طرف اِشارہ فرمایا کہ یہ تو خود ہی غور کر لینے کی چیز ہے کہ جماعت کی نماز میں کس قدر اجر و ثواب اور کس کس طرح حسنات کا اِضافہ ہوتا چلا جاتا ہے کہ جو شخص گھر سے وضو کر کے محض نماز کی نیت سے مسجد میں جائے تو اس کے ہر ہر قدم پر ایک نیکی کا اضافہ اور ایک خطا کی معافی ہوتی چلی جاتی ہے۔ بنو سلمہ مدینہ طیبہ میں ایک قبیلہ تھا، ان کے مکانات مسجد سے دور تھے، انہوں نے ارادہ کیا کہ مسجد کے قریب ہی

کہیں منتقل ہو جائیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہیں رہو، تمہارے مسجد تک آنے کا ہر ہر قدم لکھا جاتا ہے۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص گھر سے وضو کر کے نماز کو جائے وہ ایسا ہے جیسا کہ گھر سے احرام باندھ کر حج کو جائے۔ اس کے بعد حضور ﷺ ایک اور فضیلت کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ جب نماز پڑھ چکا تو اس کے بعد جب تک مُصلّے پر رہے فرشتے مغفرت اور رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔ فرشتے اللہ کے مقبول اور معصوم بندے ہیں، ان کی دعا کی برکات خود ظاہر ہیں۔

محمد بن سماعہ رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ عالم ہیں جو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں، ایک سو تین برس کی عمر میں انتقال ہوا، اس وقت دو سو رکعات نفل روزانہ پڑھتے تھے۔ کہتے ہیں کہ مسلسل چالیس برس تک میری ایک مرتبہ کے علاوہ تکبیرِ اولیٰ فوت نہیں ہوئی، صرف ایک مرتبہ جس دن میری والدہ کا انتقال ہوا ہے اس کی مشغولی کی وجہ سے تکبیر اولیٰ فوت ہوگئی تھی۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میری جماعت کی نماز فوت ہوگئی تھی تو میں نے اس وجہ سے کہ جماعت کی نماز کا ثواب پچیس درجہ زیادہ ہے اس نماز کو پچیس دفعہ پڑھا تاکہ وہ عدد پورا ہو جائے تو خواب میں دیکھا کہ ایک شخص کہتا ہے: محمد! پچیس دفعہ نماز تو پڑھ لی، مگر ملائکہ کی آمین کا کیا ہوگا۔[1]

ملائکہ کی آمین کا مطلب یہ ہے کہ بہت سی احادیث میں یہ ارشادِ نبوی آیا ہے کہ جب امام سورۂ فاتحہ کے بعد آمین کہتا ہے تو ملائکہ بھی آمین کہتے ہیں۔ جس شخص کی آمین ملائکہ کی آمین کے ساتھ ہو جاتی ہے اس کے پچھلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں تو خواب میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے۔ مولانا عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس قصے میں اس طرف اشارہ ہے کہ جماعت کا ثواب مجموعی طور سے جو حاصل ہوتا ہے وہ اکیلے میں حاصل ہو ہی نہیں سکتا، چاہے ایک ہزار مرتبہ اس نماز کو پڑھ لے اور یہ ظاہر بات ہے کہ ایک آمین کی موافقت ہی صرف نہیں بلکہ مجمع کی شرکت، نماز سے فراغت کے بعد ملائکہ کی دعا، جس کا اس حدیث میں ذکر ہے، ان کے علاوہ اور بہت سی خصوصیات ہیں جو جماعت ہی میں پائی جاتی ہیں۔ ایک ضروری امر یہ بھی قابل لحاظ ہے، علماء نے لکھا ہے کہ فرشتوں کی

[1] فوائد بہیہ

اس دعا کا مستحق جب ہی ہوگا جب نماز نماز بھی ہو اور اگر ایسے ہی پڑھی کہ پرانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر منہ پر ماردی گئی تو پھر فرشتوں کی دعا کا مستحق نہیں ہوتا۔[1]

(۳) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ ؓ قَالَ: مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَلْقَى اللّٰهَ غَدًا مُسْلِمًا، فَلْيُحَافِظْ عَلٰى هٰؤُلَآءِ الصَّلَوَاتِ حَيْثُ يُنَادٰى بِهِنَّ، فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى شَرَعَ لِنَبِيِّكُمْ ﷺ سُنَنَ الْهُدٰى وَاِنَّهُنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدٰى، وَلَوْ اَنَّكُمْ صَلَّيْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ كَمَا يُصَلِّيْ هٰذَا الْمُتَخَلِّفُ فِيْ بَيْتِهٖ لَتَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ، وَلَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ، وَمَا مِنْ رَّجُلٍ يَتَطَهَّرُ فَيُحْسِنُ الطُّهُوْرَ، ثُمَّ يَعْمِدُ اِلٰى مَسْجِدٍ مِّنْ هٰذِهِ الْمَسَاجِدِ اِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بِكُلِّ خُطْوَةٍ يَخْطُوْهَا حَسَنَةً، وَيَرْفَعُهٗ بِهَا دَرَجَةً، وَيَحُطُّ عَنْهُ بِهَا سَيِّئَةً، وَلَقَدْ رَاَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنْهَا اِلَّا مُنَافِقٌ مَّعْلُوْمُ النِّفَاقِ، وَلَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ يُؤْتٰى بِهَا يُهَادٰى بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ حَتّٰى يُقَامَ فِى الصَّفِّ. وفى رواية: لَقَدْ رَاَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنِ الصَّلٰوةِ اِلَّا مُنَافِقٌ قَدْ عُلِمَ نِفَاقُهٗ اَوْ مَرِيْضٌ، اِنْ كَانَ الرَّجُلُ لَيَمْشِىْ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ حَتّٰى يَاْتِىَ الصَّلٰوةَ.

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہے کہ کل قیامت کے دن اللہ جل شانہٗ کی بارگاہ میں مسلمان بن کر حاضر ہو وہ ان نمازوں کو ایسی جگہ ادا کرنے کا اہتمام کرے جہاں اذان ہوتی ہے (یعنی مسجد میں) اس لئے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے تمہارے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کیلئے ایسی سنتیں جاری فرمائی ہیں جو سراسر ہدایت ہیں، انہیں میں سے یہ جماعت کی نمازیں بھی ہیں۔ اگر تم لوگ اپنے گھروں میں نماز پڑھنے لگو گے جیسا کہ فلاں شخص پڑھتا ہے تو تم نبی ﷺ کی سنت کے چھوڑنے والے ہو گے اور یہ سمجھ لو کہ اگر نبی اکرم ﷺ کی سنت کو چھوڑ دو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے اور جو شخص اچھی طرح وضو کرے، اس کے بعد مسجد کی طرف جائے تو ہر ہر قدم پر ایک ایک نیکی لکھی جائے گی اور ایک ایک درجہ بلند ہوگا اور ایک ایک خطا معاف ہوگی اور ہم تو اپنا یہ حال دیکھتے تھے کہ جو شخص کھلم کھلا منافق ہو وہ تو جماعت سے رہ جاتا تھا، ورنہ

[1] بہجۃ النفوس

وَقَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَلَّمَنَا سُنَنَ الْهُدٰى، وَإِنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدٰى الصَّلٰوةُ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِيْ يُؤَذَّنُ فِيْهِ (رواه مسلم و أبو داود والنسائي وابن ماجة، كذا في الترغيب والدر المنثور، والسنة نوعان:

حضور ﷺ کے زمانہ میں عام منافقوں کی بھی جماعت چھوڑنے کی ہمت نہ ہوتی تھی یا کوئی سخت بیمار، ورنہ جو شخص دو آدمیوں کے سہارے سے گھسٹتا ہوا جا سکتا تھا وہ بھی صف میں کھڑا کر دیا جاتا تھا۔

سنة الهدى، و تاركها يستوجب اساءة كالجماعة والأذان والزوائد، وتاركها لا يستوجب اساءة كسير النبي ﷺ في لباسه وقعوده، كذا في نور الأنوار، والإضافة في سنة الهدى بيانية أي سنة هي هدى، والحمل مبالغة كذا في قمر الأقمار)

ف: صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے یہاں جماعت کا اس قدر اہتمام تھا اگر بیمار بھی کسی طرح جماعت میں جا سکتا تھا تو وہ بھی جا کر شریک ہو جاتا تھا، چاہے دو آدمیوں کو کھینچ کر لے جانے کی نوبت آتی اور یہ اہتمام کیوں نہ ہوتا جب کہ ان کے اور ہمارے آقا نبیِ اکرم ﷺ کو اسی طرح کا اہتمام تھا، چنانچہ حضورِ اقدس ﷺ کے مرض الوفات میں یہی صورت پیش آئی کہ مرض کی شدت کی وجہ سے بار بار غشی ہوتی تھی اور کئی کئی دفعہ وضو کا پانی طلب فرماتے تھے۔ آخر ایک مرتبہ وضو فرمایا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ایک دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ کے سہارے سے مسجد میں تشریف لے گئے کہ زمین پر پاؤں مبارک اچھی طرح جمتا بھی نہ تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تعمیلِ ارشاد میں نماز پڑھانا شروع کر دی تھی، حضور ﷺ جا کر نماز میں شریک ہوئے[1] حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورِ اقدس ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ اللہ کی عبادت اس طرح کر گویا وہ بالکل سامنے ہے اور تو اس کو دیکھ رہا ہے اور اپنے آپ کو مُردوں کی فہرست میں شمار کیا کر (زندوں میں اپنے کو سمجھ ہی نہیں کہ پھر نہ کسی بات کی خوشی نہ کسی بات سے رنج) اور مظلوم کی بددعا سے اپنے کو بچا اور جو تُو اتنی بھی طاقت رکھتا ہو کہ زمین پر گھسٹ کر عشاء اور صبح کی جماعت میں شریک ہو سکے تو دریغ نہ کر۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ منافقوں پر عشاء اور صبح کی نماز بہت بھاری ہے، اگر ان کو یہ معلوم ہو جاتا کہ جماعت میں کتنا ثواب ہے تو زمین پر گھسٹ کر جاتے اور جماعت سے

[1] صحیحین

ان کو پڑھتے۔[1]

(۴) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ﷺ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ صَلّٰی لِلّٰهِ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا فِيْ جَمَاعَةٍ يُدْرِكُ التَّكْبِيْرَةَ الْاُوْلٰى، كُتِبَ لَهٗ بَرَآئَتَانِ: بَرَآءَةٌ مِّنَ النَّارِ، وَبَرَآءَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ.

نبی اکرم ﷺ کا اِرشاد ہے کہ جو شخص چالیس دن اخلاص کے ساتھ ایسی طرح نماز پڑھے کہ تکبیرِ اولیٰ فوت نہ ہو تو اس کو دو پروانے ملتے ہیں: ایک پروانہ جہنّم سے چھٹکارے کا، دوسرا نفاق سے بَری ہونے کا۔

(رواه الترمذى وقال: لاأعلم أحدًا رفعه إلاماروى مسلم بن قتيبة عن طعمة بن عمر، وقال المملى: ومسلم وطعمة وبقيةرواته ثقاة، كذا فى الترغيب، قلت: وله شواهد من حديث عمر ﷺ رفعه "من صلى فى مسجد جماعة أربعين ليلة لاتفوته الركعة الأولى من صلوة العشاء كتب الله له بها عتقا من النار" رواه ابن ماجة واللفظ له، والترمذى وقال نحو حديث أنس يعنى المتقدم ولم يذكر لفظه، وقال: مرسل يعنى أن عمارة الراوى عن أنس لم يدرك أنسا وعزاه فى منتخب الكنز إلى البيهقى فى الشعب وابن عساكر وابن النجار)

ف: یعنی جو اس طرح چالیس دن اخلاص سے نماز پڑھے کہ شروع سے امام کے ساتھ شریک ہو اور نماز شروع کرنے کی تکبیر جب امام کہے تو اسی وقت یہ بھی نماز میں شریک ہو جائے تو وہ شخص نہ جہنّم میں داخل ہوگا، نہ منافقوں میں داخل ہوگا۔ منافق وہ لوگ کہلاتے ہیں جو اپنے کو مسلمان ظاہر کریں، لیکن دل میں کفر رکھتے ہوں اور چالیس دن کی خصوصیّت بظاہر اس وجہ سے ہے کہ حالات کے تغیّر میں چالیس دن کو خاص دخل ہے، چنانچہ آدمی کی پیدائش کی ترتیب جس حدیث میں آئی ہے اس میں بھی چالیس دن تک نطفہ رہنا، پھر گوشت کا ٹکڑا چالیس دن تک، اسی طرح چالیس چالیس دن میں اس کا تغیّر ذکر فرمایا ہے، اسی وجہ سے صوفیاء کے یہاں چلّہ بھی خاص اہمیّت رکھتا ہے۔ کتنے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کی برسوں بھی تکبیرِ اولیٰ فوت نہیں ہوتی۔

(۵) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ ﷺ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ وُضُوْءَهٗ، ثُمَّ رَاحَ فَوَجَدَ النَّاسَ قَدْ

نبی اکرم ﷺ کا اِرشاد ہے کہ جو شخص اچھی طرح وضو کرے، پھر مسجد میں نماز کیلئے جائے اور وہاں پہنچ کر معلوم ہو کہ جماعت

[1] ترغیب

صَلَّوْا، اَعْطَاهُ اللّٰهُ مِثْلَ اَجْرِ مَنْ صَلَّاهَا وَحَضَرَهَا لَايَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْئًا. (رواه أبوداود والنسائي والحاكم وقال: صحيح على شرط مسلم، كذا في الترغيب،

ہو چکی، تو بھی اس کو جماعت کی نماز کا ثواب ہو گا اور اس ثواب کی وجہ سے ان لوگوں کے ثواب میں کچھ کمی نہیں ہو گی جنہوں نے جماعت سے نماز پڑھی ہے۔

وفيه أيضاً عن سعيد بن المسيب قال: حضر رجلا من الانصار الموت، فقال: انى مُحدثكم حديثا ما أحد ثكموه الا احتسابا، إنى سمعت رسول الله ﷺ يقول: اذا توضأ أحدكم فاحسن الوضوء، الحديث. وفيه: فإن أتى المسجد فصلى فى جماعة غفرله فان أتى المسجد وقد صلوا بعضا وبقى بعض صلى ما أدرك وأتم مابقى كان كذلك، فإن أتى المسجد و قد صلوا فأتم الصلوٰة كان كذلك، رواه أبو داود)

ف: یہ اللہ کا کس قدر انعام و احسان ہے کہ محض کوشش اور سعی پر جماعت کا ثواب مل جائے گو جماعت نہ مل سکے۔ اللہ کی اس دَین (عطا) پر بھی ہم لوگ خود ہی نہ لیں تو کسی کا کیا نقصان ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ محض اس کھٹکے سے کہ جماعت ہو چکی ہو گی مسجد میں جانا ملتوی نہ کرنا چاہئے۔ اگر جا کر معلوم ہو کہ ہو چکی ہے، تب بھی ثواب تو مل ہی جائے گا، البتہ اگر پہلے سے یقیناً معلوم ہو جائے کہ جماعت ہو چکی ہے تو مضائقہ نہیں۔

(٦) عَنْ قُبَاثِ بْنِ اَشْيَمَ اللَّيْثِي رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: صَلٰوةُ الرَّجُلَيْنِ يَؤُمُّ اَحَدُهُمَا صَاحِبَهٗ اَزْكٰى عِنْدَاللّٰهِ مِنْ صَلٰوةِ اَرْبَعَةٍ تَتْرٰى، وَصَلٰوةُ اَرْبَعَةٍ اَزْكٰى عِنْدَاللّٰهِ مِنْ صَلٰوةِ ثَمَانِيَةٍ تَتْرٰى، وَصَلٰوةُ ثَمَانِيَةٍ يَؤُمُّهُمْ اَحَدُهُمْ اَزْكٰى عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ صَلٰوةِ مِائَةٍ تَتْرٰى. (رواه البزار و الطبرانى بإسناد لابأس به، كذافى الترغيب وفى مجمع الزوائد: رواه البزار و الطبرانى فى الكبير ورجال الطبرانى موثقون وعزاه فى الجامع الصغير إلى الطبرانى والبيهقى ورقم له

نبی اکرم ﷺ کا پاک ارشاد ہے کہ دو آدمیوں کی جماعت کی نماز کہ ایک امام ہو، ایک مقتدی، اللہ کے نزدیک چار آدمیوں کی علیحدہ علیحدہ نماز سے زیادہ پسندیدہ ہے، اسی طرح چار آدمیوں کی جماعت کی نماز آٹھ آدمیوں کی متفرق نماز سے زیادہ محبوب ہے اور آٹھ آدمیوں کی جماعت کی نماز سو آدمیوں کی متفرق نمازوں سے بڑھی ہوئی ہے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے اسی طرح جتنی بڑی جماعت میں نماز پڑھی جائے گی وہ اللہ کو زیادہ محبوب ہے مختصر

بالصحة، وعن أبي كعب رفعه بمعنى حديث الباب، جماعت سے۔

وفيه قصة وفي اخره وكلما كثر فهو احب الى الله عزّ وجل، رواه احمد وابوداود والنسائي وابن خزيمة وابن حبان في صحيحيهما والحاكم، وقد جزم يحيى بن معين والذهلي بصحة هذا الحديث، كذا في الترغيب)

ف: جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ دو چار آدمی مل کر گھر، دوکان وغیرہ پر جماعت کرلیں وہ کافی ہے، اوّل تو اس میں مسجد کا ثواب شروع ہی سے نہیں ہوتا، دوسرے کثرتِ جماعت کے ثواب سے بھی محرومی ہوتی ہے، مجمع جتنا زیادہ ہوگا اتنا ہی اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے اور جب اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے واسطے ایک کام کرنا ہے تو پھر جس طریقہ میں اس کی خوشنودی زیادہ ہو اسی طریقہ سے کرنا چاہئے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ تین چیزوں کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں: ایک جماعت کی صف کو، ایک اس شخص کو جو آدھی رات (تہجد) کی نماز پڑھ رہا ہو، تیسرے اس شخص کو جو کسی لشکر کے ساتھ لڑ رہا ہو۔[1]

(۷) عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِيِّ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: بَشِّرِ الْمَشَّائِيْنَ فِي الظُّلَمِ اِلَى الْمَسَاجِدِ بِالنُّوْرِ التَّامِّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (رواه ابن ماجة وابن خزيمة في صحيحه والحاكم واللفظ له

حضرت سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضورِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ اندھیرے میں مسجدوں میں بکثرت جاتے رہتے ہیں، ان کو قیامت کے دن کے پورے پورے نور کی خوشخبری سنادے۔

وقال صحيح على شرط الشيخين كذا في الترغيب، وفي المشكوة برواية الترمذي وأبي داؤد عن بريدة، ثم قال رواه ابن ماجة عن سهل ابن سعد وأنس. قلت: وله شاهد في منتخب كنز العمال برواية الطبراني عن ابي أمامة بلفظ "بشّر المدلجين إلى المساجد في الظلم بمنابر من نور يوم القيامة، يفزع الناس ولايفزعون" ذكر السيوطي في الدر المنثور في تفسير قوله تعالى: "انما يعمر مساجد اللّٰه" عدة روايات في هذا المعنى)

ف: یعنی آج دنیا میں اندھیری رات میں مسجد میں جانے کی قدر اس وقت معلوم ہوگی جب قیامت کا ہولناک منظر سامنے ہوگا اور ہر شخص مصیبت میں گرفتار ہوگا۔ آج کے اندھیروں کی مشقت کا بدلہ اور اس کی قدر اس وقت ہوگی جب ایک چمکتا ہوا نور اور آفتاب سے کہیں زیادہ روشنی ان کے ساتھ ساتھ ہوگی۔ ایک حدیث میں ہے کہ وہ قیامت کے دن نور کے منبروں پر ہوں گے اور بے فکر، جبکہ اور لوگ گھبراہٹ میں ہونگے۔ ایک حدیث میں ہے

[1] جامع الصغیر

کہ حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن اِرشاد فرمائیں گے کہ میرے پڑوسی کہاں ہیں؟ فرشتے عرض کریں گے کہ آپ کے پڑوسی کون ہیں؟ اِرشاد ہوگا کہ مسجدوں کو آباد کرنے والے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو سب جگہوں سے زیادہ محبوب مسجدیں ہیں اور سب میں زیادہ ناپسند بازار ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ مسجدیں جنّت کے باغ ہیں۔[1] ایک صحیح حدیث میں وارد ہے: حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں ''جس شخص کو دیکھو کہ مسجد کا عادی ہے تو اس کے ایماندار ہونے کی گواہی دو''۔[2] اس کے بعد ''اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰہِ'' یہ آیت تلاوت فرمائی یعنی مسجدوں کو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں۔[3] ایک حدیث میں وارد ہے کہ مشقت کے وقت وضو کرنا اور مسجد کی طرف قدم اٹھانا اور نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں بیٹھے رہنا گناہوں کو دھو دیتا ہے۔[4] ایک حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص جتنا مسجد سے دور ہوگا اتنا ہی زیادہ ثواب ہوگا۔[5] اس کی وجہ یہی ہے کہ ہر ہر قدم پر اجر وثواب ہے اور جتنی دور مسجد ہوگی اتنے ہی قدم زیادہ ہوں گے، اسی وجہ سے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم چھوٹے چھوٹے قدم رکھتے تھے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ اگر لوگوں کو ان کا ثواب معلوم ہو جائے تو لڑائیوں سے ان کو حاصل کیا جائے: ایک اذان کہنا، دوسری جماعت کی نمازوں کے لئے دوپہر کے وقت جانا، تیسری پہلی صف میں نماز پڑھنا۔[6] ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ قیامت کے دن جب ہر شخص پریشان حال ہوگا اور آفتاب نہایت تیزی پر ہوگا، سات آدمی ایسے ہوں گے جو اللہ کی رحمت کے سایہ میں ہوں گے، ان میں ایک شخص وہ بھی ہوگا جس کا دل مسجد میں اٹکا رہے کہ جب کسی ضرورت سے باہر آئے تو پھر مسجد ہی واپس جانے کی خواہش ہو۔ ایک حدیث میں وارد ہے جو شخص مسجد سے الفت رکھتا ہے اللہ جَلَّ شَانُہٗ اس سے الفت فرماتے ہیں۔[7]

شریعتِ مُطہّرہ کے ہر حکم میں خیر وبرکت، اجر وثواب تو بے پایاں ہے ہی، اس کے ساتھ ہی بہت سی مصلحتیں بھی اِن اَحکام میں جو ملحوظ ہوتی ہیں ان کی حقیقت تک پہنچنا تو مشکل ہے کہ اللہ جَلَّ شَانُہٗ کے علوم اور ان کے مَصالح تک کس کی رسائی ہے؟ مگر اپنی اپنی

[1] جامع الصغیر [2] ایضاً [3] دُرّ [4] جامع الصغیر [5] ایضاً [6] ایضاً [7] ایضاً

استعداد اور حوصلہ کے موافق جہاں تک اپنی سمجھ کام دیتی ہے ان کی مصالح بھی سمجھ میں آتی ہیں اور جتنی استعداد ہوتی ہے اتنی ہی خوبیاں ان احکام کی معلوم ہوتی رہتی ہیں۔ علماء نے جماعت کی مصالح بھی اپنی اپنی سمجھ کے موافق تحریر فرمائی ہیں۔ ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ نے ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں ایک تقریر اس کے متعلق ارشاد فرمائی ہے جس کا ترجمہ اور مطلب یہ ہے کہ:

رسم و رواج کے مہلکات سے بچنے کے لئے اس سے زیادہ نافع کوئی چیز نہیں کہ عبادات میں سے کسی عبادت کو ایسی عام رسم اور عام رواج بنالیا جائے جو علی الاعلان ادا کی جائے اور ہر شخص کے سامنے خواہ سمجھدار ہو یا ناسمجھ وہ ادا کی جا سکے، اس کے ادا کرنے میں شہری اور غیر شہری برابر ہوں۔ مُسابقت اور تَفَاخُر اسی پر کیا جائے اور ایسی عام ہو جائے کہ ضروریاتِ زندگی میں اس طرح داخل ہو جائے کہ اس سے علیحدگی ناممکن اور دشوار بن جائے تاکہ وہ اللہ کی عبادت کے لئے مُؤیّد ہو جائے اور وہ رسم و رواج جو موجبِ مَضرّت و نقصان تھا وہی حق کی طرف کھینچنے والا بن جائے اور چونکہ عبادات میں کوئی عبادت بھی نماز سے زیادہ مُہتَم بالشان اور دلیل وحجت کے اعتبار سے بڑھی ہوئی نہیں، اسلیئے ضروری ہوا کہ آپس میں اس کے رواج کو خوب شائع کیا جائے اور اس کے لئے خاص طور پر اجتماع کیا جائے اور آپس میں اتفاق سے اس کو ادا کیا جائے، نیز ہر مذہب اور دین میں کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو مقتدا ہوتے ہیں کہ ان کا اتباع کیا جاتا ہے اور کچھ لوگ دوسرے درجہ میں ایسے ہوتے ہیں جو کسی معمولی سی ترغیب و تنبیہ کے محتاج ہوتے ہیں اور کچھ لوگ تیسرے درجہ میں بہت ناکارہ اور ضَعِیفُ الْاِعْتِقَاد ایسے بھی ہوتے ہیں، جن کو اگر مجمع میں عبادت کا مکلّف نہ کیا جائے تو سستی اور کاہلی کی وجہ سے عبادت بھی چھوڑ دیتے ہیں۔ اس وجہ سے مصلحت کا مقتضا یہی ہے کہ یہ سب لوگ اجتماعی طور پر عبادت کو ادا کریں تاکہ جو لوگ عبادت کو چھوڑنے والے ہیں وہ عبادت کرنے والوں سے ممتاز ہو جائیں اور رغبت کرنے والوں اور بے رغبتی کرنے والوں میں کھلا تفاوُت ہو جائے اور ناواقف لوگ علماء کے اتباع سے واقف بن جائیں اور جاہل لوگوں کو عبادت کا طریقہ معلوم ہو جائے اور اللہ کی عبادت

ان لوگوں میں اس پگھلی ہوئی چاندی کی طرح سے ہو جائے جو کسی ماہر کے سامنے رکھی جائے جس سے جائز ناجائز اور کھرے کھوٹے میں کھلا فرق ہو جائے، جائز کی تقویت کی جائے اور ناجائز کو روکا جائے۔

اس کے علاوہ مسلمانوں کے ایسے اجتماع میں جس میں اللہ کی طرف رغبت کرنے والے، اس کی رحمت کے طلب کرنے والے، اس سے ڈرنے والے موجود ہوں اور سب کے سب اللہ ہی کی طرف ہمہ تن متوجہ ہوں، برکتوں کے نازل ہونے اور رحمت کے متوجہ ہونے کی عجیب خاصیت رکھی ہے۔

نیز امتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے قیام کا مقصد ہی یہ ہے کہ اللہ کا بول بالا ہو اور دینِ اسلام کو تمام دینوں پر غلبہ ہو اور یہ ممکن نہیں جب تک یہ طریقہ رائج نہ ہو کہ سب کے سب عوام، خواص، شہر کے رہنے والے اور گاؤں کے رہنے والے، چھوٹے بڑے ایک جگہ جمع ہو کر اس چیز کو جو اسلام کا سب سے بڑا شعار ہے اور سب سے بالاتر عبادت ہے ادا نہ کریں۔ ان وجوہ سے شریعت جمعہ اور جماعت کے اہتمام کی طرف متوجہ ہوئی، ان کے اظہار و اعلان کی ترغیبیں، اور چھوڑنے پر وعیدیں نازل ہوئیں اور چونکہ اظہار واجتماع ایک صرف محلّہ اور قبیلہ کا ہے اور ایک تمام شہر کا، اور محلّہ کا اجتماع ہر وقت سہل ہے اور تمام شہر کا ہر وقت مشکل ہے کہ اس میں تنگی ہے، اس لئے محلّہ کا اجتماع ہر نماز کے وقت قرار دیا اور جماعت کی نماز اس کے لئے مشروع ہوئی اور تمام شہر کا اجتماع آٹھویں دن قرار دیا اور جمعہ کی نماز اس کے لئے تجویز ہوئی۔

فصلِ دوم

جماعت کے چھوڑنے پر عِتاب کے بیان میں

حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنے احکام کی پابندی پر جیسے کہ انعامات کا وعدہ فرمایا ہے ایسے ہی تعمیل نہ کرنے پر ناراضی اور عتاب بھی فرمایا ہے۔ یہ بھی اللہ کا فضل ہے کہ تعمیل میں بے گراں انعامات کا وعدہ ہے، ورنہ بندگی کا مقتضا صرف عتاب ہی ہونا چاہئے تھا کہ بندگی کا فرض ہے تعمیلِ ارشاد، پھر اس پر انعام کے کیا معنی اور نافرمانی کی صورت میں جتنا بھی

عِتاب وعذاب ہو وہ برمحل کہ آقا کی نافرمانی سے بڑھ کر اور کیا جرم ہوسکتا ہے۔ پس کسی خاص عِتاب یا تنبیہ کے فرمانے کی ضرورت نہ تھی، مگر پھر بھی اللہ جَلَّ شَانُہٗ اور اس کے پاک رسول ﷺ نے ہم پر شفقت فرمائی کہ طرح طرح سے مُتنبّہ فرمایا، اس کے نقصانات بتائے، مختلف طور سے سمجھایا، پھر بھی ہم نہ سمجھیں تو اپنا ہی نقصان ہے۔

(۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: مَنْ سَمِعَ النِّدَاءَ فَلَمْ یَمْنَعْهُ مِنِ اتِّبَاعِهٖ عُذْرٌ، قَالُوْا: وَمَا الْعُذْرُ؟ قَالَ: خَوْفٌ اَوْ مَرَضٌ لَمْ تُقْبَلْ مِنْهُ الصَّلٰوةُ الَّتِیْ صَلّٰی. (رواہ أبو داود وابن حبان فی صحیحہ وابن ماجۃ بنحوہ، کذا فی الترغیب، و فی المشکوۃ: رواہ أبو داود والدار قطنی)

نبی اکرم ﷺ کا اِرشاد ہے کہ جو شخص اذان کی آواز سنے اور بلا کسی عذر کے نماز کو نہ جائے (وہیں پڑھ لے) تو وہ نماز قبول نہیں ہوتی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ عذر سے کیا مراد ہے؟ ارشاد ہوا کہ مرض ہو یا کوئی خوف ہو۔

ف: قبول نہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اس نماز پر جو ثواب اور انعام حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے ہوتا وہ نہ ہوگا، گو فرض ذِمہ سے اتر جائے گا اور یہی مراد ہے ان حدیثوں سے جن میں آیا ہے کہ اس کی نماز نہیں ہوتی، اس لئے کہ ایسا ہونا بھی کچھ ہونا ہوا جس پر انعام واکرام نہ ہوا۔ یہ ہمارے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے، ورنہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ علیہم کی ایک جماعت کے نزدیک ان احادیث کی بنا پر بلا عذر جماعت کا چھوڑنا حرام ہے اور جماعت سے پڑھنا فرض ہے حتیٰ کہ بہت سے علماء کے نزدیک نماز ہوتی ہی نہیں۔ حَنفیہ رحمہم اللہ علیہم کے نزدیک اگرچہ نماز ہوجاتی ہے مگر جماعت کے چھوڑنے کا مجرم تو ہو ہی جائیگا۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے ایک حدیث میں یہ بھی نقل کیا گیا کہ اس شخص نے اللہ کی نافرمانی کی اور رسول ﷺ کی نافرمانی کی۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کا یہ بھی اِرشاد ہے کہ جو شخص اذان کی آواز سنے اور جماعت سے نماز نہ پڑھے، نہ اس نے بھلائی کا ارادہ کیا، نہ اس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا گیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اذان کی آواز سنے اور جماعت میں حاضر نہ ہو اس کے کان پگھلے ہوئے سیسے سے بھر دیئے جاویں، یہ بہتر ہے۔

(۲) عَنْ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: اَنَّهُ قَالَ: اَلْجَفَاءُ كُلُّ الْجَفَاءِ وَالْكُفْرُ وَ النِّفَاقُ مَنْ سَمِعَ مُنَادِیَ اللّٰهِ يُنَادِیْ اِلَی الصَّلٰوةِ فَلَا يُجِيْبُهُ. (رواه أحمد والطبرانی من رواية زبان بن فائد، كذا فی الترغيب، وفی مجمع الزوائد رواه الطبرانی فی الكبير، و زبان ضعفه ابن معين ووثقهٗ أبو حاتم . وعزاه فی الجامع الصغير الی الطبرانی و رقم له بالضعف)

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ سراسر ظلم ہے اور کفر ہے اور نفاق ہے اس شخص کا فعل جو اللہ کے مُنادِی (یعنی مؤذن) کی آواز سنے اور نماز کو نہ جائے۔

ف: کتنی سخت وعید اور ڈانٹ ہے اس حدیث پاک میں کہ اس کی اس حرکت کو کافروں کا فعل اور منافقوں کی حرکت بتایا ہے کہ گویا مسلمان سے یہ بات ہو ہی نہیں سکتی۔ ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ آدمی کی بدبختی اور بدنصیبی کے لئے یہ کافی ہے کہ مؤذن کی آواز سنے اور نماز کو نہ جائے۔ سلیمان بن ابی حَثمہ رضی اللہ عنہ جلیل القدر لوگوں میں تھے۔ حضور ﷺ کے زمانہ میں پیدا ہوئے، مگر حضور ﷺ سے روایت سننے کی نوبت کم عمری کی وجہ سے نہیں آئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو بازار کا نگران بنا رکھا تھا۔ ایک دن اتفاق سے صبح کی نماز میں موجود نہ تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس طرف تشریف لے گئے تو ان کی والدہ سے پوچھا کہ سلیمان آج صبح کی نماز میں نہیں تھے۔ والدہ نے کہا کہ رات بھر نفلوں میں مشغول رہا، نیند کے غلبہ سے آنکھ لگ گئی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں صبح کی جماعت میں شریک ہوں یہ مجھے اس سے پسندیدہ ہے کہ رات بھر نفلیں پڑھوں۔

(۳) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ فِتْيَتِیْ، فَيَجْمَعُوْا لِیْ حُزَمًا مِنْ حَطَبٍ، ثُمَّ اٰتِیَ قَوْمًا يُصَلُّوْنَ فِیْ بُيُوْتِهِمْ لَيْسَتْ بِهِمْ عِلَّةٌ، فَاُحَرِّقَهَا عَلَيْهِمْ. (رواه مسلم و أبو داود و ابن ماجة والترمذی، كذا فی الترغيب،

حضورِ اقدس ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ میرا دل چاہتا ہے کہ چند جوانوں سے کہوں کہ بہت سا ایندھن اکٹھا کر کے لائیں، پھر میں ان لوگوں کے پاس جاؤں جو بلا عذر گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں اور جا کر ان کے گھروں کو جلا دوں۔

قال السيوطی فی الدرّ: أخرج ابن أبی شيبة والبخاری و مسلم و ابن ماجة عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ رفعه "أثقل الصلوة علی المنافقين صلوة العشاء وصلوة الفجر، و لو يعلمون ما فيهما لأتوهما ولوحبوًا،

ولقد هممت امر بالصلوة فتقام" الحديث بنحوه)

ف: نبی اکرم ﷺ کو باوجود اس شفقت ورحمت کے جو امت کے حال پر تھی اور کسی شخص کی ادنیٰ سی تکلیف بھی گوارا نہ تھی ان لوگوں پر جو گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں اس قدر غصہ ہے کہ ان کے گھروں میں آگ لگا دینے کو بھی آمادہ ہیں۔

(۴) عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: مَا مِنْ ثَلَاثَةٍ فِیْ قَرْيَةٍ وَّلَا بَدْوٍ لَاتُقَامُ فِيْهِمُ الصَّلٰوةُ اِلَّا اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ، فَعَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ فَاِنَّمَا يَاكُلُ الذِّئْبُ مِنَ الْغَنَمِ الْقَاصِيَةَ.

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس گاؤں یا جنگل میں تین آدمی ہوں اور وہاں باجماعت نماز نہ ہوتی ہو تو ان پر شیطان مسلّط ہو جاتا ہے اس لئے جماعت کو ضروری سمجھو، بھیڑیا اکیلی بکری کو کھا جاتا ہے اور آدمیوں کا بھیڑیا شیطان ہے۔

(رواه أحمد وأبو داود والنسائي وابن خزيمة وابن حبان في صحيحيهما والحاكم، و زاد رزين في جامعه وان ذئب الإنسان الشيطان إذا خلا به أكله، كذا في الترغيب، ورقم له في الجامع الصغير بالصحة، وصححه الحاكم واقره عليه الذهبي)

ف: اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ کھیتی باڑی میں مشغول رہتے ہیں، اگر تین آدمی ہوں تو ان کو جماعت سے نماز پڑھنا چاہئے، بلکہ دو کو بھی جماعت سے پڑھنا اولیٰ ہے۔ کسان عام طور سے اول تو نماز پڑھتے ہی نہیں کہ ان کے لئے کھیتی کی مشغولی اپنے نزدیک کافی عذر ہے اور جو بہت دیندار سمجھے جاتے ہیں وہ بھی اکیلے ہی پڑھ لیتے ہیں، حالانکہ اگر چند کھیت والے بھی ایک جگہ جمع ہو کر پڑھیں تو کتنی بڑی جماعت ہو جائے اور کتنا بڑا ثواب حاصل کریں۔ چار پیسے کے واسطے سردی، گرمی، دھوپ، بارش سب سے بے نیاز ہو کر دن بھر مشغول رہتے ہیں، لیکن اتنا بڑا ثواب ضائع کرتے ہیں اور اس کی کچھ بھی پرواہ نہیں کرتے، حالانکہ یہ لوگ اگر جنگل میں جماعت سے نماز پڑھیں تو اور بھی زیادہ ثواب کا سبب ہوتا ہے حتیٰ کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ پچاس نمازوں کا ثواب ہو جاتا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب کوئی بکریاں چرانے والا کسی پہاڑ کی جڑ میں (یا جنگل میں) اذان کہتا ہے اور نماز

پڑھنے لگتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس سے بے حد خوش ہوتے ہیں اور تعجب و تفاخر سے فرشتوں سے فرماتے ہیں: دیکھو جی! میرا بندہ اذان کہہ کر نماز پڑھنے لگا۔ یہ سب میرے ڈر کی وجہ سے کر رہا ہے میں نے اس کی مغفرت کر دی اور جنّت کا داخلہ طے کر دیا۔[1]

(۵) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما: اَنَّهُ سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ يَّصُوْمُ النَّهَارَ وَيَقُوْمُ اللَّيْلَ وَ لَايَشْهَدُ الْجَمَاعَةَ وَلَا الْجُمُعَةَ، فَقَالَ: هٰذَافِي النَّارِ. (رواه الترمذي موقوفا كذا في الترغيب، وفي تنبيه الغافلين: روى عن مجاهد أن رجلا جاء الى ابن عباس، فقال: يا ابن عباس! ما تقول في رجل؟ فذكره بلفظه، زاد في اخره فاختلف إليه شهرًا يسأله عن ذلك وهو يقول: هو في النار)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کسی نے پوچھا کہ ایک شخص دن بھر روزہ رکھتا ہے اور رات بھر نفلیں پڑھتا ہے، مگر جمعہ اور جماعت میں شریک نہیں ہوتا (اس کے متعلق کیا حکم ہے) آپ نے فرمایا کہ یہ شخص جہنمی ہے۔

ف: گو ایک خاص زمانہ تک سزا بھگتنے کے بعد جہنّم سے نکل آئے کہ بہر حال مسلمان ہے، مگر نہ معلوم کتنے عرصے تک پڑا رہنا پڑے گا۔ جاہل صوفیوں میں وظیفوں اور نفلوں کا تو زور ہوتا ہے مگر جماعت کی پرواہ نہیں ہوتی، اس کو وہ بزرگی سمجھتے ہیں حالانکہ کمالِ بزرگی اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا اِتباع ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ تین شخصوں پر حق تعالیٰ شانہٗ لعنت بھیجتے ہیں: ایک اس شخص پر جس سے نمازی (کسی معقول وجہ سے) ناراض ہوں اور وہ امامت کرے۔ دوسرے اس عورت پر جس کا خاوند اس سے ناراض ہو۔ تیسرے اس شخص پر جو اذان کی آواز سنے اور جماعت میں شریک نہ ہو۔

(۶) اَخْرَجَ ابْنُ مَرْدَوَيْهِ عَنْ كَعْبِ الْاَحْبَارِ قَالَ: وَالَّذِىْ اَنْزَلَ التَّوْرَاةَ عَلٰى مُوْسٰى علیہ السلام، وَالْاِنْجِيْلَ عَلٰى عِيْسٰى علیہ السلام، وَالزَّبُوْرَ عَلٰى دَاوٗدَ، وَالْفُرْقَانَ عَلٰى مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم، اُنْزِلَتْ

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قسم ہے اس پاک ذات کی جس نے تورات حضرت موسیٰ پر اور انجیل حضرت عیسیٰ پر اور زبور حضرت داؤد پر (علیٰ نبینا وعلیہم الصلوۃ والسلام) نازل فرمائی اور قرآن شریف

[1] مشکوٰۃ

هٰذِهِ الْاٰيَاتُ فِى الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوْبَاتِ حَيْثُ يُنَادٰى بِهِنَّ: يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ اِلٰى قَوْلِهٖ: وَهُمْ سَالِمُوْنَ، الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ اِذَا نُوْدِىَ بِهَا. (وأخرج البيهقى فى الشعب عن سعيد بن جبير قال: الصلوات فى الجماعات، وأخرج البيهقى عن ابن عباس قال: الرجل يسمع الاذان فلا يجيب الصلوة. كذا فى الدر المنثور قلت: و تمام الاية) "يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سَالِمُوْنَ ۝" (سورة ن: ٤٢، ٤٣)

سیدنا محمد ﷺ پر نازل فرمایا کہ یہ آیتیں فرض نمازوں کو جماعت سے ایسی جگہ پڑھنے کے بارہ میں جہاں اذان ہوتی ہو نازل ہوئی ہیں۔ (ترجمہ آیات) جس دن حق تعالیٰ شانہٗ ساق کی تجلّی فرمائیں گے (جو ایک خاص قسم کی تجلّی ہوگی) اور لوگ اس دن سجدہ کے لئے بلائے جاویں گے تو یہ لوگ سجدہ نہیں کرسکیں گے، ان کی آنکھیں شرم کے مارے جھکی ہوئی ہوں گی اور ان پر ذِلت چھائی ہوئی ہوگی، اِس لئے کہ یہ لوگ دنیا میں سجدہ کی طرف بلائے جاتے تھے اور صحیح سالم تندرست تھے (پھر بھی سجدہ نہیں کرتے تھے)۔

ف: ساق کی تجلّی ایک خاص قسم کی تجلّی ہے جو میدانِ حشر میں ہوگی اس تجلّی کو دیکھ کر سارے مسلمان سجدہ میں گر جائیں گے، مگر بعض لوگ ایسے ہوں گے جن کی کمر تختہ ہو جائے گی اور سجدہ پر قدرت نہ ہوگی۔ یہ کون لوگ ہوں گے؟ اس کے بارے میں تفسیریں مختلف وارد ہوئی ہیں۔ ایک تفسیر یہ ہے جو کعب احبار رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اور اسی کے موافق حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ سے بھی منقول ہے کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو دنیا میں جماعت کی نماز کے واسطے بلائے جاتے تھے اور جماعت کی نماز نہیں پڑھتے تھے۔ دوسری تفسیر بخاری شریف میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا کہ یہ لوگ وہ ہوں گے جو دنیا میں ریا اور دکھلاوے کے واسطے نماز پڑھتے تھے۔ تیسری تفسیر یہ ہے کہ یہ کافر لوگ ہیں جو دنیا میں سرے سے نماز ہی نہیں پڑھتے تھے۔ چوتھی تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد منافق ہیں۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ۔

بہر حال اس تفسیر کے موافق جس کو حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ قسم کھا کر ارشاد فرما رہے ہیں اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر صحابی، امامِ تفسیر سے اس کی تائید ہوتی ہے، کتنا سخت معاملہ ہے کہ میدانِ حشر میں ذلّت ونکبت ہو اور جہاں سارے مسلمان سجدہ میں مشغول ہوں اس سے سجدہ ادا نہ ہو سکے۔ ان کے عِلاوہ اور بھی بہت سی وعیدیں جماعت کے چھوڑنے پر آئی ہیں۔ مسلمان کے لئے تو ایک بھی وعید کی ضرورت نہیں کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم وارشاد ہی سب کچھ ہے اور جس کو اس کی قدر نہیں اس کے لئے ہزار طرح کی وعیدیں بھی بیکار ہیں۔ جب سزا کا وقت آئے گا تو پشیمانی ہوگی جو بیکار ہوگی۔

تیسرا باب

خشوع، خضوع کے بیان میں

بہت سے لوگ ایسے ہیں جو نماز پڑھتے ہیں اور ان میں سے بہت سے ایسے بھی ہیں جو جماعت کا بھی اہتمام فرماتے ہیں، لیکن اس کے باوجود ایسی بری طرح پڑھتے ہیں کہ وہ نماز بجائے اس کے ثواب واجر کا سبب ہو، ناقص ہونے کی وجہ سے منہ پر ماردی جاتی ہے، گو نہ پڑھنے سے یہ بھی بہتر ہے کیونکہ نہ پڑھنے کی صورت میں جو عذاب ہے وہ بہت زیادہ سخت ہے اور اس صورت میں یہ ہوا کہ وہ قابلِ قبول نہ ہوئی اور منہ پر پھینک کر ماردی گئی، اس پر کوئی ثواب نہیں ہوا، لیکن نہ پڑھنے میں جس درجہ کی نافرمانی اور نخوت ہوتی وہ تو اس صورت میں نہ ہوگی، البتہ یہ مناسب ہے کہ جب آدمی وقت خرچ کرے، کاروبار چھوڑے، مشقت اٹھائے تو اس کی کوشش کرنا چاہئے کہ جتنی زیادہ سے زیادہ وزنی اور قیمتی پڑھ لے اس میں کوتاہی نہ کرے۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا اِرشاد ہے، گو وہ قربانی کے بارے میں ہے مگر احکام تو سارے ایک ہی ہیں۔ فرماتے ہیں "لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَاۤءُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ" (الحج:۳۶) نہ تو حق تعالیٰ شانہٗ کے پاس ان کا گوشت پہنچتا ہے نہ ان کا خون، بلکہ اس کے پاس تو تمہارا تقویٰ اور اخلاص پہنچتا ہے۔ پس جس درجہ کا اخلاص ہوگا اسی درجہ کی مقبولیت ہوگی۔ حضرت مُعاذ رضی اللہ عنہ اِرشاد فرماتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے

جب مجھے یمن کو بھیجا تو میں نے آخری وصیّت کی درخواست کی۔ حضور ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ دین کے ہر کام میں اِخلاص کا اہتمام کرنا کہ اِخلاص سے تھوڑا عمل بھی بہت کچھ ہے۔

حضرت ثَوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اِخلاص والوں کے لئے خوش حالی ہو کہ وہ ہدایت کے چراغ ہیں، ان کی وجہ سے سخت سے سخت فتنے دور ہوجاتے ہیں۔ ایک حدیث میں حضور ﷺ کا اِرشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ ضعیف لوگوں کی برکت سے اس امت کی مدد فرماتے ہیں، نیز ان کی دعا سے، ان کی نماز سے، ان کے اخلاص سے[۱] نماز کے بارے میں اللہ جَلَّ شَانُہٗ کا اِرشاد ہے: "فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۝" (الماعون:۴،۵،۶) بڑی خرابی ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں، جو ایسے ہیں کہ دکھلاوا کرتے ہیں۔ بے خبر ہونے کی بھی مختلف تفسیریں کی گئی ہیں: ایک یہ کہ وقت کی خبر نہ ہو قضا کردے۔ دوسرے یہ کہ متوجہ نہ ہو، اِدھر اُدھر مشغول ہو۔ تیسرے یہ کہ یہی خبر نہ ہو کتنی رکعتیں ہوئیں۔ دوسری جگہ منافقین کے بارے میں اِرشادِ خداوندی ہے: "وَاِذَا قَامُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝" (النساء:۱۴۲) اور جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں، تو بہت کاہلی سے کھڑے ہوتے ہیں صرف لوگوں کو دکھلاتے ہیں (کہ ہم بھی نمازی ہیں) اور اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتے مگر بہت تھوڑا سا۔ ایک جگہ چند انبیاء علیٰ نبینا وعلیہم الصلوۃ والسلام کا ذکر فرما کر اِرشاد ہے: "فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۝" (مریم:۵۹) پس ان نبیوں کے بعد بعضے ایسے ناخلف پیدا ہوئے جنہوں نے نماز کو برباد کر دیا اور خواہشاتِ نفسانیہ کے پیچھے پڑ گئے، سو عنقریب آخرت میں خرابی دیکھیں گے۔ "غَیّ" کا ترجمہ لغت میں گمراہی ہے جس سے مراد آخرت کی خرابی اور ہلاکت ہے اور بہت سے مفسّرین نے لکھا ہے کہ "غَیّ" جہنّم کا ایک طبقہ ہے جس میں لہو، پیپ وغیرہ جمع ہوگا، اس میں یہ لوگ ڈال دیئے جائیں گے۔

ایک جگہ اِرشاد ہے: "وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا

---

[۱] ترغیب

بِاللّٰہِ وَبِرَسُوْلِہٖ وَلَا یَاْتُوْنَ الصَّلٰوۃَ اِلَّا وَھُمْ کُسَالٰی وَلَا یُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَھُمْ کٰرِھُوْنَ o" (التوبہ:۵۴) (ترجمہ) "اوران کی خیرخیرات مقبول ہونے سے اورکوئی چیز بجز اس کے مانع نہیں ہے کہ انہوں نے اللہ کے ساتھ اوراس کے رسول ﷺ کے ساتھ کفر کیا اورنماز نہیں پڑھتے مگر کاہلی سے، اور نیک کام میں خرچ نہیں کرتے مگر گرانی سے۔"

اس کے بالمقابل اچھی طرح سے نماز پڑھنے والوں کے بارے میں اِرشاد ہے: "قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ o الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلَاتِھِمْ خَاشِعُوْنَ o وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ o وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِلزَّکٰوۃِ فَاعِلُوْنَ o وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِفُرُوْجِھِمْ حَافِظُوْنَ o اِلَّا عَلٰٓی اَزْوَاجِھِمْ اَوْ مَامَلَکَتْ اَیْمَانُھُمْ فَاِنَّھُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ o فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْعٰدُوْنَ o وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِاَمٰنٰتِھِمْ وَعَھْدِھِمْ رَاعُوْنَ o وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَلٰی صَلَوٰتِھِمْ یُحَافِظُوْنَ o اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْوٰرِثُوْنَ o الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ o" (المؤمنون:۱تا۱۱) (ترجمہ) "بے شک کامیابی اورفلاح کو پہنچ گئے وہ مومن جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں اور وہ لوگ جولغویات سے اعراض کرنے والے ہیں اور جو زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں[1] (یا اپنے اَخلاق کو درست کرنے والے ہیں) اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں بجز اپنی بیبیوں اور باندیوں کے کہ ان میں کوئی حرج نہیں، البتہ جوان کے علاوہ اورجگہ شہوت پوری کرنا چاہیں وہ لوگ حد سے گزرنے والے ہیں اور جو اپنی امانتوں اوراپنے عہد و پیمان کی رعایت کرنے والے ہیں اور جو اپنی نمازوں کا اہتمام کرنے والے ہیں، یہی لوگ جنّت کے وارث ہیں جو فِردَوس کے وارث بنیں گے اور ہمیشہ ہمیشہ کواس میں رہیں گے۔"

حدیث میں آیا ہے کہ فردوس جنّت کا اَعلیٰ اور اَفضل ترین حصّہ ہے، وہاں سے جنّت کی نہریں جاری ہوتی ہیں، اسی پر عرش الٰہی ہوگا، جب تم جنّت کی دعا کیا کرو تو جنّتُ الفردوس مانگا کرو۔ دوسری جگہ نماز کے بارے میں ارشادِالٰہی ہے: "وَاِنَّھَا لَکَبِیْرَۃٌ اِلَّا عَلَی الْخٰشِعِیْنَ o الَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ اَنَّھُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّھِمْ وَاَنَّھُمْ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ" (البقرہ:۴۵،۴۶) (ترجمہ) "بے شک نماز

[1] زکوٰۃ کی تفسیر میں اختلاف ہے کہ اس جگہ مشہور معنی زکوٰۃ کے مراد ہیں یا زکوٰۃ بدنی یعنی اپنی اصلاح اور نفس کا تزکیہ۔

دشوار ہے، مگر جن کے دلوں میں خشوع ہے ان پر کچھ بھی دشوار نہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اس کا خیال رکھتے ہیں کہ بلا شبہ وہ اپنے رب سے قیامت میں ملنے والے ہیں اور مرنے کے بعد اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں''۔ ایسے ہی لوگوں کی تعریف میں ایک جگہ ارشادِ خداوندی ہے: ''فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ یُسَبِّحُ لَهٗ فِیْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ o رِجَالٌ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِیْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۪ یَخَافُوْنَ یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ o لِیَجْزِیَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَاعَمِلُوْا وَیَزِیْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ'' (النور: ۳۶، ۳۷، ۳۸) ایسے گھروں میں جن کے متعلق اللہ جَلَّ شَانُہٗ نے حکم فرما دیا کہ ان کا ادب کیا جائے، ان کو بلند کیا جائے، ان میں صبح شام اللہ کی تسبیح کرتے ہیں۔ ایسے لوگ جن کو اللہ کی یاد سے اور نماز کے قائم کرنے سے اور زکوٰۃ کے دینے سے نہ تو تجارت غافل کرتی ہے نہ خرید و فروخت غفلت میں ڈالتی ہے، وہ لوگ ایسے دن کی سختی سے ڈرتے ہیں جس دن دل اور آنکھیں الٹ پلٹ ہو جائیں گی (یعنی قیامت کا دن) اور وہ لوگ یہ سب کچھ اس لئے کرتے ہیں کہ اللہ جَلَّ شَانُہٗ ان کے نیک اعمال کا بدلہ ان کو عطا فرما دیں اور بدلہ سے بھی بہت زیادہ انعامات اپنے فضل سے عطا فرما دیں اور اللہ جَلَّ شَانُہٗ جس کو چاہتے ہیں بے شمار عطا فرما دیتے ہیں۔

تُو تو وہ داتا ہے کہ دینے کے لئے   در تری رحمت کے ہیں ہر دم کھلے

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ نماز قائم کرنے سے یہ مراد ہے کہ اس کے رکوع سجدہ کو اچھی طرح ادا کرے، ہمہ تن متوجہ رہے اور خشوع کے ساتھ پڑھے۔ قتادہ رحمۃ اللہ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے کہ نماز کا قائم کرنا اس کے اوقات کی حفاظت رکھنا اور وضو کا اور رکوع، سجدے کا اچھی طرح ادا کرنا ہے یعنی جہاں جہاں قرآن شریف میں ''اَقَامَ الصَّلٰوةَ اور یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ آیا ہے یہی مراد ہے[1] یہی لوگ ہیں جن کی تعریف دوسری جگہ ان الفاظ سے ارشاد فرمائی گئی: ''وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا o وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًا o''

[1] دُرّ

(الفرقان: ۶۳، ۶۴) اور رحمٰن کے خاص بندے وہ ہیں جو چلتے ہیں زمین پر عاجزی سے (اکڑ کر نہیں چلتے) اور جب ان سے جاہل لوگ (جہالت کی) بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ سلام (یعنی سلامتی کی بات کرتے ہیں جو رفع شر کی ہو، یا بس دور ہی سے سلام) اور یہ وہ لوگ ہیں جو رات بھر گذار دیتے ہیں اپنے رب کے لئے سجدے کرنے میں اور نماز میں کھڑے رہنے میں۔'' یہ آگے ان کے اور چند اوصاف ذکر فرمانے کے بعد ارشاد ہے: ''اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ۝'' (الفرقان: ۷۵، ۷۶) یہی لوگ ہیں جن کو جنّت کے بالا خانے بدلہ میں دیئے جائیں گے، اس لئے کہ انہوں نے صبر کیا (یا دین پر ثابت قدم رہے) اور جنّت میں فرشتوں کی طرف سے دعا و سلام سے استقبال کیا جاوے گا اور اس جنّت میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، کیا ہی اچھا ٹھکانہ اور رہنے کی جگہ ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے ''وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۝ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ۝'' (الرعد: ۲۳، ۲۴) ''اور فرشتے ہر دروازہ سے داخل ہوں گے اور کہیں گے کہ تم پر سلام (اور سلامتی) ہو، اس وجہ سے کہ تم نے صبر کیا (یا دین پر مضبوط اور ثابت قدم رہے) پس کیا ہی اچھا انجام کار ٹھکانہ ہے''۔ انہیں لوگوں کی تعریف دوسری جگہ ان الفاظ سے فرمائی گئی ہے: ''تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ز وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ج جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝'' (السجدہ: ۱۶، ۱۷) وہ لوگ ایسے ہیں کہ رات کو ان کے پہلو ان کی خواب گاہوں اور بستروں سے علیحدہ رہتے ہیں (کہ نماز پڑھتے رہتے ہیں اور) اپنے رب کو عذاب کے ڈر سے ثواب کی امید میں پکارتے رہتے ہیں اور ہماری عطا کی ہوئی چیزوں سے خرچ کرتے ہیں، سو کوئی بھی نہیں جانتا کہ ایسے لوگوں کے لئے کیا کچھ آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان پردۂ غیب میں موجود ہے جو بدلہ ہے ان کے نیک اعمال کا۔''

انہیں لوگوں کی شان میں ہے: ''اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ ط اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ۝ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ۝